1324

# ایجنڈا

# برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

## منعقدہ،20۔جنوری2011

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

## سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

## توجہ دلاؤنوٹس

## سرکاری کارروائی

"بجٹ2011-12 کے لئے ممبران سے پری بجٹ تجاویز
لینے کی غرض سے عام بحث جاری رہے گی"

1326

# صوبائی اسمبلی پنجاب

## پندرھویں اسمبلی کا بائیسواں اجلاس

جمعرات،20۔جنوری 2011

(یوم الخمیس،15۔صفر المظفر 1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 10 بج کر 15 منٹ پر زیر صدارت

جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

---

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا
لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ
فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ
تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

**سورة النِّسَاء آيات 64تا65**

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور رسول (اللہ) بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے (64) تمہارے پروردگار کی

قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے (65)
وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

## نعت رسول مقبول ﷺ

لوگ جو ان کے گیت گاتے ہیں
عظمتیں بے شمار پاتے ہیں
دل کو بھاتا نہیں کوئی منظر
جب مدینے سے لوٹ آتے ہیں
آپ کی یاد بھی عجب شئے ہے
غم زمانے کے بھول جاتے ہیں
باندھ رکھا ہے میں نے رخت سفر
دیکھیں سرکار کب بلاتے ہیں
جن کا کوئی نہ ہو زمانے میں
ان کو سینے سے وہ لگاتے ہیں
آؤ سرور چلیں مدینے کو
نعت سرکار کو سناتے ہیں

## سوالات

### (محکمہ صحت)

### نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

**جناب سپیکر:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے پر محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پارلیمانی سیکرٹری صاحب! اگر آپ ادھر آ جائیں تو آپ کے لئے بہتر نہیں ہے؟

**معزز ممبران:** وہ ادھر بیٹھ کر سیکرٹری ہیلتھ سے help لینا چاہتے ہیں۔

**جناب سپیکر:** ادھر بھی آپ کی help کر دیں گے۔ ان کی سیٹیں allotted ہیں۔پہلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ کا ہے۔

**محترمہ عارفہ خالد پرویز:** جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 506 ہے میری استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

### لاہور۔جناح ہسپتال کے پروفیسرز کی بے قاعدگیاں

*506: **محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال کے پروفیسرز مریضوں کو چیک نہیں کرتے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پروفیسرز 11 بجے اپنے کمروں میں آتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پروفیسرز پرائیویٹ پریکٹس کے لئے اپنے سرکاری دفتر کو استعمال کرتے ہیں اور ان کا عملہ پرائیویٹ کلینک کا پتا بتاتا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو عوام کی سہولیات کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ ایسے پروفیسرز کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جو مریضوں کو چیک نہیں کرتے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) یہ درست نہ ہے۔پروفیسر حضرات مریضوں کو آؤٹ ڈور میں اور وارڈز میں چیک کرتے ہیں۔

(ب) پروفیسر صاحبان صبح آٹھ بجے تشریف لاتے ہیں۔چونکہ انھوں نے میڈیکل کالج کے طلباء کو لیکچر دینا ہوتا ہے،اس لئے وہ لیکچر کے بعد وارڈز کا راؤنڈ کرتے ہیں اور کمروں میں آتے ہیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ پروفیسر حضرات ہسپتال کے آؤٹ ڈوروں اور ان ڈوروں میں مریض چیک کرتے رہتے ہیں۔فی الحال تو ان کے متعلق کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی ہے کہ جس کے خلاف ایکشن لیا جائے،ہاں اگر کوئی پروفیسر یا ڈاکٹر آؤٹ ڈور اور وارڈ میں مریض چیک نہ کرے گا تو اس کے خلاف محکمہ صحت کے قوانین کے مطابق قانونی کارروائی کی جائے گی۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز:جناب سپیکر!اس میں میرا صرف ایک سوال ہے کہ میں نے 2008 میں سوال دیا تھا اور 2011 میں اس کا جواب آیا ہے۔

جناب سپیکر:نمبر پر ہی آنا تھا۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز:جناب سپیکر!میرا سوال صرف یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو کوئی شکایت ہو تو اسے کس طریقے سے اور کہاں رجسٹر کرایا جا سکتا ہے،just in case ڈاکٹر یا پروفیسر کے خلاف کوئی شکایت ہو تو وہ درج کرانے کا کیا طریقہ ہے؟ ویسے overall میں اس جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر:آپ اس میں تھوڑی سی common sense استعمال کر لیں تو بہتر ہے۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز:جناب سپیکر!ہم لوگوں کی شکایت تو ادھر سے بھی سنی جاتی ہے،میں عام آدمی کے حوالے سے پوچھ رہی ہوں۔

جناب سپیکر:جی،ان کو بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!میرے خیال میں عارفہ خالد صاحبہ جواب سے مطمئن ہیں لیکن انہوں نے جو شکایت کے حوالے سے سوال کیا ہے تو اس کے لئے تین forum موجود ہیں،سیکرٹری ہیلتھ کے پاس تحریری شکایت ہو سکتی ہے تاکہ E&D Rules کے تحت کارروائی کی جائے اگر اس کے علاوہ کوئی الزامات ہیں تو پھر عدالت میں جایا جا سکتا ہے یا انٹی کرپشن کے محکمے میں بھی شکایت کی جا سکتی ہے،سارے forum کھلے ہیں اور انشاء اللہ انصاف ملے گا۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا:جناب سپیکر!میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ڈاکٹر صاحبہ کی طرف سے ضمنی سوال آنے دیں۔جی ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہوا ہے کہ "پروفیسر حضرات ٹائم پر آتے ہیں" چونکہ میں خود ڈاکٹر ہوں اس لئے مجھے بہت اچھی طرح سے اندازہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کچھ پروفیسروں کو چھوڑ کر باقی ٹائم پر نہیں آتے۔ اگر آمریت کے پچھلے 9 سالوں میں دیکھا جائے تو بیوروکریسی کو اتنا زیادہ relax کیا گیا تھا کہ ٹائم پر آفس آنے کا تو رواج ہی ختم ہو گیا تھا، خود مشرف صاحب 12 بجے تشریف لاتے تھے۔

جناب سپیکر: ماضی صرف سبق سیکھنے کے لئے ہے، ماضی سے سبق سیکھیں اور اپنے بہتر مستقبل کا خیال کریں۔آپ presumption پر نہ جائیں بلکہ کوئی particular بات بتائیں۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! یہ میرے کہنے کی بات نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے اور یہاں پر بیٹھے ہوئے سارے لوگ جانتے ہیں کہ جو پروفیسر حضرات رات کو دو دو، تین تین بجے تک پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں تو پھر صبح آٹھ بجے پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو پروفیسر سرجری کے شعبے کے ساتھ منسلک ہیں وہ ایک دن میں سرکاری ہسپتال میں کتنے آپریشن کر لیتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ تین سوال ہو گئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں پروفیسر صاحبان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے صبح آٹھ بجے طلباء کو پڑھانا ہوتا ہے اس کے بعد پوسٹ گریجویٹ کلاسیں لینا ہوتی ہیں، پھر نرسز کی ٹریننگ کرنی ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ OPD میں آتے ہیں اور ان کے دن مقرر ہوتے ہیں۔اگر اس میں کوئی آدمی نہ آئے تو اس کی شکایت ہوتی ہے اور اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے جیسا کہ گزشتہ دنوں میں ہوا ہے کہ چلڈرن ہسپتال راولپنڈی میں جو سینئر پروفیسر وقت اور discipline کی پابندی نہیں کرتے تھے ان کے خلاف کارروائی کی گئی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: وہاں بھی حاضری شروع کی جائے۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔

**محترمہ شمیلہ اسلم:** جناب سپیکر! جز(د) میں کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی ڈاکٹر آؤٹ ڈور وارڈ میں مریض چیک نہیں کرتا تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی" لیکن اس وقت صورتحال یہ ہے کہ جب مریض سرکاری ہسپتال میں جاتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ متعلقہ ڈاکٹر قریبی ذاتی ہسپتال میں کوئی ایمرجنسی attend کرنے گیا ہوا ہے۔ اگر یہ چیز ثابت ہو جائے کہ duty hours میں ڈاکٹر اپنے ذاتی ہسپتال میں گیا تھا تو اس کے لئے حکومت اسے زیادہ سے زیادہ کیا سزا دے گی اور حکومت کوئی شکایت سیل قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

**جناب سپیکر:** جی، E&D Rules موجود ہیں، آپ کیا سوال کر رہے ہیں؟ میرے خیال میں اسے چھوڑ دیں۔ محترمہ عارفہ خالد صاحبہ! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

**محترمہ عارفہ خالد پرویز:** جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 507 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے اور میں اس جواب سے مطمئن ہوں۔ شکریہ

**جناب سپیکر:** آپ کی مہربانی۔

## لاہور۔ جناح ہسپتال میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے سہولیات و دیگر تفصیلات

***507: محترمہ عارفہ خالد پرویز:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناح ہسپتال میں ہیپاٹائٹس کے ابتدائی ٹیسٹ ہونے کے بعد پازیٹو مریضوں کا ایک پی سی آر ٹیسٹ کیا جاتا ہے، اگر ہاں تو اس ٹیسٹ کی کتنی فیس ہسپتال میں وصول کی جاتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چند کرپٹ ملازمین مقررہ فیس سے کم پیسے لے کر بغیر اندراج رجسٹر یا کسی اور طریقے سے ٹیسٹ ہسپتال کی لیبارٹری سے ہی کر کے یا کروا کر مریض کو دیتے ہیں؟

(ج) کیا پی سی آر ٹیسٹ کے حوالے سے کبھی کسی اہلکار و افسر کے خلاف کوئی شکایت ہسپتال میں یا محکمہ صحت میں آئی ہے، اگر آئی ہے تو اس پر کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(د) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ابتدائی ٹیسٹ میں پازیٹو مریضوں کا مفت پی سی آر ٹیسٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) جناح ہسپتال میں انجمن بہبود مریضاں کی وساطت سے، جس کے کنوینر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں، مستحق اور غریب مریضوں کے ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ فری کئے جاتے ہیں (جن کی فیس -/1600 روپے سے لے کر 3200 روپے تک ہے) اس کے علاوہ پرائم منسٹر ہیپاٹائٹس کنٹرول پروگرام کے تحت بھی ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ فری کئے جا رہے ہیں، مزید براں صاحب حیثیت مریض کے لئے پی سی آر ٹیسٹ کی فیس -/1600 روپے ہے، جو کہ صرف PCR KIT کی قیمت ہے جبکہ پرائیویٹ ہسپتال میں اس ٹیسٹ کی قیمت -/3000 روپے سے -/4000 روپے تک ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔

(ج) پی سی آر کے حوالے سے کبھی کسی اہلکار و افسر کے خلاف محکمہ صحت کے حوالے سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔

(د) یہ جناح ہسپتال، لاہور کے متعلقہ نہیں ہے اگر حکومت پی سی آر کے ٹیسٹ کی کٹ کے لئے اضافی فنڈز فراہم کرے تو جناح ہسپتال، لاہور میں تمام مریضوں کے ٹیسٹ مفت کئے جائیں گے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

معزز ممبران: اب یہ نہیں پوچھ سکتیں۔

جناب سپیکر: وہ سوال پوچھ سکتی ہیں۔جی، محترمہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! جز (الف) میں بتایا گیا ہے کہ غریب اور مستحق لوگوں کے ٹیسٹ free کئے جاتے ہیں۔میں ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ غریب اور مستحق لوگوں کا کیا criteria ہے اور دوسرا یہ پوچھنا چاہوں گی کہ نیچے جز (د) میں لکھا ہوا ہے کہ PCR Test کی Kit کے لئے اگر حکومت اضافی فنڈز فراہم کرے تو جناح ہسپتال لاہور میں تمام مریضوں کے ٹیسٹ مفت کئے جائیں گے۔میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ کیا حکومت PCR Test Kit کے لئے اضافی فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جو لوگ سرکاری ہسپتالوں میں آتے ہیں ان میں سے 90 فیصد لوگ مستحق اور نادار ہوتے ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں میں paying patients بہت کم آتے ہیں۔ حکومت پنجاب نے 300 ملین روپے اس پروگرام کے لئے فراہم کئے ہیں جن میں سے 125 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں جبکہ 175 ملین روپے ہمارے پاس موجود ہیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ جون تک خرچ کئے جائیں گے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) میں کہا گیا ہے کہ "جناح ہسپتال میں انجمن بہبود مریضاں کی وساطت سے، جس کے convener میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں مستحق اور غریب مریضوں کے ہیپاٹائٹس کے تمام ٹیسٹ مفت کئے جاتے ہیں" آگے within bracket لکھا ہوا ہے کہ "جن کی فیس -/1600 روپے سے لے کر -/3200 روپے تک ہے" تو پھر یہ ٹیسٹ مفت کیسے ہو گئے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ -/1600 روپے سے لے کر -/3200 روپے تک مختلف ٹیسٹوں کی قیمت ہے لیکن غریب لوگوں سے یہ قیمت وصول نہیں کی جاتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! سوال نمبر 1834۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## سروسز ہسپتال لاہور میں ٹھیکیدار کی بے قاعدگیاں

*1834: محترمہ نگہت ناصر شیخ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں طارق نامی ٹھیکیدار صفائی کی مد میں 20 لاکھ روپے ماہانہ وصول کرتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ طارق نامی ٹھیکیدار تین شفٹوں کی بجائے دو شفٹوں میں کام کرواتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سروسز ہسپتال لاہور میں صفائی کے عملہ کی تعداد 350 ہے جبکہ 150 اہلکاروں سے کام لیا جاتا رہا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت طارق نامی ٹھیکیدار کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا ہے تمام صفائی ہسپتال کا ریگولر عملہ کرتا ہے۔

(ب) ہسپتال کا طارق نامی ٹھیکیدار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(ج) ہسپتال میں 346 سینٹری ملازم ہیں۔کام کی ضرورت اور اہمیت کے مطابق تمام ملازمین کو تین شفٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر شفٹ میں ذمہ دار سپر وائزر تمام عملہ کو چیک کرتا ہے۔

(د) جزہائے بالا کا جواب اثبات میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں یہ ثابت کر سکتی ہوں کہ میرے سوال کا جواب درست نہیں ہے کیونکہ ابھی یہاں House میں آنے سے پہلے میں نے سروسز ہسپتال کی انتظامیہ سے فون پر بات کی ہے۔2008 میں یہ ٹھیکہ Clean Tec فرم کو دیا گیا جو کہ اب تک کام کر رہی ہے جبکہ جواب کے جز (الف) میں یہ کہا گیا ہے کہ "سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا" اس لئے محکمہ کی طرف سے یہ غلط جواب دیا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! موجودہ صورتحال یہ ہے کہ وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام نہیں کر رہا۔ ہم نے latest صورتحال بیان کی ہے کہ اس وقت طارق نامی کوئی ٹھیکیدار وہاں پر کام نہیں کر رہا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جواب کے جز (الف) میں لکھا ہوا ہے کہ "سروسز ہسپتال کی صفائی کا ٹھیکہ کسی فرم کو نہیں دیا گیا ہے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! بالکل صحیح جواب دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت کوئی ٹھیکہ دیا گیا ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام کر رہا ہے۔ محترمہ اگر اس معاملے کو probe کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق اب بھی وہاں پر Clean Tec کمپنی کام کر رہی ہے۔آج تقریباً ساڑھے نو یا پونے دس بجے میری ہسپتال کی انتظامیہ سے فون پر بات ہوئی

ہے۔کیا محکمہ نے اس ہسپتال کی انتظامیہ سے جواب طلب کیا ہے یا پھر خود ہی اس کا جواب بنا کر دے دیا ہے؟ مجھے اگر اجلاس میں جلدی نہ پہنچنا ہوتا تو میں اس contract کی کاپی لے کر آتی۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ):** جناب سپیکر! ہسپتال میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ انچارج ہیں اور ان سے ہم نے confirm کیا ہے کہ وہاں پر کوئی ٹھیکیدار کام نہیں کر رہا۔

**جناب سپیکر:** اگر آپ کا جواب غلط ہوا تو محترمہ اس حوالے سے تحریک استحقاق دینے کا حق رکھتی ہیں۔ محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ نے اگر یہ جواب غلط ثابت کر دیا تو پھر ان کی طرف سے دی گئی تحریک استحقاق کو منظور بھی کر لیا جائے گا۔

**محترمہ نگہت ناصر شیخ:** جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ وضاحت چاہتی ہوں کہ کیا محکمہ نے میرے اس سوال کا جواب لینے کے لئے ہسپتال انتظامیہ سے رابطہ کیا تھا؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ):** جناب سپیکر! یہ تمام سوالات جس ضلع یا ہسپتال سے متعلق ہوتے ہیں وہاں سے جواب لیا جاتا ہے۔ تحریری جواب آنے کے بعد ان سے فون پر reconfirm بھی کیا جاتا ہے اور اس کے بعد یہ جوابات ہاؤس میں پیش کئے جاتے ہیں۔

**جناب سپیکر:** اگلا سوال محمد نوید انجم صاحب کا ہے۔

**جناب محمد نوید انجم:** جناب سپیکر! سوال نمبر 1988۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** ٹھیک ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## سر گنگا رام ہسپتال لاہور میں بھرتی کی تفصیلات

*1988: **جناب محمد نوید انجم:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جنوری 2007 سے آج تک سر گنگا رام ہسپتال لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا ان کے نام، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنی دفعہ بھرتی کے لئے کس کس اخبار میں تشہیر کی گئی ہے، ان اخبارات کے نام اور تاریخ نیز ان کی تشہیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) اس عرصہ کے دوران کتنی دفعہ بھرتی کا اشتہار شائع ہونے کے باوجود بھرتی نہ کی گئی اور ہر دفعہ بھرتی نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا ہر دفعہ بھرتی میرٹ پر ہوئی میرٹ کا طریق کار اور میرٹ کس طرح کن کن افسران کی زیر نگرانی تشکیل پایا؟

(ہ) کیا یہ بات حکومت کے علم میں ہے کہ ہر دفعہ جو بھرتی کی گئی وہ بغیر میرٹ اور قواعد وضوابط کے برعکس کی گئی اگر ایسا ہے تو کیا حکومت اس کی تحقیقات محکمہ ہذا کے علاوہ کسی جج سے کروانے اور اس کے ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) یکم جنوری 2007 سے آج تک سرگنگارام ہسپتال لاہور میں کل 246 افراد بھرتی کئے گئے جن کے نام، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس عرصہ میں تین مرتبہ بھرتی کے لئے اخبارات میں اشتہارات دیئے اور ان تمام اشتہارات پر کل -/161987 روپے خرچ ہوئے۔ تفصیل درج ذیل ہے:-

| نمبر شمار | نام اخبار | تاریخ اشاعت |
|---|---|---|
| 1 | نوائے وقت | 20-12-06 |
| 2 | مساوات | 20-12-06 |
| 3 | جناح | 20-12-06 |
| 4 | پاکستان | 21-12-06 |
| 5 | جنگ | 22-12-06 |
| 6 | پیغام | 22-12-06 |
| 7 | خبریں | 10-12-07 |
| 8 | پیغام | 10-12-07 |
| 9 | نیشن | 11-12-07 |
| 10 | آج کل | 27-06-08 |
| 11 | مساوات | 27-06-08 |
| 12 | جنگ | 30-06-08 |

(ج) اس دوران ہر دفعہ بھرتی کا اشتہار شائع ہونے پر میرٹ اور اہلیت کے مطابق بھرتی کا عمل مکمل کیا گیا۔

(د) بھرتی گورنمنٹ کی کنٹریکٹ پالیسی 2003 کے مطابق کی گئی اور جن افسران کے زیر نگرانی بھرتی ہوئی ان کے نام درج ذیل ہے:-

| نمبر شمار | نام مع عہدہ |
|---|---|
| I) | ڈاکٹر مظہر الدین سابقا ایم ایس / چیئر مین سلیکشن کمیٹی، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| II) | ڈاکٹر اعجاز احمد شیخ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ / چیئر مین سلیکشن کمیٹی، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| III) | جناب جی ایم پراچہ ممبر بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| IV) | جناب لطیف چودھری ممبر بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| V) | پروفیسر ڈاکٹر صفدر علی ملک ہیڈ آف ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| VI) | ڈاکٹر میاں عبدالرؤف سابقا ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| VII) | ڈاکٹر بشریٰ سہیل سابقا ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| VIII) | ڈاکٹر انجم جمال ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| IX) | ڈاکٹر فوزیہ دوست محمد سابقا ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| X) | راجہ نصیر احمد، ڈپٹی سیکرٹری جنرل، محکمہ صحت، لاہور |
| XI) | جناب اللہ مہر سیکشن آفیسر، محکمہ صحت، لاہور |
| XII) | جناب سعید اختر آڈٹ آفیسر، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| XIII) | ڈاکٹر عبدالقدیر زبیری ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| XIV) | ڈاکٹر عبدالغفار ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| XV) | مس رفعت ناز فارماسسٹ، سرگنگارام ہسپتال، لاہور |
| XVI) | ڈاکٹر محمد اسلم سینئر رجسٹرار سرجری سرگنگارام ہسپتال، لاہور |

(ہ) سرگنگارام ہسپتال لاہور میں ہر دفعہ بھرتی میرٹ پر اور قواعد وضوابط کے مطابق ہوئی۔

**جناب محمد نوید انجم:** جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے میرے سوال کا بڑا جامع جواب دیا ہے اور میں اس سے مطمئن ہوں۔

**جناب سپیکر:** چلیں، شکریہ۔ اگلا سوال بھی آپ ہی کا ہے۔

**جناب محمد نوید انجم:** سوال نمبر 2015۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کا جواب پڑھ دیں۔

**جناب سپیکر:** جی، ڈاکٹر صاحب! آپ اس کے جواب کو پڑھ دیں۔

## جناح ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی رقم کی تفصیلات

*2015: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 07-2006 اور 08-2007 کے دوران ایل۔پی کی مد میں کتنی رقم جناح ہسپتال لاہور کو فراہم کی گئی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز کن کن فرموں کمپنیز اور میڈیکل سٹور سے کی گئی؟

(د) ادویات کی لوکل پرچیز کن کن مقاصد کے لئے کی جاتی ہے اور اس کی منظوری کون سی اتھارٹی دے سکتی ہے؟

(ہ) ان سالوں کے دوران جو رقم ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی، اس کی تحقیقات (انسپیکشن) ہوئی تو کتنی رقم ہر سال خورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا؟

(و) خورد بُرد کے ذمہ دار کون کون سے ملازمین قرار پائے نیز ان کے خلاف کیا کیا ایکشن لیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میں اس جواب کو پڑھ دیتا ہوں۔

(الف) مالی سال 07-2006 میں جناح ہسپتال لاہور میں ادویات کی لوکل پرچیز کے لئے -/4,672,000 روپے مختص کئے گئے تھے جبکہ مالی سال 08-2007 میں اس مد میں مبلغ -/8,500,000 روپے مختص کئے گئے۔

(ب) مالی سال 07-2006 میں کل رقم -/1,830,742 روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔
مالی سال 08-2007 میں کل رقم -/6,256,987 روپے لوکل پرچیز پر خرچ ہوئی۔

(ج) ان سالوں کے دوران جناح ہسپتال میں ادویات کی لوکل پرچیز ہسپتال میں قائم فارمیسز، شیراز فارمیسی اور سی ایس ایچ فارمیسی سے کی گئی۔ ملٹی نیشنل پر 9 فیصد اور نیشنل ادویات پر 16.5 فیصد ڈسکاؤنٹ لیا گیا۔

(د) ادویات کی لوکل پرچیز ہسپتال میں آنے والے مریضوں کی روزانہ کی طبی ضرورت کے مطابق کی جاتی ہے اور تمام قواعد و ضوابط پورا کرنے کے بعد میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اس کی منظوری دیتے ہیں۔

(ہ) ان سالوں کے دوران ادویات کی لوکل پرچیز پر خرچ کی گئی رقم میں، اس کی تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم کے خُورد بُرد کا انکشاف نہ ہوا۔

(و) چونکہ اس مد میں تحقیقات (انسپکشن) کے دوران کسی قسم کی رقم خُورد بُرد کرنے کا انکشاف ہوا اور نہ ہی کسی ملازم کو خورد برد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے لہذا کسی کے بھی خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جا سکتا۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! میں جواب سے مطمئن ہوں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! میں اس پر ضمنی سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پوچھ لیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بات کی وضاحت کریں گے کہ مالی سال 07-2006 میں بقیہ رقم -/28,41,258 روپے اور سال 08-2007 کے دوران -/22,43,013 روپے کی رقم کہاں خرچ کی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! جو رقم خرچ نہیں ہوتی وہ ہسپتال کے پاس موجود رہتی ہے اور سال کے آخر میں محکمہ صحت کو واپس کر دی جاتی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب کے جز (و) میں لکھا گیا ہے کہ "کہیں خُورد بُرد ہوئی اور نہ کسی ملازم کو خُورد بُرد کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے" اگر حساب کیا جائے تو بہت سی رقم بچتی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ وہ رقم کہاں گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! خُورد بُرد اور رقم کے بچانے میں فرق ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ جو رقم بچتی ہے وہ مالی سال کے آخر میں حکومت پنجاب کو واپس کر دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! عام طور پر local purchase, emergency cases کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ کیا purchase officer یہ ادویات اپنی مرضی سے خرید لیتا ہے یا اس کے لئے کوئی criteria مقرر کیا گیا ہے؟ دوسرا کیا یہ ادویات منظور شدہ کمپنی سے منظور شدہ نرخوں پر خریدی جاتی ہیں؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! local purchase کے سلسلے میں ہر ہسپتال کو fund دیا جاتا ہے تاکہ ایسی ادویات جو کہ ہسپتال میں موجود نہ ہوں اور ایمر جنسی کی صورت میں ضروری سمجھی جائیں تو وہ local purchase کے ذریعے خرید لی جائیں۔اس کے لئے باقاعدہ ایک طریق کار طے کیا گیا ہے۔ٹیچنگ ہسپتالوں میں Board of Management بنائے گئے ہیں جنہوں نے local purchase کے لئے باقاعدہ ایک طریق کار طے کیا ہوا ہے۔اس طریق کار کے تحت جو فارمیسی qualify کرتی ہے اس سے discount لے کر ادویات خریدی جاتی ہیں اور اس کا بعد میں آڈٹ بھی ہوتا ہے۔

**جناب سپیکر:** اگلا سوال محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ کا ہے۔

**محترمہ نگہت ناصر شیخ:** جناب سپیکر! سوال نمبر 2130۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، ٹھیک ہے۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کے ٹھیکہ کی تفصیلات

*2130: **محترمہ نگہت ناصر شیخ:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ کس کمپنی کو دیا گیا؟

(ب) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ دینے کے لئے کن کن شرائط کو انتظامیہ نے لازمی قرار دیا؟

(ج) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل کے لئے کن کن مقامی اخبارات میں اشارات دیئے گئے؟

(د) متذکرہ ہسپتال نے جینیٹوریل سروسز کے جن مقامی اخبارات میں اشتہار دیا، ان پر کل کتنی لاگت آئی؟

(ہ) ہسپتال میں جینیٹوریل کے لئے دیئے گئے اشتہار میں ٹینڈر جمع کرانے اور ٹینڈر کھولنے کی کون کون سی تاریخیں دی گئی تھیں؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) جناح ہسپتال لاہور میں جینیٹوریل سروسز کا ٹھیکہ سٹینڈرڈ کلینک پرائیویٹ کمپنی کو دیا گیا ہے۔

(ب) مجاز کمیٹی، جس میں حکومت کا نمائندہ بھی ہوتا ہے۔ٹینڈر کے تکنیکی اور مالی امور پر سفارشات بورڈ آف مینجمنٹ کو بھجوائی جاتی ہیں۔ٹھیکہ دینے کے لئے TORs کی تمام شرائط لازمی ہیں۔ TORs کی کاپی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جینیٹوریل سروسز کے اشتہارات ڈائریکٹر جنرل، محکمہ اشتہارات کو بھجوائے گئے تھے جو کہ بالترتیب 24۔اگست 2008 کو روزنامہ "ایکسپریس" میں اور 25۔اگست 2008 کو روزنامہ "نوائے وقت" اور دی "نیوز" میں شائع ہوئے تھے۔

(د) متذکرہ ہسپتال میں جینیٹوریل سروسز کے لئے 24۔اگست 2008 کو روزنامہ "ایکسپریس" اور 25۔اگست 2008 کو روزنامہ "نوائے وقت اور دی نیوز" میں اشتہارات شائع ہوئے اور ان پر -/10572 روپے لاگت آئی۔

(ہ) دفتری اوقات میں ٹینڈر جمع کروانے کی آخری تاریخ 16۔ستمبر 2008 تھی اور 17۔ستمبر 2008 کو بوقت 11 بجے صبح ٹینڈر کھولنے کی تاریخ دی گئی تھی۔

**محترمہ نگہت ناصر شیخ:** جناب سپیکر! میں نے یہ سوال 2008 میں دیا تھا، اس کا جواب 2010 میں آیا اور یہاں ہاؤس میں اس کی باری 2011 میں آئی ہے اس طرح اس سوال کی اہمیت تو ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ سوال کے جواب میں مجھے جو تفصیل دی گئی ہے اسے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ذرا پڑھ کر سنا دیں، کوئی دو تین لائنیں ہی پڑھ دیں۔ مجھے جواب میں contract کی جو کاپی دی گئی ہے اسے آپ ملاحظہ فرمالیں، اس میں سے کچھ بھی نہیں پڑھا جا رہا۔ ایک بار پہلے بھی ایک سوال کے جواب میں جو تفصیل دی گئی تھی وہ پڑھی نہیں جا رہی تھی جس پر آپ نے محکمہ لوکل گورنمنٹ کو ہدایت کی تھی کہ اس کی صحیح کاپی فراہم کی جائے لیکن آج تک وہ کاپی مجھے نہیں مل سکی۔ آج پھر ایسی تحریر ہے کہ جو پڑھی نہیں جا رہی، اس پر شاید سیاہی کے dots لگے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے پڑھا نہیں جا رہا۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! میں محترمہ کو اپنی کاپی پیش کر دیتا ہوں تاکہ یہ پڑھ سکیں۔

(اس مرحلہ پر پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے معزز خاتون ممبر کو جواب کی صاف کاپی مہیا کی)

**محترمہ نگہت ناصر شیخ:** جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے کہوں گی کہ وہ اس جواب کا نمبر 4 یا کچھ بھی پڑھ دیں۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! میں پڑھ دیتا ہوں۔

**TERMS AND CONDITIONS FOR THE CONTRACT OF CLEANLINESS JANITORIAL SERVICES JINNAH HOSPITAL, LAHORE.**

1 The participating firm should have valid ISO Certificate.

2 Contract shall be for a period of one year from the date of award (extendable on provision of satisfactory performance).

3 Earnest money (Refundable) of the tender RS.1,000,000/ (Rupees. Ten Lac only) in favour of Medical Superintendent, Jinnah Hospital, Lahore shall be attached along with the bid….

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! headings تو معمولی حد تک پڑھی جا رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ بتا دیں کیا پڑھوں؟

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! یہ 4 کی شق (b) اور (c) پڑھ دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ پڑھ دیتا ہوں کہ ٹیسٹ ہو رہا ہے۔

b. The age limit will be from 18 years to 45 years.

c. The Authorized officer will declare sensitive Areas and the list of janitors required for that area will be provided to the contractor. These janitors will be non-transferable and will not be terminated without taking a written permission from the hospital authorities. They may only be changed on the request of Sister Incharge, Registrar and Deputy Medical Superintendent of the hospital.

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کا font تھوڑا بڑا کر دیں۔ اس میں اور کچھ بھی نہیں ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: نہیں۔ جناب! پہلے بھی محکمہ یہ کرتا رہا ہے اور دوسرے محکمے بھی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: آئندہ یہ احتیاط کریں گے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! آپ اس پر کوئی action لیں گے تو یہ مسئلہ حل ہو گا۔

جناب سپیکر: میں نے کہہ دیا ہے۔ یہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ کتنے سوال پوچھیں گی؟

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! آج relaxation دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! جو لوگ janitorial services فراہم کرتے ہیں یقیناً وہ غریب لوگ ہوتے ہیں۔ They are always prone to infection میرا سوال صرف یہ ہے کہ ان لوگوں کو خود infection سے prevention کے لئے جو لوگ services provide کرتے ہیں ان کے لئے اقدامات کئے جاتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! تمام ڈاکٹروں، نرسوں اور پیرا میڈیکل سٹاف جو ہسپتال میں کام کرتا ہے ان کا free medical coverage ہوتا ہے۔ ان کو پرائیویٹ کمرے اور ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔ اس میں وہ لوگ جو contract پر کام کرتے ہیں اور stipend لیتے ہیں جن میں P.G students اور House Officers کے بارے میں ہم نے ابھی تک کوئی رقم allocate نہیں کی لیکن پرسوں ہمارے ڈاکٹروں سے جو مذاکرات ہوئے ہیں اس میں یہ تجویز وزیراعلیٰ صاحب کو پیش کی جارہی ہے کہ وہ لوگ جو House Officers یا P.G students ہیں ان کو بھی medical cover دیا جائے اور ان کے parents کو بھی دیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا ہے کہ ان کو infection سے prevention کے لئے کیا اقدامات کئے جاتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہسپتال میں تمام سٹاف کی prevention کے لئے باقاعدہ SOPs موجود ہیں ان پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اور وہاں vaccination میسر ہے، جو لوگ چاہتے ہیں ان کو vaccine لگا دی جاتی ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! جب یہ سوال دیا گیا تھا اور جب ٹینڈر open ہوئے تھے تو ان میں کلینک پرائیویٹ کمپنی کے علاوہ کسی اور کمپنی نے ٹینڈر جیتا تو MS صاحب نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے وہ ٹینڈر منسوخ کر دیا اور پھر جب next time یہ کمپنی جیتی تو اس کو فنڈز دیا گیا۔ کیا اس وقت کے MS صاحب کا اس کمپنی میں کوئی share ہے؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! یہ الزام لگایا گیا ہے تو سیکرٹری ہیلتھ یہاں موجود ہیں۔ ہم ان سے یہ کہیں گے کہ اس کی انکوائری کریں اگر یہ الزامات صحیح ہیں تو ان کو سزا دی جائے گی اور اگر صحیح نہیں ہیں تو ایم پی اے صاحبہ اس پر معافی مانگیں گی۔

**جناب سپیکر:** جی، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کا ہے۔ جی چیمہ صاحب!

**چودھری عامر سلطان چیمہ:** جناب سپیکر! سوال نمبر 2359 ہے۔

## سر گنگا رام ہسپتال لاہور۔ اضافی تنخواہوں کی ادائیگی کی انکوائری رپورٹ

*2359: **چودھری عامر سلطان چیمہ:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میرے سوال نمبر 223 کا جواب محکمہ صحت کی فہرست سوالات میں مورخہ 08-11-26 میں شامل ہو کر ایوان میں پیش ہوا۔ جس میں محکمہ نے گنگا رام ہسپتال کے پانچ افراد کو تین ماہ کی اضافی تنخواہ دینے کا ذکر کیا ہے؟

(ب) کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہسپتال کے دیگر کثیر عملہ کی کارکردگی ناقص رہی، اگر ہاں تو جن افراد کی کارروائی معیار کے مطابق نہ رہی ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی، تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سوال کے جواب میں تسلیم کیا گیا ہے کہ تین بنیادی تنخواہیں دینے کے عمل کی قانونی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے انکوائری ہو رہی ہے، اگر ہاں تو انکوائری کے نتائج سے آگاہ کیا جائے؟

(د) پانچ ماہ گزر جانے کے باوجود مذکورہ انکوائری مکمل نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔

(ب) اضافی تنخواہ بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل کالج / سر گنگا رام ہسپتال لاہور کی منظوری کے تحت دی گئی ہے۔ (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) تاہم اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ ہسپتال کے باقی عملہ کی کارکردگی ناقص ہے۔

(ج) سوال نمبر223 کے جواب میں محکمہ نے انکوائری کرنے کا نہیں کہا تھا بلکہ محکمانہ چھان بین کرنے کا کہا تھا (جواب کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)، معاملہ کی چھان بین محکمہ ہذا کی تشکیل کردہ تین رکنی کمیٹی جو سینئر افسران پر مشتمل تھی۔ جس کی رپورٹ کے مطابق بورڈ آف مینجمنٹ، فاطمہ جناح میڈیکل / سرگنگارام ہسپتال لاہور کو شیڈول 5"شق نمبر25" بحوالہ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشنز رولز2003 کے تحت honorarium دینے کا مکمل اختیار ہے۔ رپورٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ honorarium دینے کی منظوری بورڈ آف مینجمنٹ کی 58th میٹنگ میں دی گئی ہے جس کے چیئرمین میاں محبوب احمد، سابقہ چیف جسٹس، لاہور ہائیکورٹ لاہور ہیں۔ منٹس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مذکورہ چھان بین مکمل ہو گئی ہے جس کی تفصیل جز (ج) پر درج ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی میں نے سوال کیا تھا تو اس وقت متعلقہ وزیر صاحب موجود تھے، انھوں نے کہا تھا کہ میں اس کی چھان بین کر کے انکوائری کی رپورٹ ہاؤس میں پیش کروں گا لیکن اس کی رپورٹ مجھے نہیں دی گئی۔ اس لئے میں نے دوبارہ اس سوال کو کیا ہے۔ اس میں یہ بتایا جائے کہ چھان بین کی رپورٹ یہاں لف تو ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کو honorarium دینے کے پورے اختیارات تھے۔ اس میں یہ بتایا جائے کہ محض انہی لوگوں کو honorarium دینے کی کیا وجوہات تھیں؟ ان کے قواعد کے مطابق اختیارات کیا ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ بورڈ کو شق 25 کے تحت administrative اختیارات ہیں تو وہ اختیارات تو یہ ہیں کہ honorarium کسی کو بھی دیا جا سکتا ہے لیکن ان خاص لوگوں کو کن وجوہات کی بنیاد پر دیا گیا ہے، باقی سٹاف کا کیا قصور ہے کہ ان کو honorarium نہیں دیا گیا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! پہلے بتایا گیا ہے کہ بورڈ آف مینجمنٹ کے چیئرمین ریٹائرڈ چیف جسٹس ہیں۔ ان لوگوں کو بورڈ نے اچھی کارکردگی پر honorarium دیا تھا اس کے علاوہ انکوائری کے لئے جو کہا گیا تھا تو اس میں سیکرٹری ہیلتھ، ایڈیشنل سیکرٹری اور دو ڈپٹی سیکرٹریز پر مشتمل ایک ٹیم نے انکوائری کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ بورڈ آف مینجمنٹ اور چیئرمین کی authority تھی اور شق نمبر25 پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشنز رولز2003 میں بورڈ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ملازم، ڈاکٹر اور نرس کو کوئی بھی honorarium اس کی کارکردگی کی بنیاد پر دے

سکتے ہیں۔اس میں انکوائری بھی کرائی گئی ہے۔اس نے بھی اس کو valid قرار دیا ہے۔انھوں نے جو چار آدمی بتائے ہیں ان کو اچھی کارکردگی کی بنیاد پر honorarium دیا گیا ہے اور اس کا تعین بھی بورڈ آف مینجمنٹ نے کیا ہے، بورڈ کی باقاعدہ میٹنگ ہوئی تھی جس کی سربراہی ایک سابقہ چیف جسٹس نے کی تھی۔اس کے بعد یہ فیصلہ ہوا تھا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!انھوں نے خود جز(ب)میں کہا ہے "تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہسپتال کے باقی عملہ کی کارکردگی ناقص ہے۔"اگر باقی عملہ کی کارکردگی بھی بہتر ہے تو انھیں کیوں honorarium نہیں دیا جا رہا؟ اور اتنے لامحالہ اختیارات بورڈ آف مینجمنٹ کو دے دیئے گئے ہیں ان اختیارات کے مطابق تو یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ یہ خود کہہ رہے ہیں کہ باقی عملہ کی کارکردگی بھی بہتر ہے تو یہ انہی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے باقی لوگوں کو بھی honorarium دے دیں۔

جناب سپیکر: بہتر اور بہترین میں تھوڑا سا فرق ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر!کیا فرق ہے؟یہاں کسی جواب میں بہتر اور نہ ہی بہترین کا کوئی لفظ لکھا گیا ہے۔مجھے پتا ہے کہ ان کو honorarium کیوں دیا گیا ہے کیونکہ وہاں کا عملہ concerned ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ پرائیویٹ کلینکس پر بھی کام کرتا ہے۔ان کو honorarium صرف اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ یہ ان کے ساتھ پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں اور ان کے آگے پیچھے ہوتے ہیں،اسی وجہ سے ان کو special honorarium دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، serious allegation لگایا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!یہ honorarium کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی سفارش پر دیا جاتا ہے اور نہ ہی ایم ایس کی سفارش پر دیا جاتا ہے۔میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ان میں سے دو لوگ تو ایسے ہیں جو practice کرتے ہی نہیں،ان میں ایک ایڈیشنل ایم ایس ہے اور ایک ڈی ایم ایس ہے۔اس میں ان کی information غلط ہے کہ وہ کلینکس پر کام کرتے ہیں اس کے علاوہ Medical and Dental Health Institutions Rules 2003 گزشتہ حکومت پاس کر گئی تھی اور اسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے یہ honorarium دیا گیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر چیز جو گزشتہ حکومت نے پاس کی ہے اگر ان کو وہ پسند نہیں ہے تو اس میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے، اس میں ان کو لا محالہ اختیارات دے دیئے گئے ہیں، اس میں یہ کہتے ہیں کہ وہ کلینکس پر کام نہیں کرتے۔ ان کے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ کام نہیں کرتے؟ اگر میں وہ ثبوت ہاؤس میں لا کر دکھا دوں کہ پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں۔ میں تصاویر آپ کے سامنے پیش کر دوں تو کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہسپتالوں کو autonomy دی گئی ہے اور 1998 سے لے کر 2009 تک تین دفعہ ان کے رولز اور نام change ہوئے ہیں۔ اس وقت ہسپتال autonomous ہیں، ان کو یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی شخص کو honorarium دیں۔ اس کے علاوہ معزز ایم پی اے صاحب نے جو بات کی ہے تو اس پر ہم انکوائری کروائیں گے، یہ ہمیں ثبوت دے دیں اگر یہ بات ثابت ہو گئی تو ذمہ داران کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ ایم پی اے صاحب کو اس ذمہ داری میں نہ ڈالیں اور خود اپنے طور پر اس کی تحقیق کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں یہ ہمیں کوئی درخواست دے دیں تاکہ ہم اس پر انکوائری کر سکیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میں کیوں درخواست دوں؟

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ایک انکوائری ہو گئی ہے اور دوسری ہم کروا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، مزید انکوائری کروائیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! پہلی انکوائری صرف honorarium کے حوالے سے ہوئی ہے، ان کے پرائیویٹ کلینکس پر کام کرنے کے حوالے سے نہیں ہوئی۔ انکوائری نہیں ہوئی بلکہ یہی کہا گیا ہے کہ چونکہ clause 25 کے تحت اُن کو honoraria دینے کا مکمل اختیار ہے لہذا ہم اس پر مزید probe نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: آپ کی نشاندہی پر انہوں نے بتادیا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اب اُن کو honoraria دے دیا گیا ہے لیکن پرائیویٹ کلینک میں کام کرنے کے حوالے سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ذاتی طور پر خود ہی انکوائری کرلیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! آپ اس کی انکوائری کریں۔ اگلا سوال جناب محمد شفیق خان صاحب کا ہے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2624 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں منظور شدہ اسامیاں و دیگر تفصیلات

*2624: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار بتائیں؟

(ب) کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کتنی پُر ہیں، خالی اسامیوں کی تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار بتائیں، خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

(ج) گائنی کی کتنی اسامیاں ہیں، کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں اور خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹروں کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 30 ہے جبکہ پیرا میڈیکل سٹاف بشمول نرسوں کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 100 ہے جن کی تفصیل گریڈ وار اور اسامی وار (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) کل منظور شدہ اسامیوں میں سے 97 اسامیاں پُر ہیں جبکہ 33 اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ چونکہ ڈاکٹروں کی کنٹریکٹ پر تعیناتی کا سلسلہ فی الحال بند کر دیا گیا ہے اسی لئے ان کی مزید بھرتی اب بذریعہ PPSC ریگولر بنیادوں پر کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں لیڈی ڈاکٹروں کی ریگولر بھرتی کے لئے پبلک

سروس کمیشن میں انٹرویو شروع ہو رہے ہیں اور میل ڈاکٹروں کے لئے اخباروں میں اشتہار آ چکا ہے۔ سپیشلسٹ کی کمی کو جلد دُور کرنے کے لئے ان کو ایڈہاک بنیادوں پر بھرتی کے لئے اشتہار دے دیا گیا ہے۔مزید یہ کہ گریڈ 5 سے 16 تک بھرتی پر پابندی ہے جونہی یہ پابندی ختم ہو گی یہ اسامیاں بھی پُر کر دی جائیں گی۔

(ج) گائنا کالوجسٹ کی دو اسامیاں ہیں اور ایک گائنا کالوجسٹ کام کر رہی ہے۔ دوسری اسامی 09-02-03 سے خالی ہے جس کو ایڈہاک پر پُر کرنے کے لئے اشتہار دے دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ THQ ہسپتالوں میں ایم ایس کی تعیناتی کے لئے کیا criteria ہے؟ اس کے علاوہ انہوں نے THQ ٹیکسلا کی جو vacancy position دی ہے اس میں میڈیکل سپرنٹنڈنٹ گریڈ 19 کا ہے جبکہ تحصیل ٹیکسلا میں ایم ایس صاحب گریڈ 17 کے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ راولپنڈی میں کتنے THQs ہیں جہاں ایم ایس گریڈ 17 کے ہیں اور انہیں وہاں کیوں تعینات کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! یہ تو fresh question بنتا ہے کیونکہ ان کے دیئے گئے سوال میں یہ شامل نہیں ہے۔ ان کا سوال یہ تھا کہ THQ ہسپتال ٹیکسلا میں ڈاکٹر کتنے ہیں جس کا ہم نے جواب دیا ہے کہ کل 30 ڈاکٹر ہیں جن میں سے 28 ڈاکٹر، ایک حکیم اور ایک ہومیو ڈاکٹر ہے۔ اس کے علاوہ paramedical staff کا بتایا ہے کہ 100 اسامیاں ہیں۔ اگر یہ سوال کرنا چاہ رہے ہیں تو جمع کرا دیں ہم اُس کا جواب دے دیں گے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! یہ تو کوئی information نہیں ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ وہاں پر ایم ایس گریڈ 17 کے تعینات ہیں لیکن اُن کے ماتحت گریڈ 19 کے تین ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جن کے میں یہاں پر نام بھی بتا سکتا ہوں۔ میں اِن سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر گریڈ 17 کے ایم ایس کی تعیناتی کیوں ہوئی ہے حالانکہ گریڈ 19 کی post ہے اس حوالے سے یہ بتا دیں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہم اس کی انکوائری کرا لیتے ہیں کہ وہاں پر گریڈ 17 کا آدمی کیسے لگا ہے؟ جیسے ہمارے Teaching Hospitals ہیں وہاں پر ایم ایس گریڈ

19یا20 کا ہوتا ہے لیکن وہاں پر کام کرنے والے پرنسپل اور پروفیسر گریڈ20 کے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہسپتال اور میڈیکل کالج کا رشتہ attachment کا ہے۔ ایم ایس گریڈ19 کے بھی لگے ہوئے ہیں اور پرنسپل گریڈ20 اور21 کے بھی ہیں۔ ہمارے پنجاب میں تقریباً تمام پروفیسر گریڈ20 کے ہیں۔ ہمیں کئی دفعہ یہ مشکلات ہوتی ہیں کہ administrative cadre میں سینئر لوگ نہیں ملتے اور teaching cadre میں لوگ سینئر ہوتے ہیں اس لئے انہیں گریڈ مل جاتا ہے۔

**جناب محمد شفیق خان:** جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ اس کی انکوائری کرائیں گے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کب تک انکوائری کرا لیں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ ان کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں وہ گریڈ18 اور19 کے ہیں۔ وہاں پر تین ڈاکٹر گریڈ19 کے موجود ہیں ایک کا نام ڈاکٹر عباد دوسرے کا نام ڈاکٹر شاہد رضا اور تیسرے کا نام معلوم نہیں ہے۔ مجھے یہ time frame بتا دیں کہ یہ کب تک انکوائری کرائیں گے، اگر ان کی انکوائری میں کوئی بات ثابت ہوئی تو اُس پر یہ کیا action لیں گے؟ میرے خیال میں تو یہ کوئی action نہیں لے سکتے۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ):** جناب سپیکر! انہوں نے خود ہی بتا دیا ہے کہ ہم action نہیں لیں گے۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ تمام DHQ, THQ اور Teaching Hospitals میں teaching cadre کے Consultant and Specialist ایک علیحدہ cadre ہے اور وہ گریڈ 18,19 اور 20 میں لگتے ہیں لیکن administrative cadre کے گریڈ مختلف ہیں۔ کئی ہسپتالوں میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایم ایس گریڈ18 کا ہے تو اُسی ہسپتال میں اُس کے نیچے Specialist گریڈ20 میں کام کر رہا ہے اس لئے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کیونکہ یہ cadre کا معاملہ ہے۔ انتظامی امور کے لئے کوئی بھی شخص اگر basic requirement پوری کر لے تو ایم ایس لگ سکتا ہے اس لئے میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ یہ صرف تحصیل ٹیکسلا میں نہیں ہے بلکہ 36 اضلاع اور 17 میڈیکل کالجوں میں یہ practice چل رہی ہے۔

**جناب محمد شفیق خان:** جناب سپیکر! میں نے اس کے علاوہ بھی ایک سوال کیا تھا کہ راولپنڈی ڈویژن میں کتنے ایسے THQs ہیں جہاں پر ایم ایس گریڈ17 کے لگے ہوئے ہیں؟

**جناب سپیکر:** انہوں نے گنتی کر کے بتایا تو ہے۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہیٰ):** جناب سپیکر! یہ نیا سوال بنتا ہے۔

**محترمہ انجم صفدر:** جناب سپیکر! ضمنی سوال کرنا ہے۔

**MR SPEAKER:** No supplementary question from this side.

**محترمہ سیمل کامران:** جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

**جناب سپیکر:** نہیں، اب اس پر ضمنی سوال نہیں ہو گا۔

**جناب محمد شفیق خان:** جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے بتایا ہی نہیں کہ راولپنڈی ڈویژن میں کتنے THQs ہیں جہاں پر ایم ایس گریڈ 17 کے لگے ہوئے ہیں؟

**جناب سپیکر:** وہ فرما رہے ہیں کہ اس پر آپ fresh question دیں تو پھر بتائیں گے۔

**جناب محمد شفیق خان:** جناب سپیکر! وہ انکوائری کا ٹائم بھی بتا دیں کہ کب تک کر لیں گے؟

**جناب سپیکر:** جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب! انکوائری کا ٹائم بتائیں کہ کتنے دن میں انکوائری ہو گی اور کب تک مکمل رپورٹ بنا کر بتائیں گے؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! آپ کے حکم کی تعمیل میں انشاء اللہ ایک ہفتے میں انکوائری ہو جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

**جناب محمد محسن خان لغاری:** جناب سپیکر! ایک ہفتے بعد تو اجلاس ہی ختم ہو جائے گا لیکن انکوائری کرنا تو صرف ایک گھنٹے کی بات ہے۔

**جناب سپیکر:** ایک گھنٹے میں انکوائریاں نہیں ہوتیں۔

**جناب محمد محسن خان لغاری:** جناب سپیکر! آج کل communication میں بڑی ترقی ہو گئی ہے اور یہ ابھی لابی سے باہر جا کر پوچھ سکتے ہیں۔

**جناب سپیکر:** پارلیمانی سیکرٹری صاحب! 25۔جنوری سے پہلے پہلے انکوائری کر کے رپورٹ ہاؤس کو دی جائے۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! بالکل تعمیل ہو گی۔

**جناب سپیکر:** شکریہ۔ شفیق خان صاحب! اگلا سوال بھی آپ کا ہے۔

**جناب محمد شفیق خان:** میرا سوال نمبر 2626 ہے اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## پی پی-7 کے RHCs اور BHUs کی تفصیلات

*2626: جناب محمد شفیق خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) پی پی-7 راولپنڈی میں کتنے RHCs اور BHUs ہیں؟

(ب) کون کون سے BHUs اور RHCs میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی اسامیاں خالی ہیں، خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

(ج) ان میں سے کون کون سے BHUs اور RHCs میں ایکسرے مشینیں ہیں اور ان میں سے کتنی چالو اور کتنی خراب ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) پی پی-7 راولپنڈی میں کوئی RHC نہ ہے جبکہ مندرجہ ذیل آٹھ BHUs ہیں:-

I) بی ایچ یو بنجیال (Binjial)،

II) کولیاں حمید (Kolian Hameed)،

III) کڑھائی میال (Karhai Mial)،

IV) چکری (Chakri)،

V) ہرنیاں والا (Harnianwala)،

VI) عثمان کھٹار (Usman Khattar)،

VII) سالارگاہ (Salargah)،

VIII) چاہان (Chahan)

(ب) تمام BHUs میں ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جبکہ پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ بھرتی پر گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے پابندی ہے۔ جیسے ہی پابندی ختم ہو گی خالی اسامیوں کو پُر کیا جائے گا۔

(ج) کسی بھی BHU میں ایکسرے مشین حکومت پنجاب کی طرف سے منظور نہ ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ حلقہ پی پی-7 کے BHUs میں ماں اور بچے کی صحت کا جو پروگرام ہے اُس کے تحت کتنے فنڈز دیئے گئے ہیں؟ دوسرا میرا سوال یہ ہے کہ حکومت کی کیا پالیسی ہے کہ ہر یونین کونسل میں ایک BHU ہوتا ہے یا ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!سوال کا پہلے حصے کے حوالے سے fresh question بنتا ہے۔ جہاں تک یونین کونسل میں BHU کی بات کی ہے تو اس حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب کی پہلی ترجیح صحت اور اُس کے بعد تعلیم ہے۔ میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ recently ہم نے چھ موبائل ہیلتھ یونٹ منگوائے ہیں جو پسماندہ ترین سیلاب زدہ اضلاع میں کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح پچاس موبائل ہیلتھ یونٹ اسی سال آ رہے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کا یہ vision ہے کہ ہم نے ہر تحصیل کی سطح پر ایک موبائل ہسپتال دینا ہے۔ نئے موبائل ہسپتال جدید طرز پر چلتے پھرتے مکمل ہسپتال ہیں جن میں ایکسرے مشین، الٹراء ساؤنڈ مشین اور بہترین لیبارٹری موجود ہے۔ وہ لیبارٹری ایسی ہے جو پانچ سے پچیس منٹ تک تقریباً 90 فیصد results دے دیتی ہے۔ ان موبائل ہسپتالوں کا افتتاح ہم نے کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پچاس کے بعد یہ تعداد ڈیڑھ سو تک ہو جائے گی اور وہ دن دُور نہیں جب ہر تحصیل پر ایک موبائل ہسپتال available ہو گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر!میں نے سوال اور کیا تھا۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ ماں اور بچے کی صحت کے پروگرام کے تحت کتنے فنڈز دیئے گئے ہیں اور وہ فنڈز کس کس چیز پر خرچ ہوئے ہیں؟ میں ایک اور سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ بجٹ پیش کئے ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن آج تک کسی بھی BHU میں ادویات نہیں خریدی گئیں۔ مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتادیں کہ یہ ادویات BHUs کو کب تک خرید کر فراہم کر دیں گے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب!ماں اور بچے کی صحت کے لئے کتنے پیسے آپ نے خرچ کئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!یہ بھی fresh question بنتا ہے کیونکہ اس کے لئے ہمیں information لینا پڑے گی۔ ان چیزوں کا ذکر سوال میں نہیں ہے لیکن فاضل ممبر اب بتا رہے ہیں لہٰذا ہم اس کا جواب لے کر بتادیں گے۔

جناب سپیکر: باقی باتوں کا بھی جواب دے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!ان کے دونوں سوال نئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا ہے کہ ماں اور بچے کی صحت پر کتنے فنڈز چاہئیں اور دوسرا ادویات کے بارے میں پوچھا ہے جو دونوں نئے سوال بنتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ یہ تو بتائیں کہ BHUs میں ادویات بھیج رہے ہیں یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہمارے پاس تقریباً 125 قسم کی ادویات ہیں جو ہم تمام ہسپتالوں اور BHUs میں بھیجتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے صحت کا بجٹ 11۔ارب سے 45۔ارب روپے کیا ہے اور ادویات کے لئے 6 بلین روپے مختص کئے گئے تھے۔ ہم ensure کر رہے ہیں کہ Teaching Hospitals سے لے کر BHUs تک ادویات کی فراہمی بلا تعطل جاری رہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: نہیں، ابھی جنہوں نے سوال پر محنت کی ہے اُن کو تو پوچھ لینے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: چلیں، ان کے بعد میرا نمبر آ جائے گا؟

جناب سپیکر: جی، دیکھ لیتے ہیں۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرے حلقہ پی پی۔7 کے کسی بھی BHU میں ابھی تک ادویات دی گئی ہیں اور نہ ہی اُن کے لئے خریدی گئی ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں کہ یہ کب تک خرید کر دیں گے یا ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر خود ہی خریدیں گے؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے حلقہ پی پی۔7 کے کسی بھی BHU میں آج تک کوئی دوائی نہیں بھیجی گئی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! ہم اس کی بھی انکوائری کرا لیتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو کارروائی کی جائے گی لہذا یہ مجھے BHU کا نام بتا دیں تاکہ ہم آج ہی انکوائری کر لیں۔

جناب سپیکر: جی، گوندل صاحب!

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! یہ ہماری side کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ رہنے دیں کیونکہ وہ بڑی دیر سے کھڑے ہوئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بہت شکریہ۔ ہم بھی تقریباً اپوزیشن میں ہی ہیں لہذا آپ بیٹھ جائیں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! آپ اُن سے بات نہ کریں۔ مجھ سے مخاطب ہو کر بات کریں۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! وہ کہتے ہیں کہ ہم اپوزیشن والوں کا حق ہے لیکن میں نے کہا کہ ہم بھی تقریباً اپوزیشن میں ہی ہیں لہذا ہمیں بھی موقع دیا کریں۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس بات پر خوش ہوتے ہیں جو آپ کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! اس پر بات چیمبر میں کریں گے۔

جناب سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میری ایک observation بھی ہے کہ B.H.U ایک obsolete idea ہو چکا ہے۔ منڈی بہاؤالدین کے کسی بھی B.H.U میں proper ادویات کی supply ہو رہی ہے اور نہ وہاں پر کوئی ڈاکٹر جانے کے لئے کوئی ڈاکٹر تیار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس پر سنجیدگی سے سوچ کر عمل کرنے پر تیار ہیں کہ B.H.U کو ختم کیا جائے اور چند ایک یونین کونسلوں میں R.H.Cs بنائے جائیں، یہاں پر ضائع ہونے والے پیسوں کو کسی سکول یا دستکاری سکول میں convert کیا جائے تاکہ حکومت کا ضائع ہونے والا پیسا بچ جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال نہیں بنتا بلکہ یہ ایک تجویز ہے اور آپ pre budget بحث کے دوران اپنی بات کریں، اب آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ سیمل کامران: شکریہ۔ جناب سپیکر! جز(ب) میں جواب دیا ہے کہ "پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی بھرتی پر چونکہ حکومت پنجاب نے پابندی لگائی ہوئی ہے اس لئے انہیں fill نہیں کیا گیا" جبکہ جز(ج) میں فرماتے ہیں کہ "کسی بھی B.H.U میں ایکسرے مشین حکومت پنجاب کی طرف سے منظور نہ ہے"۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ جس طرح پیرا میڈیکل سٹاف کی بھرتی پر حکومت پنجاب نے ban لگایا ہوا ہے تو کیا بیمار ہونے پر بھی ban لگایا ہوا ہے؟ B.H.U میں ایکسرے مشین نہیں ہے تو یہاں رہنے والے لوگ جب بیمار ہوتے ہیں تو انہیں اپنی بیماری diagnose کرانے کے لئے بڑا ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر: R.H.Cs میں یہ سہولت موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):جناب سپیکر!امریکہ ہو یا کینیڈا دنیا میں کسی بھی B.H.Us میں ایکسرے مشین نہیں ہوتی۔ جیسے میں نے پہلے گزارش کی تھی کہ موبائل ہسپتالوں میں یہ تمام سہولتیں موجود ہیں اور B.H.Us سے ہم مریض کو transfer کرتے ہیں۔ان ہسپتالوں میں male اور female ڈاکٹروں کے علاوہ delivery کا انتظام بھی موجود ہے۔وہاں ڈاکٹروں اور نرسوں کو ہم special packages دے رہے ہیں تاکہ وہ ان علاقوں میں پہنچیں جہاں پر B.H.Us کام نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر:اگلا سوال محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

محترمہ سیمل کامران:On her behalf سوال کا نمبر 2675 ہے۔(معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا۔)

جناب سپیکر:جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## ٹی ایچ کیو بھلوال کی ایمبولینسز و دیگر مشینری کی تفصیلات

*2675: محترمہ زوبیہ رباب ملک:کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ٹی ایچ کیو بھلوال میں کتنی ایمبولینسز اور ایکسرے مشینیں ہیں؟

(ب) ان کی دیکھ بھال پر مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) ان میں کتنی ایمبولینسز اور ایکسرے مشینیں کب سے خراب ہیں؟

(د) ان کی مرمت کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ہ) اس ہسپتال کو ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت مالی سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی گرانٹ کس کس مقصد کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) ٹی ایچ کیو ہسپتال بھلوال میں 2 عدد ایمبولینسز اور 2 عدد ایکسرے مشینیں کام کر رہی ہیں۔

(ب) ان کی دیکھ بھال پر 08-2007 میں -/140000 روپے خرچ ہوئے تھے اور 09-2008 کے لئے -/150000 روپے فراہم کئے گئے ہیں جو ابھی خرچ نہیں ہوئے ہیں۔

(ج) کوئی بھی ایمبولینس اور ایکسرے مشین خراب نہیں ہے۔

(د) جب بھی کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب ہوگی تو اقدامات کئے جائیں گے۔

(ہ) اس ہسپتال کو سال 2007-08 میں ہیلتھ سیکٹر ریفارمز کے تحت -/1788000 روپے اور 2008-09 میں -/1486000 روپے میڈیکل سٹاف کو بطور الاؤنس فراہم کئے گئے تھے۔

**محترمہ سیمل کامران:** جناب سپیکر! جواب میں فرمایا ہے کہ "T.H.Q بھلوال میں ایمبولینسز اور ایکسرے مشین خراب نہ ہیں۔" on the other hand یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس "دو عدد ایمبولینسز اور دو عدد ہی ایکسرے مشینیں کام کر رہی ہیں"۔ بھلوال ایک بہت پرانی اور بڑی تحصیل ہے۔ معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں گے کہ کیا دو ایمبولینسز اور دو ایکسرے مشینیں وہاں کی آبادی کو cater کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ اگر ایک خراب ہو جائے تو اس صورت میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا جاتا ہے؟

**جناب سپیکر:** جی، پارلیمانی سیکرٹری صاحب!

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! وہاں پر دو ایمبولینسز موجود ہیں اور اگر ان میں سے ایک خراب ہو تو دوسری کام کرتی ہے۔ اگر مزید کوئی مشکل ہو تو دیگر ہسپتالوں یعنی T.H.Q یا D.H.Q سے ایمبولینس منگوا کر مریض کو shift کر دیا جاتا ہے جبکہ صوبہ کے 19 اضلاع میں 1122 کی سروس بھی دستیاب ہے اس لئے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

**محترمہ سیمل کامران:** جناب سپیکر! جز (ہ) میں ہے کہ "ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت 2007-08 میں ملنے والی رقم میڈیکل سٹاف کو بطور الاؤنس دے دی"۔ میرے خیال میں اسے لوگوں کے لئے مزید آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے ادویات اور latest equipment کی فراہمی پر خرچ کرنا چاہئے تھا تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام میڈیکل سٹاف کے الاؤنس کے لئے فنڈز رکھا گیا تھا؟

**جناب سپیکر:** جی، ڈاکٹر صاحب!

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! Donors رقم دیتے وقت بتاتے ہیں کہ یہ کہاں پر خرچ ہو گی۔ ہم اس رقم کو اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتے۔ تنخواہوں اور خریدنے والی ادویات کا بجٹ منظور ہوتا ہے جسے باقاعدہ ان کے مینجرز monitor کرتے ہیں۔

**محترمہ خدیجہ عمر:** جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

**جناب سپیکر:** جی، فرمائیں!

**محترمہ خدیجہ عمر:** شکریہ۔ جناب سپیکر! جز(ج) میں کہا گیا ہے کہ "کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب نہیں ہے۔" جبکہ جز(د) میں ہے کہ "جب بھی کوئی ایمبولینس یا ایکسرے مشین خراب ہو گی تو اقدامات کئے جائیں گے"۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا یہ خراب ہونے والی مشینری کو ٹھیک کروانے کے لئے لاہور میں کروڑوں روپے کی لاگت سے بننے والی equipment repair workshop سے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

**جناب سپیکر:** جی، ڈاکٹر صاحب!

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! پہلی بات یہ کہ ایمبولینس میڈیکل ورکشاپ میں مرمت نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک عام ورکشاپ سے ہی مرمت ہو گی جبکہ ایکسرے مشینیں تقریباً اکثر اضلاع خود خریدتے ہیں اور خریدتے وقت کمپنی کے ساتھ ان کا agreement ہوتا ہے جس میں repair and warranty بھی شامل ہوتی ہے مثلاً Siemens کمپنی کی مشین کی مرمت ان کی اپنی کمپنی ہی کرتی ہے اس لئے خود مختار ہسپتالوں یا D.H.Q میں جہاں جہاں contract ہوا ہے وہ لوگ خود ذمہ دار ہیں۔

**جناب سپیکر:** اگلا سوال بھی محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ کا ہے۔

**محترمہ آمنہ الفت:** On her behalf سوال کا نمبر 2678 ہے۔ (معزز ممبر نے محترمہ زوبیہ رباب ملک کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا) جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## تحصیل بھلوال میں بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کا قیام

*2678: **محترمہ زوبیہ رباب ملک:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال (سرگودھا) میں کتنے آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز کس کس یونین کونسل میں قائم ہیں؟

(ب) جن یونین کونسلز میں یہ سنٹرز نہیں ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

(ج) کیا حکومت ان یونین کونسلز میں بی ایچ یوز یا آر ایچ سیز قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) تحصیل بھلوال میں ایک THQ، تین RHCs اور 19 BHUs ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:-

**تفصیل آر ایچ سیز**

| نمبر شمار | نام آر ایچ سی | نام یونین کونسل |
|---|---|---|
| 1 | میانی | U/C No.4 |
| 2 | بھیرہ | U/C 8 & 9 |
| 3 | پھلروان | U/C No. 28 |

**تفصیل بی ایچ یوز**

| نمبر شمار | نام بی ایچ یو | نام یونین کونسل | نمبر شمار | نام بی ایچ یو | نام یونین کونسل |
|---|---|---|---|---|---|
| 1 | چک سیدا | U/C N0.2 | 2 | کلیان پور | U/C No.3 |
| 3 | حضور پور | U/C No. 6 | 4 | ہاتھی ونڈ | U/C No.10 |
| 5 | علی پور سیداں | U/C No.11 | 6 | نبی شاہ خورد | U/C No. 12 |
| 7 | چک مبارک | U/C No. 13 | 8 | رتوکالا | U/C No. 15 |
| 9 | رکھ چراگاہ | U/C No. 16 | 10 | چک نمبر ML-10 | U/C No. 17 |
| 11 | پرانا بھلوال | U/C No. 18 | 12 | چک نمبر 18/NB | U/C No. 19 |
| 13 | چک نمبر 10/NB | U/C No. 20 | 14 | چبہ پرانا | U/C No. 21 |
| 15 | چک نمبر 8/ML | U/C No. 21 | 16 | دھوری | U/C No. 27 |
| 17 | سالم | U/C No. 29 | 18 | دیوال | U/C No. 30 |
| 19 | چک نمبر 2/NB | U/C No. 22 | | | |

(ب) جن یونین کونسلز میں بی ایچ یوز موجود نہ ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(1) مڈھ پرگنا، یوسی نمبر 1

(2) کوٹ احمد خان، یوسی نمبر 5

(3) فتح گڑھ، یوسی نمبر 7

جبکہ سردار پور نون، یوسی نمبر 14 میں بی ایچ یو کی عمارت زیر تعمیر ہے جو کہ اس سال مکمل ہو جائے گی۔

(ج) فتح گڑھ یوسی نمبر 7 میں بھوجی کوٹ میں بی ایچ یو بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے جس پر تخمینہ لاگت -/9.990 ملین روپے سال 09-2008 میں بلڈنگ تعمیر کرنے کے لئے (MPA) گرانٹ منظور ہو چکی ہے۔

مٹھ پر گنایونین کونسل نمبر1، کوٹ احمد خان، یونین کونسل نمبر5 میں بی ایچ یوز بنانے کے لئے اگلے مالی سال کے ترقیاتی پروگرام 10-2009 میں شامل کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔
کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

**محترمہ آمنہ الفت:** جناب سپیکر! جواب میں T.H.Q, R.H.Cs and B.H.Us کی تفصیل ہے لیکن اس تفصیل میں چک نمبر6 کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہاں پر کسی قسم کا B.H.U نہیں ہے۔ مذکورہ چک کے علاقے میں میرا سسرال ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہاں پر حویلی سیالاں اور دیگر آبادیاں وقت کے ساتھ ساتھ کافی گنجان آباد ہو چکی ہیں تو کیا وہاں پر مزید B.H.Us اور Health Centres قائم کرنے کا کوئی ارادہ یا planning میں شامل ہے؟

**جناب سپیکر:** چک نمبر6 یونین کونسل ہے؟

**محترمہ آمنہ الفت:** جی، نہیں۔ یونین کونسل تو نہیں ہے۔

**جناب سپیکر:** محترمہ! B.H.Us یونین کونسل کی سطح پر ہوتے ہیں۔

**محترمہ آمنہ الفت:** جناب سپیکر! اس چک کے علاقے میں آبادی کافی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اس آبادی کے حوالے سے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت کم ہے اور further تو کیا یہ ارادہ رکھتے ہیں یا ان کے plan میں شامل ہے کہ گنجان آباد علاقوں میں مزید ہیلتھ سنٹرز قائم کئے جائیں کیونکہ وہاں پر راستے بہت لمبے لمبے ہیں جبکہ خواتین اور بچوں کی صحت کے حوالے سے وہ علاقہ اتنا زیادہ backward ہے کہ ایک سے دوسری جگہ پہنچنے کے لئے کافی وقت لگ جاتا ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ زچگی کے دوران خواتین کی شرح اموات بھی اسی وجہ سے زیادہ ہے۔ کیا آبادی کے حساب سے یہاں پر صحت کے سنٹرز میں اضافہ کا کوئی ارادہ ہے؟

**جناب سپیکر:** جی، ڈاکٹر صاحب!

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! اتنی لمبی بات کی ہے تو مجھے کوئی سمجھ نہیں آئی اگر دوبارہ بتادیں تو میں ان کی بات کا جواب دے سکتا ہوں۔

**جناب سپیکر:** یہ ضمنی سوال ہے اور وہ چک نمبر6 کی بات کر رہی ہیں۔

**محترمہ آمنہ الفت:** جناب سپیکر! میں نے ایک سیدھی سی بات پوچھی ہے کہ آبادی کے حساب سے وہاں پر مزید Health Centres بڑھانے کا کوئی ارادہ ہے، اس میں کون سی ایسی بات اور کون سی ایسی

کیمسٹری پوشیدہ ہے۔ مجھے ان کے پروگرام بہت پوشیدہ لگتے ہیں تو کیا انہوں نے اس حوالے سے کبھی بیٹھ کر سوچا ہے یا اس پر کوئی working کرنی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! میری سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا لیکن یہی بات سمجھ آئی ہے کہ وہ اپنے سسرال کے گاؤں میں B.H.U بنوانا چاہتی ہیں۔ ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یونین کونسل کی سطح سے نیچے کہیں پر بھی B.H.U نہیں بنتا۔ دوسری بات کہ حکومت اسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے اگلے دو سالوں میں تحصیل کی سطح پر 150 چلتے پھرتے "موبائل" ہسپتال منگوانے کا باقاعدہ ایک پروگرام رکھتی ہے اس کے لئے اخبارات میں اشتہار دیں گے، مساجد میں اعلانات کروائیں گے اور گلی محلوں میں بینرز اور پوسٹرز لگوائیں گے اور ان کے علاقے میں بھی چلتا پھرتا ہسپتال پہنچ جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ "یونین کونسل نمبر 14 میں B.H.U کی عمارت زیر تعمیر ہے جو کہ ایک سال میں مکمل ہو جائے گی" لیکن یہ عمارت کب سے زیر تعمیر ہے؟

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! مختلف ہسپتال یا اداروں کے phases ہوتے ہیں، budgeting ہوتی ہے---

محترمہ آمنہ اُلفت: یہ صرف یہ بتادیں کہ وہ کب سے زیر تعمیر ہے؟ میں یہ سمجھ لوں گی کہ ان کے پاس ساری information موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): اس میں گزارش یہ ہے کہ جو موجودہ سال 2011 ہے انشاء اللہ اسی میں اس کی تکمیل ہو گی۔

محترمہ آمنہ اُلفت: مجھے یہ بھی پتا ہے کہ انہوں نے لکھ دیا ہے کہ ایک سال میں بن جائے گی لیکن ان کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ وہ کب سے بن رہی ہے اور کب تک بنے گی؟ انہیں یہ نہیں پتا کہ کب سے زیر تعمیر ہے تو انہیں وہاں کا خاک پتا ہے؟

جناب سپیکر: اس بات کو چھوڑیں، ڈاکٹر صاحب! یہ بتائیں کہ یہ کب تک مکمل ہو جائے گی؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! جو ہمارا Financial Year 2011 ہے اس میں یہ انشاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔

**جناب سپیکر:** مہربانی کریں، اب مجھے آگے چلنے دیں۔ اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید کا ہے۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں لہذا یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی انہی کا ہے۔۔تشریف نہیں رکھتیں یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال رانا صاحب کا ہے۔

**رانا محمد اقبال خان:** جناب سپیکر! سوال نمبر 2836 ہے۔

**جناب سپیکر:** کیا اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

**رانا محمد اقبال خان:** جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کا پوسٹمارٹم کرنے کے لئے خواتین ڈاکٹروں کی تعیناتی کا معاملہ

*2836: **رانا محمد اقبال خان:** کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال و دیگر بڑے ہسپتالوں میں ڈیڈ ہاؤسز قائم ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تمام ڈیڈ باڈیز عورت/مرد کا پوسٹمارٹم مرد ڈاکٹر ہی کرتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کے پوسٹمارٹم کے لئے خواتین ڈاکٹر متعین کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):**

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب کے تمام تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں اور بڑے ہسپتالوں میں ڈیڈ ہاؤس/(Mortuaries) قائم ہیں-

(ب) یہ درست نہ ہے-درحقیقت مرد ڈاکٹر صرف مرد ڈیڈ باڈیز کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں جبکہ عورتوں کی ڈیڈ باڈیز کا پوسٹ مارٹم صرف خواتین ڈاکٹر کر سکتی ہیں-جیسا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ نمبر AR(L)SCJ بتاریخ 20-03-96 میں حکم جاری کیا گیا ہے جس کی کاپی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

مزید برآں 2006 میں1753، 2007 میں 1509 اور2008 میں1750 عورتوں کا پوسٹ مارٹم پنجاب بھر کے مختلف ہسپتالوں میں ہوا۔یہ تمام پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹروں نے کئے ہیں۔

(ج) صوبہ پنجاب کے تمام ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں یا تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں میں جہاں پوسٹ مارٹم ہوتے ہیں پہلے ہی خواتین ڈاکٹروں کو تعینات کیا گیا ہے اور عورتوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم وہی کرتی ہیں تاہم اگر کچھ پوسٹیں خالی ہوتی ہیں تو حکومت پنجاب کی پالیسی کے مطابق خواتین ڈاکٹروں کو کنٹریکٹ پُر تعینات کر کے پر کر دی جاتی ہیں۔مزید برآں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سالوں میں پنجاب بھر میں دفتر سرجن میڈیکو لیگل پنجاب کو(جو کہ پورے پنجاب میں پوسٹ مارٹم کیسز کی نگرانی کرتا ہے)ایسی کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہو کہ کسی عورت کی ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کسی مرد ڈاکٹر نے کیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر!میں جواب سے satisfied ہوں لیکن پوسٹ مارٹم کے لئے وہ dead bodies جو ہیں وہ Dead House میں پڑی رہتی ہیں اور وہاں سٹاف نہیں ہوتا اس کے لئے ان کو ذرا تاکید فرمادیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب!ابھی ان کا تو جواب آنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!وہ جواب سے satisfied ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں،انہوں نے ساتھ دوسری بات بھی کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت(ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر!جو سوال نمبر 2836 ہے اس میں سپریم کورٹ کا فیصلہ آگیا ہوا ہے اس کے مطابق کسی بھی خاتون کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر نہیں کر سکتا۔اس کی روشنی میں پنجاب حکومت نے یہ انتظامات کئے ہیں کہ جہاں جہاں پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے وہاں خواتین کی لاش کا پوسٹ مارٹم خواتین ڈاکٹر کرتی ہیں اور مرد کی لاش کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر کرتے ہیں۔اس کے بعد ان کی رپورٹ روانہ کی جاتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے جو judgment دی ہے یہ 1996 کی ہے کیا اس پر حکومت review کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ بھی جانتے ہیں کہ تین تین دِن عورتوں کی dead bodies پڑی رہتی ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کے لئے available نہیں ہوتیں۔ ایک اور المیہ یہ ہے کہ جب لیڈی ڈاکٹر کورٹ میں آتی ہیں تو یہ جرح میں نہیں ٹھہرتیں، جب ان سے cross question ہوتا ہے تو یہ نہیں ٹھہرتیں اور clear cut ملزمان چھُوٹ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوالات کا صحیح طرح مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ لہذا یہ judgement عوام کے لئے بہت بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے، کیا حکومت اس کو review کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے review کی limit تین سال ہے اور وہ تین سال گزر چکے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گواہی اور cross questioning پر بہت سے لوگوں کو سزائیں ہوئی ہیں۔ وہ لیڈی ڈاکٹر اپنی duties perform کرتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب بالکل صحیح کہہ رہے ہیں normal circumstances میں واقعی review period تین سال ہے لیکن میں ایسے case نکال کر دکھا سکتا ہوں کہ پچاس پچاس سال بعد review ہوا ہے کہ فلاں فیصلہ review کیا جائے۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کیس کے اندر نہیں ہوا؟ یہ ابھی تک نہیں مانا جا رہا ہے کہ ہاں اس میں review ہونا چاہئے۔ یہ ایک قوم کا مسئلہ ہے، آپ بھی ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ خواتین کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے اور ان کے جو cases بنتے ہیں میں اس کی detail میں نہیں جانا چاہتا۔ خواتین ڈاکٹر cross questioning میں نہیں ٹھہرتیں، اس کا کچھ کر لیجئے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب بہت کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ میں کہنا چاہ رہا ہوں ان کو وہ بھی پتا ہے اس کے لئے کچھ کر لیں کیونکہ اس میں لوگ چھوٹ جاتے ہیں اور خواتین کا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ اس بارے میں consult کر لیں۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی):** جناب سپیکر! یہ جو خواتین ڈاکٹروں پر الزام ہے۔۔۔

**ڈاکٹر سامیہ امجد:** جناب سپیکر! میں آپ سے request کر رہی ہوں، مجھے ایک اہم بات کر لینے دیں۔

**جناب سپیکر:** ڈاکٹر صاحبہ! میں آپ کی بات سنوں گا۔ جی، رانا افضل خان!

**رانا محمد افضل خان:** جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہاں کہا گیا کہ صرف خواتین ڈاکٹر ہی ladies dead bodies کا پوسٹ مارٹم کرتی ہیں۔ مریض خواتین کے لئے آج بھی male Gynaecologists as a Head of Department کام کر رہے ہیں۔ یہ ایک noble profession ہے اس کے اندر یہ کہنا کہ مرد خاتون کا علاج نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہمارے ہسپتالوں میں top کے Gynaecologists وہ مرد ہیں جو deliveries بھی کرتے ہیں اور caesarian section بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ میرے دوست شیخ صاحب نے بھی کہا ہے کہ صرف خاتون ہی خاتون کا پوسٹ مارٹم کر سکتی ہے، اس پر قدغن لگانا میں سمجھتا ہوں کہ زیادتی ہے۔ جب زندہ خواتین کا علاج مرد Gynaecologists کر سکتے ہیں تو یہ شرط ختم ہونی چاہئے۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی):** جناب سپیکر! سپریم کورٹ کا فل بنچ اپنا decision دے چکا ہے اس لئے میں اس پر اپنی رائے دینے سے قاصر ہوں لیکن ہم نے پچھلے دس مہینوں میں پنجاب میں پندرہ سو W.M.O بھرتی کی ہیں۔ انشاء اللہ خواتین کا پوسٹ مارٹم خواتین ہی کریں گی اور اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ شیخ صاحب کا جو سوال تھا اس بارے میں، میں یہ کہوں گا کہ سپریم کورٹ کے دو فیصلے تھے۔ میڈیکل کالج میں داخلے پر سپریم کورٹ کی واضح direction تھی کہ یہ open merit پر ہونا چاہئے جس کے نتیجے میں اب ہمارے پاس 70 فیصد خواتین آتی ہیں اور 30 فیصد مرد ہوتے ہیں۔ جب وہ خواتین ڈاکٹر بن جاتی ہیں تو 70 فیصد میں سے کام کرنے والی خواتین صرف 10 فیصد رہ جاتی ہیں اس بارے میں review کی بات کر رہے ہیں۔ میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کورٹ میں پچاس سال بعد review ہوا ہو لیکن اگر شیخ صاحب یہ دائر کریں گے تو میں ان کے ساتھ ہوں۔

**شیخ علاؤالدین:** جناب سپیکر! اس پر quo warranto writ نہیں ہو سکتی۔ گورنمنٹ اس میں پارٹی تھی یہ کیس کریں میں فیس دینے کے لئے تیار ہوں اور یہ جس وکیل کو کہیں گے میں اس کو فیس دینے

کے لئے تیار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر سپریم کورٹ میں جانا چاہئے اور with facts and figures جانا چاہئے کیونکہ اتنے لوگ چھوٹ گئے ہیں۔ میں اب اس کی تفصیل میں جاتا ہوں۔ جتنے قاتل ہیں وہ چھوٹ گئے، rape cases والے لوگ چھوٹ گئے کیونکہ خواتین کورٹ میں جواب نہیں دے سکتیں اور ان بے چاریوں کو شرم آتی ہے۔ جب تیز وکیل تیز سوال کرتے ہیں اور اگر میں ان سوالات کو یہاں بیان کروں تو آپ سن نہیں سکتے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں وہ جواب نہیں سننا چاہتا۔ جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! جو کیس review کی بات ہو رہی ہے میں اس کو support کرتی ہوں with the comments کہ جب ایک Medico Legal رپورٹ W.M.O لکھ دیتی ہے تو اس کے بعد اس کو عدالتوں میں بلا کر بیان لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس نے ایک حلفیہ رپورٹ لکھ دی، ایک MLC کاٹ دیا اور اس کے بعد مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان خواتین کو کورٹ میں کیوں بلایا جاتا ہے؟ آپ دیکھیں کہ ڈاکٹر شازیہ کیس اسی چیز کی ایک prime example ہے کہ اس نے questioning Medico Legal کے دوران، ایک زندہ عورت کی بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی ایک بعد از مرگ خاتون کی ہے۔ لہذا میں یہ آواز اٹھانا چاہتی ہوں کہ جب ایک خاتون سے پوسٹ مارٹم میں ایک MLC کٹوا لیا، جب ایک لیڈی ڈاکٹر نے اس پر تحریری بیان دے دیا تو اس کے بعد cross questioning میں بغیر سکیورٹی کے ان خواتین کو expose کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہی وہ بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے خواتین jobs کرنے سے کتراتی ہیں۔ ڈاکٹر سعید الہیٰ صاحب نے میرا خیال ہے کہ 10 فیصد والی بہت غلط quote کی ہے۔ عورتیں کام کرتی ہیں، جب وہ پڑھتی ہیں تو کام بھی کرتی ہیں۔ یہ Mortuary Homes بھی چلاتی ہیں اور 51 فیصد خواتین خدمت کرتی ہیں۔ میں اس بحث میں نہیں پڑ رہی ہوں لیکن میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اگر ایک W.M.O تحریری M.L.C حلفاً کاٹ دیتی ہے تو اس کے بعد اس کو عدالتوں میں بلا بلا کر questions کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس بارے میں کچھ کیا جائے۔ اگر کر لیں گے تو سپریم کورٹ میں جانے کی ضرورت ہو گی، ان کا فیصلہ غلط کیا جائے گا اور نہ ہی W.M.O کے کسی role کو غلط کہا جائے گا۔

جناب سپیکر: دیکھیں، یہ evidence کا معاملہ ہے اسے آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہیں نہیں بلایا جا سکتا؟ کورٹ انہیں examine کے لئے call کر سکتی ہے۔

**شیخ علاؤالدین:** جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحبہ جو فرما رہی تھیں اس کا جواب ریکارڈ پر آنا بہت ضروری ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ صرف examination in-chief پر سزا سنا دی جائے۔ پھر تو پورا Evidence Act ہی ختم کر دیا جائے It is impossible اور Evidence Act کہتا ہے کہ وہ کورٹ میں آئے گی یا آئے گا اور اس پر جرح ہو گی۔

**جناب سپیکر:** آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے پہلے ہی ان کو بتا دیا ہے۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! جو Criminal Procedure ہے وہ سارا adopt کرنا پڑتا ہے، چاہے وہ female ہو یا male ہو اس کو اس process سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس وقت ہمارے پاس جو کوالیفائیڈ لیڈی ڈاکٹر ہیں ان میں سے 30 فیصد کام کر رہی ہیں اور 70 فیصد کام نہیں کر رہی ہیں۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ جو ہماری لیڈی ڈاکٹر کام کر رہی ہیں ان کا کام بالکل تسلی بخش ہے اور وہ بہت اچھا کام کر رہی ہیں۔ وہ عدالتوں میں اور ہسپتالوں میں اپنی duties کامیابی سے perform کرتی ہیں۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ کئی کیسوں میں conviction ہوئی ہے۔

**جناب سپیکر:** جی، بڑی مہربانی۔ رانا صاحب! آپ کا سوال ہی رہ گیا ہے اور اس کے بعد Question Hour کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔ آپ جلدی سے اپنا سوال پوچھیں۔

**رانا آصف محمود:** جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2870 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

## سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں مردہ خانہ بنانے کا مسئلہ

*2870: **رانا آصف محمود:** کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیالکوٹ شہر کے دو بڑے سرکاری ہسپتالوں میں مردہ خانہ (مارچری) نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اگر کسی نعش کو دو یا چار دن رکھنا ہو تو اس کے لئے نعش لاہور شہر کے ہسپتالوں میں لا کر رکھی جاتی ہیں؟

(ج) کیا حکومت سیالکوٹ کے شہر میں مردہ خانہ (مارچری) بنانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):

(الف) سیالکوٹ کے دو بڑے ہسپتالوں میں سے علامہ اقبال میموریل ہسپتال میں مردہ خانہ (مارچری) موجود ہے اور وہاں باقاعدہ پوسٹ مارٹم ہوتے ہیں جبکہ دوسرے ہسپتال (گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال) میں مردہ خانہ (مارچری) نہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔اگر کسی نعش کو دو چار دن رکھنا ہو تو اس کے لئے نعش لاہور شہر کے ہسپتالوں میں لا کر رکھی جاتی ہیں۔

(ج) حکومت فی الحال گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال سیالکوٹ شہر میں مردہ خانہ (مارچری) بنانے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔تاہم حکومت اس وقت تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں میں چار نعشوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کولنگ چیمبرز مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

رانا آصف محمود: جناب سپیکر! اس کا جواب درست نہیں ہے۔ میں نے اپنے سوال کے جز (الف) میں مردہ خانہ کے آگے بریکٹ میں Mortuary لکھا ہے جس کے ساتھ Air-conditioning Unit ہوتا ہے جس میں Dead Body کافی دنوں کے لئے رکھی جاتی ہے۔ انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ مردہ خانہ Dead House کے متعلق ہے جو کہ وہ Postmortem House کے ساتھ ایک Dead House ہے جہاں پر میت postmortem سے پہلے اور اس کے بعد رکھی جاتی ہے۔ انہوں نے جز (الف) کی contradiction جز (ب) میں کی ہے اور اس جز میں انہوں نے جواب دیا ہے کہ اگر دو چار دن کے لئے میت رکھنی ہو تو سیالکوٹ سے لاہور لانا پڑتی ہے جو کہ تین چار گھنٹے کا سفر ہے۔ اس سوال کے جواب میں یہ فرق ہے جو انہوں دیا ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی): جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ cooling کے علاوہ لاش کو محفوظ رکھنے کے پانچ چھ اور طریقے ہیں۔ مختلف ادویات کے injections لگائے جاتے ہیں اور اس کو paint بھی کر دیا جاتا ہے تو لاش محفوظ رہتی ہے۔ جو معزز ممبر فرما رہے ہیں کہ mortuary جو کہ لاشیں رکھنے کا جدید ترین یونٹ ہے اس پر ہم نے چیف منسٹر صاحب سے فیصلہ لے لیا ہے کہ تمام اضلاع میں modern Mortuaries قائم کئے جا رہے ہیں جن میں چار سے چھ لاشیں رکھنے کا انتظام موجود ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الہٰی): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

## نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

### سر گنگا رام ہسپتال لاہور میں نرسنگ سکول ہوسٹل میں بے قاعدگیاں

*2818: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سر گنگا رام ہسپتال کے نرسنگ سکول میں زیر تربیت نرسز کے لئے ایک ہوسٹل قائم ہے اس کے کمروں کی تعداد کیا ہے کیا طالبات کی تعداد کے لحاظ سے کمروں کی تعداد پوری ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہوسٹل کے بعض کمروں میں منظور شدہ تعداد سے زیادہ 4،5 طالبات ہیں اور بعض کمروں میں کم ایک یا دو ہیں اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ طالبات کے ہوسٹل میں بعض کمروں میں ٹیوٹرز بھی رہائش پذیر ہیں جو قواعد وضوابط کے برعکس ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت تعداد کے لحاظ سے مزید کمرے تعمیر کرنے، کمروں میں طالبات کی تعداد پالیسی کے مطابق اور طالبات کے کمروں میں ٹیوٹروں کی رہائش ختم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کریں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سر گنگا رام ہسپتال میں نرسنگ طالبات اور نرسز کے لئے مشترکہ ایک ہی ہوسٹل ہے جس کے دو فلور نرسنگ طالبات کے لئے مختص ہیں۔گورنمنٹ احکامات کے مطابق نرسنگ طالبات کا ٹریننگ کے دوران ہوسٹل میں رہائش رکھنا ضروری نہ ہے۔اکثر لوکل طالبات ڈے سکالر ہیں اور روزانہ گھروں سے آتی ہیں۔

(ب) جی ہاں! یہ بات درست ہے کہ مذکورہ ہوسٹل کے کمروں میں نرسنگ طالبات کی تعداد مختلف ہے کیونکہ ہوسٹل میں تین مختلف سائز کے کمرے موجود ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

-1 پانچ کمرے20 x 18 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد07

-2 22کمرے15 x 18 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد05

-3 6کمرے14 x 16 سائز کے ہیں جن میں ہر کمرے میں طالبات کی تعداد03

موجودہ ہوسٹل میں رہائش پذیر طالبات کی تعداد136 ہے

(ج) یہ بات ہرگز درست نہ ہے کہ نرسنگ ہوسٹل کے بعض کمروں میں ٹیوٹر رہائش پذیر ہیں۔

(د) طالبات کو کمروں کے سائز کے مطابق ایڈجسٹ کیا گیا ہے اور ہوسٹل میں کوئی ٹیوٹر رہائش پذیر نہ ہے۔

## سر گنگارام ہسپتال کے نرسنگ ہوسٹل میں بے قاعدگیوں کی تفصیلات

*2819: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سر گنگارام ہسپتال میں نرسنگ سکول کا قیام کب عمل میں لایا گیا؟

(ب) مذکورہ سکول میں سٹاف کی تعداد مع نام، گریڈ بتائی جائے؟

(ج) کیا مذکورہ سکول کے ملازمین نرسنگ ہوسٹل میں رہائش رکھ سکتے ہیں اگر ہاں تو کن قواعد کے تحت، آگاہ فرمائیں؟

(د) مذکورہ سکول میں نرسز کے لئے داخلہ پالیسی کیا ہے اور منظورہ شدہ سیٹیں کتنی ہیں 2007۔08 اور 2008۔09 میں کتنی طالبات کو داخلہ دیا گیا اور داخلہ کمیٹی کن کن افسران پر مشتمل تھی نام عہدہ سے آگاہ فرمائیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکول میں داخلہ صرف سکول کی پرنسپل کی صوابدید پر ہوتا ہے؟

(و) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ قواعد کے برعکس رہائش پذیر اور قواعد سے ہٹ کر داخلہ دینے والی اتھارٹی کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سر گنگارام ہسپتال میں نرسنگ سکول کا قیام دسمبر1948 میں عمل میں لایا گیا۔

(ب) مذکورہ سکول میں سٹاف کی کل تعداد 17 ہے جن کی تفصیل مع نام و گریڈ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ سکول / ہاسٹل میں فیملی رہائشیں موجود نہ ہیں۔ گزٹیڈ نرسز کے لئے علیٰحدہ بلاک موجود ہے جس میں نرسنگ سکول کی ایک ہیڈ نرس رہائش پذیر ہے اور قواعد کے مطابق واجبات ادا کرتی ہے۔

(د) مذکورہ سکول میں تمام سرکاری نرسنگ سکولوں کی طرح حکومت پنجاب کی جاری کردہ داخلہ پالیسی چٹھی نمبری SO(TRG) 6-14/2002 مورخہ 18۔دسمبر 2003 اور 16۔اگست 2007 کی بنیاد پر داخلے کئے جاتے ہیں۔ کاپی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مذکورہ سکول آف نرسنگ میں کل 231 نرسنگ سٹوڈنٹس کی سیٹیں ہیں جن میں 178 جنرل نرسنگ کے لئے اور 53 نرس مڈوائف کے لئے مختص ہیں۔ 08-2007 میں 55 سٹوڈنٹ نرسز کے لئے اور 09-2008 میں 34 سٹوڈنٹ نرسز کے خالی سیٹوں پر داخلے کئے گئے۔ داخلہ کمیٹی حکومت پنجاب کے مندرجہ ذیل افسران پر مشتمل ہوئی ہے۔ کاپی (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 1- | پرنسپل، سکول آف نرسنگ | چیئرمین |
| 2- | ایڈیشنل سیکرٹری صحت یا اس کا نمائندہ | ممبر |
| 3- | ایڈیشنل میڈیکل سپرنٹنڈنٹ | ممبر |
| 4- | سینئر نرسنگ انسٹرکٹر سکول ہذا | ممبر |

(ہ) یہ درست نہ ہے بلکہ داخلہ صرف میرٹ کی بنیاد پر حکومت پنجاب کی وضع کردہ داخلہ پالیسی کے مطابق ہوتا ہے۔

(و) قواعد سے ہٹ کر نہ تو کوئی نرسنگ سکول کا ملازم ہوسٹل میں رہائش پذیر ہے اور نہ ہی قواعد سے ہٹ کر کسی کو نرسنگ سکول میں داخلہ دیا گیا ہے۔

## سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں ڈاکٹرز و پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2871: رانا آصف محمود: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سیالکوٹ شہر کے ہسپتالوں میں ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ب) کیا حکومت ان ہسپتالوں میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی خالی اسامیوں پر جلد از جلد بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سیالکوٹ شہر میں دو ہسپتال (علامہ اقبال میموریل ہسپتال اور گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال) واقع ہیں۔ علامہ اقبال میموریل ہسپتال میں میڈیکل آفیسرز کی 11 اور گورنمنٹ سردار بیگم ہسپتال میں تین اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ڈاکٹروں کی خالی اسامیوں کو پر کرنے کے لئے بھرتی بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن ریگولر بنیادوں پر کی جا رہی ہے۔
پیرا میڈیکل سٹاف کی بھرتی کے لئے اختیار ضلعی حکومت کو ہے جس کے لئے درخواستیں واک ان انٹرویو کے تحت وصول کی جاتی ہیں اور ہر ماہ کی دوسری اور چوتھی جمعرات کو انٹرویو ہوتے ہیں۔

## پی آئی سی لاہور ایمرجنسی میں بیڈز کی تعداد اور دیگر تفصیلات

*2906: خواجہ عمران نذیر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور کی ایمرجنسی کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ب) اس ایمرجنسی میں روزانہ کتنے مریض داخل ہوتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایمرجنسی میں کم بیڈز ہونے کی وجہ سے مریضوں اور ہسپتال انتظامیہ کو مشکلات کا سامنا ہے؟

(د) کیا حکومت اس ہسپتال کی ایمرجنسی میں بیڈز کا اضافہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، لاہور کی ایمرجنسی 14 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ب) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، لاہور کی ایمرجنسی میں روزانہ 30 مریض داخل کئے جا سکتے ہیں۔اگر زیادہ مریض آئیں تو جیلانی بلاک جو کہ ایمرجنسی کے ساتھ متصل ہے اس میں داخل کئے جاتے ہیں۔

(ج) جی ہاں۔

(د) جی ہاں، حکومت پنجاب چھ ماہ میں ایمرجنسی میں 40 بیڈز کا اضافہ کر رہی ہے جس پر 20 ملین روپے لاگت آئے گی۔

## ضلع فیصل آباد کے بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2915: ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) فیصل آباد ضلع میں BHUs اور RHCs سرکاری اور پرائیویٹ عمارتوں میں کتنے سنٹرز ہیں؟

(ب) Donate کی گئی عمارتوں میں قائم BHUs اور RHCs کی مکمل تفصیل اور Location بیان کی جائے؟

(ج) کیا Donate کی گئی عمارتوں کے مالکان کا مذکورہ سنٹرز میں بھی کوئی عمل دخل ہوتا ہے، اگر ہے تو کیا حکومت اس عمل دخل کو ختم کروانے اور سنٹرز کو کرائے یا سرکاری عمارتوں میں منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ضلع فیصل آباد میں کوئی بھی بنیادی مراکز صحت اور دیہی مراکز صحت کسی بھی سرکاری اور پرائیویٹ عمارت میں کام نہیں کر رہے بلکہ جس جگہ یہ سنٹرز قائم ہیں وہ زمین پہلے باقاعدہ محکمہ صحت کے نام منتقل ہوتی ہے، پھر بعد میں Health Facility قائم کی جاتی ہے۔

(ب) ضلع فیصل آباد میں کوئی بھی بنیادی مرکز صحت اور دیہی مرکز صحت کسی بھی Donate کی گئی عمارت میں کام نہیں کر رہے بلکہ یہ محکمہ صحت کو الاٹ کی گئی زمین پر قائم کئے گئے ہیں۔

(ج) چونکہ تمام بنیادی مراکز صحت اور دیہی مراکز صحت کسی بھی Donate کی گئی عمارت میں کام نہیں کر رہے اس لئے یہاں پر کسی پرائیویٹ یا کسی دوسرے سرکاری شعبہ کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔

## ضلع فیصل آباد۔ٹی ایچ کیو،بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز میں سٹاف کی تعیناتی کا معاملہ و دیگر تفصیلات

*2916: ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع فیصل آباد میں ٹی ایچ کیو، بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز میں تعینات سٹاف کو ایک سنٹر میں کتنے عرصہ کے لئے تعینات کیا جاتا ہے؟

(ب) مذکورہ سنٹر میں تعینات سٹاف کی ٹرانسفر اینڈ پوسٹنگ کی پالیسی اور کرائیٹیریا کیا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بعض سنٹرز میں سٹاف بیس بیس سال سے تعینات ہے جس کی وجہ سے عوام بلکہ ان سنٹرز کے ڈاکٹروں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں؟

(د) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان سنٹرز میں عرصہ دراز سے تعینات سٹاف کا تبادلہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور نہیں تو کیوں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) کنٹریکٹ ملازمین کی بھرتی عرصہ تین سال اور ڈاکٹرز/ سپیشلسٹ ڈاکٹرز/ لیڈی ڈاکٹرز کی کنٹریکٹ بھرتی عرصہ پانچ سال کے لئے کی جاتی ہے۔کنٹریکٹ تقرری ایک ہی Health Facility پر کی جاتی ہے جو Non-transferable اور Extendable ہے اور تسلی بخش کارکردگی سے مشروط ہے۔ محکمہ صحت میں ریگولر ملازمین /ریگولر ڈاکٹرز/ سپیشلسٹ ڈاکٹرز/لیڈی ڈاکٹرز کے لئے عرصہ تعیناتی کی کوئی مدت مخصوص نہیں ہے۔البتہ کسی شکایت غیر تسلی بخش کارکردگی اور دیگر الزامات کی صورت میں کسی بھی ملازم کو کسی بھی وقت ٹرانسفر کیا جا سکتا ہے۔

(ب) ۔ایضاً۔

(ج) یہ درست ہے۔لیکن شکایات یا غیر تسلی بخش کارکردگی کی صورت میں تبادلہ یا تادیبی کارروائی ہو سکتی ہے ان ملازمین کو کسی قسم کی محکمانہ استثنیٰ immunity بھی حاصل نہ ہے۔

(د) کسی ملازم کے خلاف شکایت کی صورت میں حکومت کسی بھی ملازم کا تبادلہ کر سکتی ہے۔ بصورت دیگر بوجہ زیادہ عرصہ تعیناتی حکومت کسی ملازم کو ٹرانسفر کرنے کا ارادہ نہ رکھتی ہے۔

## سرکاری ہسپتالوں میں کنسلٹنگ ڈاکٹرز کو پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی اجازت

*2925: جناب شہریار ریاض: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں کنسلٹنگ ڈاکٹروں، ایم ایس اور پرنسپل الائیڈ ہسپتال راولپنڈی کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائیویٹ پریکٹیسنگ ڈاکٹرز سرکاری ہسپتالوں کو پرائیویٹ پریکٹس کے لئے شام میں استعمال کر سکتے ہیں؟

(ج) کیا اس مد میں گورنمنٹ کو 20 فیصد سے 30 فیصد حصہ ملنے سے کثیر آمدنی ہو سکتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) محکمہ صحت حکومت پنجاب کے تحت کام کرنے والے ڈاکٹرز اور کنسلٹنٹ حضرات کو اپنی شرائط ملازمت کے تحت اپنی پرائیویٹ پریکٹس اپنی رہائش گاہ پر (مشورے کی حد تک) کی اجازت ہے۔ علاوہ ازیں پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے سیکشن 12 (کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) کے مطابق ان consultants کو ترجیحاً سرکاری ہسپتالوں میں پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی بھی اجازت ہے۔ تاہم مناسب infrastructure جس میں consultant rooms، پرائیویٹ وارڈز وغیرہ شامل ہیں، کی عدم دستیابی کی بناء پر اس قانون پر سختی سے عملدرآمد کرنا فی الحال ممکن نہیں ہے۔ انتظامی عہدوں پر فائز ڈاکٹرز / کنسلٹنٹ مجاز اتھارٹی کی اجازت سے پریکٹس کر سکتے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے۔ پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2003 کے سیکشن 12 کے مطابق ان consultants کو ترجیحاً سرکاری ہسپتالوں میں پرائیویٹ پریکٹس کرنے کی بھی اجازت ہے۔

(ج) سرکاری ہسپتالوں میں علاج معالجہ کی سہولیات (بشمول پرائیویٹ کیسز) آمدنی یا منافع کی غرض سے مہیا نہیں کی جاتیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں عوام الناس کو دی جانے والی خدمات متاثر ہو سکتی ہیں لہذا اس مد میں کثیر آمدنی کی توقع نہیں ہے البتہ مروجہ قانون کے مطابق تمام پرائیویٹ کیسز کی فیس میں سے 35 فیصد گورنمنٹ کے خزانے میں جاتا ہے۔

## بہاول وکٹوریہ ہسپتال، مشینری /آلات کی خرید سے متعلقہ تفصیلات

*2949: ڈاکٹر محمد افضل: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2004 تا حال بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور کے لئے کتنی مشینری /آلات خریدے گئے، مکمل تفصیل مع تاریخ خرید فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کے لئے نئی سی ٹی سکین مشین، ایکسرے مشین اور ایم آر آئی مشین بھی خریدی گئی، مذکورہ مشینیں کس کس تاریخ کو خریدی گئیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اکثر مشینری اور آلات ابھی تک ڈبوں میں بند ہیں اور ان کو زیر استعمال نہیں لایا گیا؟

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس مشینری اور آلات کو کب تک استعمال میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے، نیز اب تک استعمال میں نہ لانے کی وجوہات اور ذمہ داران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سال 2004 تا حال خریدی گئی مشینری کی فہرست مع تاریخ خریداری اور کام میں لانے کی تاریخ کے ساتھ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں ایم آر آئی مشین موجود ہے جو 06-10-21 کو خریدی گئی تھی اور تاحال کام کر رہی ہے۔اس کے علاوہ 2004 سے اب تک جو مشینری خریدی گئی ہے اس کی فہرست (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تاہم نئی سی ٹی سکین مشین کی خریداری کے لئے کنٹریکٹ نمبر 9686 مورخہ 09-03-02 میسرز میڈیکوپس لاہور کے نام جاری ہو چکا ہے اور تین ماہ میں مشین کی سپلائی متوقع ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے۔بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں اب تک جو آلات خریدے گئے ہیں وہ سب اس وقت استعمال میں ہیں۔ان کی تفصیل مع کام میں لانے کی تاریخ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہیں ہے۔بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں اب تک جو آلات خریدے گئے ہیں وہ سب اس وقت استعمال میں ہیں۔

## قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں منظور شدہ گزٹیڈ اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2950: ڈاکٹر محمد افضل: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں اس وقت کتنی گزٹیڈ اسامیاں منظور شدہ ہیں اور کتنی خالی ہیں گریڈ وار تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) مذکورہ کالج میں اس وقت جو ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں ان کے نام ولدیت عہدہ تعلیمی قابلیت اور عرصہ کنٹریکٹ کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ کالج میں خالی اسامیوں کی تعداد PMDC کے Criteria کے مطابق زیادہ ہے اگر ہاں تو حکومت ان خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اس وقت قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں منظور شدہ گزٹیڈ اسامیوں کی تعداد 268 ہے جس میں سے 65 اسامیاں خالی پڑی ہیں تاہم ان اسامیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

| گریڈ | منظور شدہ اسامیاں | خالی اسامیاں |
|---|---|---|
| 20 | 36 | 07 |
| 19 | 47 | 20 |
| 18 | 71 | 15 |
| 17 | 114 | 23 |

(ب) ریٹائرمنٹ کے بعد اس وقت صرف ایک ملازم کنٹریکٹ پر کام کر رہا ہے جس کے کوائف درج ذیل ہیں-

| نام | ولدیت | نام اسامی | تعلیمی قابلیت | عرصہ کنٹریکٹ |
|---|---|---|---|---|
| محمد اختر | کریم بخش | آڈٹ آفیسر | B A/ S.A.S | 22-10-02 |

(ج) خالی اسامیوں کا PMDC Criteria سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہے- تاہم قائداعظم میڈیکل کالج میں خالی اسامیاں پر کرنے اور سیٹوں کی تعداد PMDC Criteria کے مطابق کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے-

## چلڈرن ہسپتال ملتان، طبی مشینری اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*2956: جناب عبدالوحید چودھری: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چلڈرن ہسپتال ملتان میں کتنی اور کون کون سی طبی مشینری اور ایمبولینسز ہیں؟

(ب) یہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ج) اس میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیاں، گریڈ، اسامی اور شعبہ وار کتنی ہیں؟

(د) اس وقت کون کون سی کس کس گریڈ کی اسامیاں کس کس شعبہ کی خالی ہیں؟

(ہ) اس ہسپتال کو کون کون سی طبی مشینری کی ضرورت ہے؟

(و) حکومت اس مشینری کے لئے کب تک ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت فنڈز فراہم کرے گی؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان میں موجودہ طبی مشینری کی لسٹ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ہسپتال ہذا میں دو ایمبولینسز موجود ہیں۔

(ب) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان 300 بیڈز پر مشتمل ہے جس میں سے 150 بیڈز کا ہسپتال کام کر رہا ہے اور بقیہ 150 بیڈز کے کنسٹرکشن کے کام کے لئے ٹینڈرز ہونے والے ہیں۔

(ج) ہسپتال ہذا میں ڈاکٹرز کی منظور شدہ اسامیوں کی کل تعداد 118 ہے جن کی گریڈ، اسامی اور شعبہ وار تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ہسپتال ہذا میں ڈاکٹرز، پیرا میڈیکل سٹاف اور کلاس چہارم کی کل 74 اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) چلڈرن ہسپتال کے لئے مطلوبہ مشینری کی لسٹ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت رقوم RHCs اور BHUs کے لئے فراہم کی جاتی ہیں۔ جبکہ چلڈرن ہسپتال ملتان ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت نہیں آتا اس لئے اس پروگرام کے تحت چلڈرن ہسپتال ملتان کو فنڈز فراہم نہیں کئے جائیں گے۔

## چلڈرن ہسپتال ملتان، عمارت کی تعمیر اور اسامیوں سے متعلقہ تفصیلات

*2957: جناب عبدالوحید چودھری: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان کی عمارت کب سے زیر تعمیر ہے اور کتنی عمارت مکمل ہوئی؟
(ب) اس عمارت کی تعمیر کے لئے سال08۔2007اور09۔2008کے دوران کتنی رقم سالانہ فراہم کی گئی؟
(ج) اس کی عمارت کب تک مکمل ہو گی؟
(د) اس ہسپتال میں یکم جنوری2008 سے آج تک جن افراد کو بھرتی کیا گیاان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور پتاجات بتائیں؟
(ہ) کتنی اور کس کس گریڈ کی اسامیاں خالی ہیں نیز خالی اسامیاں کب تک پُر کی جائیں گی؟

وزیراعلیٰ(میاں محمد شہباز شریف):

(الف) چلڈرن ہسپتال کمپلیکس ملتان کی عمارت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ایک پرانے حصے پر اور دوسری نئے حصے پر مشتمل ہے۔ پرانا حصہ 1927 میں تعمیر ہوا تھااور نیا حصہ 1998 میں بنا تھا جبکہ 150 بیڈز (وارڈ)کا توسیعی منصوبہ حکومت پنجاب سے بحوالہ نمبر SO(Dev-I) 36-4/2006(P-I) مورخہ 08۔8۔18 منظور ہو چکا ہے اور جلد کنسٹرکشن ورک کے لئے ٹینڈرز ہونیوالے ہیں۔
(ب) اس عمارت (150 بیڈز وارڈز)توسیعی منصوبہ کی تعمیر کے لئے مالی سال08۔2007 میں کوئی سالانہ رقم فراہم نہیں کی گئی جبکہ مالی سال09۔2008 میں (15.000) ملین روپے مختص کئے گئے ہیں۔
(ج) اس عمارت(150بیڈز توسیعی منصوبہ) کی تکمیل ٹھیکہ ہونے کے بعد تین سال میں ہو گی۔
(د) ہسپتال ہذامیں یکم جنوری2008سے آج تک مندرجہ ذیل بھرتی ہوئی ہے:۔

| نام اسامی | تعداد اسامی |
|---|---|
| سینئر رجسٹرارز | 07 |
| رجسٹرارز | 04 |
| انستھیزیانسٹ | 02 |
| سائیکالوجسٹ | 01 |
| میڈیکل آفیسرز | 26 |
| ہیڈ نرسز | 02 |
| چارج نرسز | 25 |
| پیرامیڈیکل سٹاف | 151 |

(ہ) ہسپتال ہذا میں کل 74 اسامیاں خالی ہیں جن کی تفصیل (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

## پی پی۔294 میں سرکاری ہسپتالوں اور ہیلتھ سنٹرز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*2982: جناب جاوید حسن گجر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔294 رحیم یار خان میں کتنے سرکاری ہسپتال، آر ایچ سی اور بی ایچ یوز ہیں؟

(ب) ان ہیلتھ سنٹرز میں ڈاکٹرز اور دیگر سٹاف کی کتنی اسامیاں کب سے خالی ہیں؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ حلقہ میں تمام ہسپتالوں/ہیلتھ سنٹرز میں خالی اسامیاں پُر کرنے اور مسنگ فیسلٹی پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) حلقہ پی پی۔294 میں درج ذیل ہیلتھ مراکز ہیں۔

I) بنیادی مرکز صحت چک نمبر 107/P

II) بنیادی مرکز صحت چک نمبر 100/P

III) بنیادی مرکز صحت بستی غلام رسول

IV) بنیادی مرکز صحت وچھانی

V) دیہی مرکز صحت منٹھار

(ب) حلقہ پی پی۔294 میں کسی بھی بنیادی مرکز صحت جو کہ پنجاب رورل سپورٹس پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں پر ڈاکٹرز اور دیگر سٹاف کی اسامیاں خالی نہ ہیں۔ تاہم دیہی مرکز صحت منٹھار میں لیڈی ہیلتھ وزیٹر کی خالی اسامی پر سلیکشن ہو چکی ہے۔ تاہم منتخب امیدوار کے کاغذات کی مکمل چھان بین کے بعد مذکورہ امیدوار کو تعینات کر دیا جائے گا۔

(ج) جی ہاں، صوبائی حکومت پنجاب ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت مسنگ فیسلٹی کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے تحت دیہی مراکز صحت میں کام جاری ہے اور جبکہ بعد میں بنیادی مراکز صحت پر کام کیا جائے گا اور ہسپتالوں میں حکومت کی مروجہ پالیسی کے مطابق بھرتیوں کا عمل جاری ہے۔

## ہیپاٹائٹس کے خاتمہ کے لئے اور پولیو طرز کا پروگرام شروع کرنے کے لئے اقدامات

*3020: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

کیا حکومت پنجاب ہیپاٹائٹس کو ختم کرنے کے لئے پولیو طرز کا پروگرام پورے پنجاب میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تاکہ ہیپاٹائٹس مرض کو جلد سے جلد کنٹرول کیا جا سکے، اگر نہیں تو اس کی وجہ سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

ہر پروگرام اپنی ضروریات کے مطابق مختلف لائحہ عمل اختیار کرتا ہے اور مختلف اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ اقدامات ماہرین کی آراء کے بعد تجویز کئے جاتے ہیں۔

ہیپاٹائٹس کے حوالے سے حکمت عملی بڑی جامع ہے اور یہ تمام ماہرین کی متفقہ رائے کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے جس کے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ (تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں)

## ہیپاٹائٹس کی روک تھام اور آگاہی پروگرام کی تفصیلات

*3021: محترمہ خدیجہ عمر: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے پورے پنجاب میں آگاہی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) حکومت نے ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آج تک جو مثبت اقدامات اٹھائے ہیں، ان کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آگاہی پروگرام حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ اس پروگرام کے تحت میڈیا پریس، ٹی وی، ریڈیو انٹر پرسنل کمیونیکیشن، واک اور سیمینار کی صورت میں ہیپاٹائٹس کے متعلق آگاہی اور شعور عوام تک پہنچایا جا رہا ہے تاکہ وہ موذی مرض سے محفوظ رہ سکیں۔

(ب) پنجاب حکومت نے ہیپاٹائٹس کی روک تھام اور اس سے نمٹنے کے لئے کم وسائل اور اقتصادی مشکلات کے باوجود انقلابی پروگرام شروع کر رکھا ہے۔اس پروگرام کے تحت بچاؤ اور علاج کے لئے جامع اقدامات کئے گئے ہیں:-

I) ہیپاٹائٹس B سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکوں کا پروگرام
II) تمام ٹیچنگ و ضلعی ہسپتالوں میں تشخیص کی سہولیات کی فراہمی
III) تمام ٹیچنگ و ضلعی ہسپتالوں میں علاج کی سہولیات کی فراہمی
IV) جامع ٹریننگ کا انتظام
V) شعور و آگاہی کی مہم
VI) ہسپتال کے فضلہ کو ٹھکانے لگانے کا انتظام
VII) سروے اور ریسرچ

## ہیپاٹائٹس کی روک تھام کی تفصیلات

*3073: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت پنجاب میں لاکھوں افراد ہیپاٹائٹس مرض کی مختلف اقسام کا شکار ہیں اور مزید یہ مرض دن بدن بڑھ رہا ہے؟

(ب) کیا حکومت ہیپاٹائٹس کے مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو روکنے کے لئے ہر تحصیل اور ضلع میں ہیپاٹائٹس کے خصوصی شعبے اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں مکمل لیبارٹریاں اور وارڈ قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پاکستان میڈیکل ریسرچ کونسل کے ایک سروے کے مطابق ہر 13 واں شخص اس کا شکار ہے اور اس وقت 12 سے 13 ملین لوگ اس مرض کا شکار ہیں۔ہیپاٹائٹس کی بہت سی اقسام ہیں۔ ایک قسم آلودہ پانی اور ناقص خوراک کے ذریعے پھیلتا ہے اور دوسری قسم میں ہیپاٹائٹس B اور C شامل ہیں جو نہایت مہلک اور خطرناک ہیں۔متاثرہ شخص کے خون / خون آلود اشیاء، سیفٹی، استرا اور جراحی کے آلات کے استعمال سے ہیپاٹائٹس B اور C پھیلتا ہے۔جبکہ ہیپاٹائٹس A اور E آلودہ پانی سے پھیلتا ہے لیکن یہ Self Limiting ہے اور زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔

(ب) حکومت ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے تمام ٹیچنگ اور تمام ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال DHQ میں تشخیص و علاج کی سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔حکومت پنجاب نے اقتصادی مشکلات اور کم مالی وسائل کے باوجود ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے ایک انقلابی پروگرام شروع کر رکھا ہے۔ تمام ہسپتالوں میں مفت PCR ٹیسٹ کی فراہمی، ELISA ٹیسٹ کی سہولیات کی فراہمی، علاوہ ازیں مستحق مریضوں کے ہیپاٹائٹس بی اور سی کے علاج سہولیات اور مفت ادویات کی فراہمی شامل ہے، ایک خطیر رقم سے PCR لیبارٹری 6 شہروں میں قائم کی گئیں۔ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

## پنجاب میں ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے آگاہی پروگرام کی تفصیلات

*3074: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا ہیپاٹائٹس کی روک تھام کے لئے محکمہ پورے پنجاب میں آگاہی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تاکہ عوام کو اس مرض کے بارے میں زیادہ سے زیادہ شعور دیا جاسکے؟

(ب) کیا حکومت پنجاب ہیپاٹائٹس کو ختم کرنے کے لئے پولیو طرز کا پروگرام پورے پنجاب میں شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ ہیپاٹائٹس کے مرض کو جلد سے جلد کنٹرول کیا جاسکے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) عوام میں شعور و آگاہی پیدا کرنے کے لئے آگاہی مہم حکومت کی اولین ترجیحات میں شامل ہے، آگاہی مہم میڈیا، پریس، ٹی وی، ریڈیو انٹر پرسنل کمیونیکیشن، واک اور سیمینار کے ذریعے چلائی جارہی ہے۔

(ب) ہر پروگرام اپنی ضروریات کے مطابق مختلف لائحہ عمل اختیار کرتا ہے اور مختلف اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔یہ اقدامات ماہرین کی آراء کے بعد تجویز کئے جاتے ہیں۔ہیپاٹائٹس کے حوالے سے حکمت عملی بڑی جامع ہے اور یہ تمام ماہرین کی متفقہ رائے کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے، جس کے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ تفصیلات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

## حکومت پنجاب کی صحت پالیسی و دیگر تفصیلات

*3191: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت پنجاب کی صحت پالیسی کیا ہے، کب بنی اور کس نے بنائی؟

(ب) صوبہ پنجاب کے دیہی اور پسماندہ علاقوں کی آبادی کو صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کون سے خصوصی انتظامات کئے جارہے ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بڑے شہروں میں صحت کی سہولتیں بہتر اور زیادہ ہونے کی وجہ سے دیہی اور پسماندہ علاقوں سے بڑے شہروں کی طرف آبادی کی منتقلی کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا ہے، اس سلسلہ میں حکومت پنجاب کی طرف سے کئے گئے خصوصی اقدامات کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) اٹھارویں آئینی ترمیم سے قبل صحت کے معاملات آئین پاکستان کے تحت (concurrent list) میں شامل تھے اور وفاقی حکومت نیشنل ہیلتھ پالیسی ترتیب دیتی تھی، جس میں صوبوں کی مشاورت شامل ہوتی تھی لہذا حکومت پنجاب اس سلسلے میں وفاقی حکومت کی جاری کردہ نیشنل ہیلتھ پالیسی پر عملدرآمد کررہی ہے۔جو کہ فیڈرل گورنمنٹ نے صوبوں کی مشاورت کے ساتھ 2001 میں ترتیب دی تھی۔

(ب) حکومت پنجاب نے دیہی اور پسماندہ علاقوں کی آبادی کو صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ہر یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت B.H.U اور ہر مرکز لیول پر دیہی مرکز صحت R.H.C قائم کئے ہیں۔مزید برآں نیشنل پروگرام برائے بہبود آبادی و پرائمری ہیلتھ کیئر کے ذریعے ہر ایک ہزار کی آبادی پر ایک مقامی خاتون کو تربیت فراہم کرکے لیڈی ہیلتھ ورکر L.H.W تعینات کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ہر یونین کونسل میں ملیریا کنٹرول، حفاظتی ٹیکہ جات لگانے اور صحت عامہ بہتر بنانے کے لئے فیلڈ عملہ تعینات کیا گیا ہے مزید برآں دور دراز علاقہ جات میں قائم بنیادی و دیہی مراکز صحت پر خدمات سرانجام دینے والے ڈاکٹروں کے لئے بہتر مشاہرہ بھی مقرر کیا گیا ہے۔

حال ہی میں حکومت پنجاب نے صوبہ میں ڈاکٹروں کی فراہمی بہتر بنانے کے لئے سیالکوٹ، ساہیوال، گوجرانوالہ اور ڈی جی خان میں 4 نئے میڈیکل کالج قائم کئے ہیں اور پہلے سے موجود میڈیکل کالجوں میں 452 نشستوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(ج) دیہات میں روزگار، ماحول، تعلیم، امن وامان، تحفظ اور شہری سہولیات کی عدم فراہمی شہروں کی جانب آبادی کی منتقلی کے زیادہ اہم عوامل ہیں اور حکومت پنجاب اس پیچیدہ مسئلہ کے حل کے لئے جامع اور مربوط دیہی ترقی و سماجی بہبود کے پروگرام پر عمل پیرا ہے تاکہ زراعت اور دیہی معیشت کی ترقی اور دیہی سماجی ڈھانچہ کی بہتری کے ساتھ دیہی عوام کی شہروں کی جانب منتقلی کو روکا جاسکے۔اس سلسلہ میں دیہات اور چھوٹے شہروں میں قائم صحت کی سہولیات کو مرحلہ وار سالانہ ترقیاتی پروگرام کے ذریعے مزید بہتر بنایا جارہا ہے۔

## ایچ آئی وی/ایڈز کے خاتمے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*3192: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) HIV/ایڈز و دیگر جنسی بیماریوں کے سلسلے میں آگاہی مہم کب شروع کی گئی؟

(ب) HIV/ایڈز کے خاتمے کے لئے حکومت جدید ریسرچ سے کس حد تک مستفید ہو رہی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام نے آگاہی اور شعور اجاگر کرنے کی مہم کا باقاعدہ آغاز 2006 میں کیا۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

i. اگست 2006 کو ایک میڈیا فرم کے ساتھ مہم کے آغاز کے لئے معاہدہ کیا گیا۔

ii. اس معاہدے کے تحت ابتدا میں ایک سروے کیا گیا اس سروے کا مقصد HIV/AID کے بارے میں معلومات، روئے اور عمل کو جانچنا تھا۔

iii. آگاہی پھیلانے کے لئے ورکشاپس کا اہتمام کیا گیا جس میں بہتر طریقے سے پیغام کی رسائی کرنے کے طریقے سکھائے گئے۔

iv. ٹی وی ریڈیو 3416 اشتہار نشر کئے گئے۔

v. World AIDs Day کے موقع پر FM103 پر مختلف پروگرام نشر کئے گئے۔

vi. کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعے لاہور کے 16 ہسپتالوں اور کلینکوں میں HIV/AIDs کے بارے میں آگاہی کے پیغامات نشر کئے گئے۔

vii. HIV/AIDs کے موضوع پر ٹی وی کے لئے ایک Documentary بنائی گئی۔

viii. آگاہی کو اجاگر کرنے کے لئے سٹیج تھیٹر پیش کئے گئے۔

ix. پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام کی ویب سائٹ کا آغاز کیا گیا۔

x. معلوماتی، تعلیمی اور ترسیلی مواد کو نہ صرف بنایا گیا بلکہ اس کی تقسیم بھی کی گئی۔
xi. این جی اوز کے نمائندوں کے لئے مختلف تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا اور ان کے ذریعے لوگوں کو HIV سے آگاہی کے پیغامات دیئے گئے۔
xii. HIV/AIDs کے مریضوں کو بہتر ماحول فراہم کرنے کی کوشش کے لئے آگاہی بڑھائی گئی اور رابطوں کو استوار کیا گیا۔
xiii. HIV/AIDs کے لئے ایک صوبائی پارلیمانی فورم کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xiv. HIV/AIDs کے لئے ایک صوبائی کمیٹی برائے وکالت (Task Force & TACA) کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xv. صحت کے لئے بین المذاہب کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔
xvi. مذہبی رہنماؤں کی تربیت کے لئے دس اضلاع میں ورکشاپس کا اہتمام کیا گیا۔
xvii. تعلیمی اداروں کے ساتھ تعاون بڑھایا گیا تاکہ ان اداروں میں HIV/AIDs کے بارے میں شعور اجاگر کیا جاسکے۔
xviii. پرائیویٹ بلڈ بنکوں کے ساتھ آگاہی سیمینار کا انعقاد۔
xix. پرائیویٹ ہسپتالوں میں ساتھ آگاہی سیمینار کا انعقاد۔
xx. تعلیمی اداروں میں ایڈز کی آگاہی کے لئے سیمینار منعقد کئے گئے۔

(ب) پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام ہمیشہ سے HIV/AIDs کے حوالے سے جدید تحقیق سے مستفید ہونے کے لئے سرگرم رہا ہے۔اس سلسلے میں HIV/AIDs Surveillance Project نے NACP اور PACP کے ساتھ مل کر 2004-08 تک متعدد تحقیقی ریسرچ کیں۔

یہ تحقیقات سرنج کے ذریعے نشہ آور ادویات کا استعمال، مرد اور خواتین جسم فروش اور ہیجڑوں میں کی گئیں۔ان کا مقصد ان افراد میں HIV/AIDs تناسب دیکھنا تھا۔

ان تحقیقات کے نتائج سے یہ بات سامنے آئی کہ ان گروہوں میں اس بیماری کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔اس کی بناء پر پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام نے اپنے Service Delivery Package کا آغاز کیا ہے تاکہ معاشرہ ان گروہوں کو بہتر سہولیات کی فراہمی یقینی بنا سکے۔ اس کے علاوہ مخصوص گروہوں کے خطرناک روّیوں کے بارے میں بھی تحقیق کی گئی جس میں مفید اور اہم معلومات فراہم کی گئیں اور ان معلومات کی بنیاد پر احتیاطی لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔

HASP کے ذریعے مختلف علاقوں کا تعین ہوا۔جہاں پر یہ مرض اثرانداز ہو رہا ہے مثلاً یہ پتا لگایا کہ سرگودھا میں IDUs کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے جن میں HIV وائرس کا تناسب کافی زیادہ ہے۔پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام کی اس امر کی نشاندہی سے ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں HIV/AIDs ٹریٹمنٹ سنٹر کا آغاز کیا جس میں بیشتر افراد کا تعلق IDUs گروپ کے ساتھ ہے۔

WHO کی Guidelines پر مکمل طور پہ عمل کیا جاتا ہے۔مرض کی تشخیص کے بعد مریض کو ادویات شروع کرنے کے لئے جو مختلف ٹیسٹ (جو کہ CD4 اور Viral Load ٹیسٹ کہلاتے ہیں) کے ذریعے کیا جاتا ہے۔اس کی سطح کا تعین جدید تحقیق کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

ادویات میں جدید رجحانات کو مدنظر رکھا جاتا ہے جن ادویات کے زیادہ منفی اثرات ہو رہے ہیں ان کی جگہ بہتر ادویات کا استعمال کیا جا رہا ہے۔جدید طریقوں سے کوشش کی جا رہی ہے کہ مریض اپنی ادویات کے استعمال میں ثابت قدم رہیں اس کے لئے مشاورت کے مختلف طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں۔کوشش کی جاتی ہے کہ مریضوں کی کسی صورت دل آزاری نہ ہو اور ان کی شناخت بلا اجازت ظاہر نہ کی جائے۔ تحقیق سے ظاہر ہوا ہے کہ جو مریض دلبرداشتہ ہو جاتے ہیں وہ مرض کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔

## آر ایچ سی ہڑپہ ساہیوال کا رقبہ و دیگر تفصیلات

*3211: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آر ایچ سی ہڑپہ (ساہیوال) کتنے رقبہ پر کب تعمیر ہوا؟

(ب) اس میں ڈاکٹر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں کتنی خالی کب سے ہیں؟

(ج) اس آر ایچ سی کو سال 08۔2007 اور 09۔2008 کے دوران کتنی گرانٹ سالانہ ادویات اور دیگر مدات کے لئے فراہم کی گئی ہے؟

(د) کیا حکومت اس ہسپتال میں ڈاکٹروں کی خالی اسامیاں پُر کرنے اور ضرورت کے مطابق ادویات فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) آر ایچ سی ہڑپہ (ساہیوال) کا رقبہ 6 ایکڑ ہے اور یہ 1984 میں تعمیر ہوا۔

(ب) آر ایچ سی ہڑپہ میں ڈاکٹرز کی 4 اسامیاں موجود ہیں اور تمام ڈاکٹرز کام کر رہے ہیں۔

(ج) مالی سال 08-2007 اور 09-2008 کے دوران دی گئی گرانٹ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

| | مالی سال 08-2007 | 2008-09 |
|---|---|---|
| ادویات | -/500000 روپے | -/500000 روپے |
| Contingent | -/670000 روپے | -/750000 روپے |
| سالانہ مرمت | -/75000 روپے | -/110000 روپے |
| پے اینڈ الاؤنس | -/5242000 روپے | -/6620000 روپے |

(د) ڈاکٹروں کی تمام اسامیاں پُر ہیں نیز حکومتی پالیسی اور ہسپتال کی ضرورت کے مطابق ادویات فراہم کی جا رہی ہیں۔

## چلڈرن ہسپتال لاہور۔ بچوں کی ہارٹ سرجری میں حائل مسائل

*3309: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال فیروز پور روڈ لاہور میں دل کے مریض بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے، اگر کی جاتی ہے تو روزانہ کتنے بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے جنوری 2008 سے اب تک کتنے بچوں کے آپریشن کئے گئے، اس کی تفصیل ایوان کو فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بچوں کی ہارٹ سرجری کے لئے ڈاکٹرز / ہسپتال انتظامیہ چھ چھ ماہ کا ٹائم دیتے ہیں اور اتنے طویل عرصہ کا ٹائم دینے پر کئی معصوم بچے آپریشن کے انتظار میں وفات بھی پا جاتے ہیں؟

(ج) اگر درج بالا سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں تو جن وجوہات اور مسائل کی بناء پر آپریشن کے لئے طویل عرصے کا وقت دیا جاتا ہے کیا حکومت ان مسائل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیراعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) یہ درست ہے کہ چلڈرن ہسپتال میں دل کے مریض بچوں کی ہارٹ سرجری کی جاتی ہے۔ ایک ہفتے میں چار دن ہارٹ سرجری کے لئے مختص ہیں جن میں اوسطاً آٹھ بچوں کا آپریشن

ہوتا ہے۔جنوری2008 سے اب تک540 بچوں کی ہارٹ سرجری کی گئی ہے جن میں سے 260 مریضوں کی (close) کلوز ہارٹ سرجری ہوئی اور290 مریضوں کی (open)اوپن ہارٹ سرجری ہوئی ہے۔

(ب) چونکہ اوپن ہارٹ سرجری کے لئے چلڈرن ہسپتال پاکستان بھر میں گورنمنٹ سیکٹر میں واحد ادارہ ہے اور ایک ادارہ پورے ملک کے مریض بچوں کی اوپن ہارٹ سرجری کے لئے ناکافی ہے۔اس وجہ سے تقریباً1800 بچےwaiting list پر موجود ہیں تاہم انتظار کرنے والے بچوں کا ایمرجنسی کی صورت میں فوراً داخلہ کر کے آپریشن کیا جاتا ہے۔

(ج) اس وقت ملک میں بچوں کی ہارٹ سرجری کرنے والے ٹرینڈ میڈیکل اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کمی ہے جسے پورا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔مزید برآں تمام ملک کی آبادی کو یہ سہولت بروقت بہم پہنچانے کے لئے ملکی سطح پر مزید ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

## خواتین کے الٹراء ساؤنڈ کے لئے لیڈی ڈاکٹر کی تعیناتی

*3319:ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا:کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں الٹراء ساؤنڈ کی سہولت موجود ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا الٹراء ساؤنڈ کی ڈیوٹی مرد / خواتین کے لئے صرف مرد ڈاکٹر انجام دیتے ہیں یا مردوں کے لئے مرد ڈاکٹر اور خواتین کے لئے خاتون ڈاکٹر سرانجام دیتی ہیں؟

(ج) اگر جواب نہ میں ہے تو کیا حکومت الٹراء ساؤنڈ کے لئے مرد اور خاتون ڈاکٹر کا علیحدہ انتظام کرنے کو تیار ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) جی ہاں!صوبہ پنجاب کے تمام ٹیچنگ، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں اور تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں میں الٹراء ساؤنڈ کی سہولت موجود ہے۔

(ب) جی ہاں!یہ درست ہے کہ الٹراء ساؤنڈ کرنے کی ڈیوٹی مرد اور خواتین ڈاکٹرز سرانجام دیتے ہیں۔تاہم یہ کوشش ضرور کی جاتی ہے کہ خواتین کا الٹراء ساؤنڈ ترجیحاً لیڈی ڈاکٹر ہی سرانجام

دے۔جہاں لیڈی ڈاکٹر تعینات نہ ہو وہاں خواتین کا الٹراء ساؤنڈ نرس کی موجودگی میں مرد ڈاکٹر سرانجام دیتا ہے۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ خواتین کا الٹراء ساؤنڈ ترجیحاً لیڈی ڈاکٹرز ہی سرانجام دیتی ہیں، تاہم الٹراء ساؤنڈ ٹیسٹ کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ الٹراء ساؤنڈ کرنے کے لئے اس میں مہارت رکھنا بہت اہم ہے، فی الحال لیڈی ڈاکٹرز جو الٹراء ساؤنڈ کی مہارت رکھتی ہوں اور اس میں تربیت یافتہ بھی ہوں کی تعداد محدود ہے۔اس بناء پر فی الوقت صوبہ کے تمام ہسپتالوں میں خواتین کا الٹراء ساؤنڈ لیڈی ڈاکٹروں کے ذریعے کرنا ممکن نہ ہے۔

## سال 09۔2008 سروسز ہسپتال لاہور کے لئے رکھے گئے فنڈز و دیگر تفصیلات

*3322: چودھری محمد اسد اللہ: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سروسز ہسپتال لاہور میں سال 09-2008 میں ہسپتال کے Wards کے بیڈز کی مرمت کے لئے کتنی رقم رکھی گئی؟

(ب) کیا ہسپتال انتظامیہ سرجیکل سپیشل وارڈ کے بیڈز کے فوم بدلنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہسپتال ہذا کے وارڈز کے باتھ رومز کی ٹوٹیاں اکثر خراب رہتی ہیں اور ان کی مرمت وغیرہ نہیں کی جاتی؟

(د) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ہسپتال انتظامیہ مذکورہ مسائل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اعلیٰ (میاں محمد شہباز شریف):

(الف) سروسز ہسپتال کے وارڈز کے بیڈز کی مرمت کے لئے سال 09-2008 میں -/1250000 روپے رکھے گئے۔

(ب) جی ہاں! سروسز ہسپتال کی انتظامیہ ہر سال پرانے اور ناکارہ ہو جانے والے فوم میٹرس تبدیل کرتی ہے۔پچھلے سال 203 فوم میٹریس تبدیل کئے گئے جبکہ سرجیکل سپیشل وارڈ کو 10 فوم میٹریس ملے (وارڈ کے کل بیڈز کی تعداد 30 ہے) اس سال بھی 110 مزید فوم میٹریس مختلف وارڈز کی ڈیمانڈ کے مطابق تبدیل کئے گئے۔اس سال اگست میں نئے مالی سال

کے بجٹ کی منظوری کے بعد مزید فوم میٹریس بدلے جائیں گے اور سرجیکل سپیشل وارڈ کو ترجیح دی جائے گی۔

(ج) جی نہیں! جب کبھی باتھ رومز کی ٹوٹیاں خراب ہوں، وہ تبدیل یا مرمت کر دی جاتی ہیں۔

(د) ہسپتال انتظامیہ مذکورہ بالا مسائل وقتاً فوقتاً حل کرتی رہتی ہے۔

**رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان:** جناب سپیکر!۔۔۔

**جناب سپیکر:** آپ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ جب Question Hour ختم ہو گا تو میں فوری بھاگ کر اندر جاؤں گا۔

**محترمہ رفعت سلطانہ ڈار:** جناب سپیکر!۔۔۔

**جناب سپیکر:** محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

**رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان:** جناب سپیکر! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ BHUs دیہاتوں میں بنائے گئے تھے ان کو ختم کیا جا رہا ہے، اس وجہ سے کہ پنجاب حکومت کے پاس ڈاکٹروں کی تعداد بہت کم ہے۔ جن ڈاکٹروں کو appointment ملتی ہے تو وہ دیہاتوں میں جانا پسند نہیں کرتے، اس کے alternate بندوبست یہ کیا جا رہا ہے کہ Mobiles Vans بنائی جا رہی ہیں اور Mobiles Centres بنائے جا رہے ہیں۔ ان دیہاتوں اور چوک میں یونین کونسل level پر ایک rotation پروگرام ہو گا جس کے تحت وہ لوگوں کو health facilities فراہم کریں گے۔

جناب سپیکر! میری یہ submission ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب آپ کے توسط سے بتائیں کہ کیا حکومت اس قسم کا کوئی ارادہ رکھتی ہے اگر ارادہ رکھتی ہے تو اس کا طریق کار اور alternate کیا ہو گا جو بنیادی ہیلتھ مراکز ختم ہوں گے ان کی property کو کیسے utilize کریں گے؟ کیونکہ یہاں پر گورنمنٹ کا کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

**جناب سپیکر:** جی، کوئی ایسی بات ہے؟

**پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت (ڈاکٹر سعید الٰہی):** جناب سپیکر! یہ بالکل غلط فہمی ہے کیونکہ کوئی BHUs ختم کر رہے ہیں اور نہ ہی RHCs ختم کر رہے ہیں بلکہ ان کے لئے ڈاکٹروں کا پبلک سروس کمیشن کے ذریعے امتحان ہو رہا ہے، ان کی تعیناتیاں کی جا رہی ہیں اور اس facility کو strength کرنے

کے لئے ہم نے Mobile Health Units منگوائے ہیں جن کا BHUs سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی وہ ختم کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ شکریہ

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میرا ابھی سوال ہے۔

جناب سپیکر: اب Question Hour ختم ہو چکا ہے۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال کرنا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ضمنی سوال کس چیز کا؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! BHUs کے بارے میں جو بات ہو رہی ہے تو مہربانی کر کے میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈار صاحبہ کی بات سننے دیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! ان کے بعد پھر میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: چلیں، ان کے بعد پھر آپ کو floor دیں گے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! Monday سے اسمبلی کی لفٹ خراب ہے۔ اس پر وزراء، پارلیمانی سیکرٹری اور نہ ہی کسی ایم پی اے کی نظر پڑی ہے کیونکہ میں ہی آتی جاتی تھی۔ میں ہی بیمار عورت ہوں تو کیا لفٹ ٹھیک کرنے کے لئے کوئی انجینئر available ہے یا نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی، کون سی لفٹ؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! اسمبلی کی لفٹ خراب ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، اس کو جلدی ٹھیک کرواتے ہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! BHUs کے بارے میں بات کرنا چاہ رہا تھا جو کہ miss ہو گئی ہے۔ ان کے بارے میں، میں نے بات کرنی ہے۔ BHUs کی upgradation کی بات ہو رہی ہے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ possible نہیں ہے۔ ملتان میں ہم نے NGOs کے ساتھ مل کر ان کی upgradation کی ہے اور بہت اچھے ہسپتال بن گئے ہیں۔ وہاں پر ہم نے EDOs کے ساتھ مل کر

ڈاکٹروں کے لئے actions لئے ہیں اور اس وقت وہاں پر ڈاکٹر بھی کام کر رہے ہیں اور ادویات بھی مل رہی ہیں۔ ہم اچھی باتوں کی نشاندہی نہیں کرتے اور ہمیشہ بُری باتوں کی کرتے ہیں۔

## توجہ دلاؤ نوٹس

**جناب سپیکر:** جی، آپ کی بڑی مہربانی، اب توجہ دلاؤ نوٹس لیتے ہیں۔

**انجینئر شہزاد الٰہی:** جناب سپیکر!۔۔۔

**جناب سپیکر:** جی۔

**انجینئر شہزاد الٰہی:** جناب سپیکر! حالات اتنے خراب ہوگئے ہیں کہ ہمارے پنجاب کے شہر لاہور سے لوگ اب جہاز کے ذریعے لٹک کر اس ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اگر آپ دیکھیں تو آج کے اخبار میں ایک نمایاں خبر ہے کہ غربت سے تنگ شخص سات بچے فروخت کرنے کے لئے پریس کلب پہنچ گیا۔ میری آپ کے توسط سے اس ایوان اور آپ سے التماس ہے کہ خدارا انور اکشتی چھوڑی جائے اور پنجاب کے غریبوں کے حقوق کے بارے میں کوئی بات کی جائے۔

**جناب سپیکر:** جی، پہلا توجہ دلاؤ نوٹس چودھری ظہیر الدین خان صاحب کا ہے۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب کہاں ہیں؟

**محترمہ سیمل کامران:** جناب سپیکر! اس کو pending کر دیں یا میں on his behalf لے لیتی ہوں۔

**جناب سپیکر:** آج انہوں نے پڑھنا تھا۔ یہ pending ہوگا اور نہ ہی Article-65 اس کی اجازت دیتا ہے۔

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):** جناب سپیکر!۔۔۔

**جناب سپیکر:** جی، وزیر قانون!

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان):** جناب سپیکر! اگر قائد حزب اختلاف اسمبلی چیمبرز میں موجود ہیں تو آپ دوسرا توجہ دلاؤ نوٹس پہلے take up کر لیں اور بعد میں اس کو کر لیں۔

**جناب سپیکر:** جی، اگر وہ اس دوران آ گئے تو اس کو take up کر لیں گے۔ جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ! آپ کا توجہ دلاؤ نوٹس ہے۔

## قصور۔ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر کانسٹیبل کی ہلاکت کی تفصیلات

**محترمہ ساجدہ میر**: جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 18۔جنوری 2011 کی ایک "مؤقر اخبار" کی خبر کے مطابق ضلع قصور ڈھولن روڈ کھڈیاں پر ڈاکوؤں نے مزاحمت پر پولیس کانسٹیبل محمد اسلم کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا ہے؟

(ب) اس کا مقدمہ کس تھانہ میں کن کن دفعات کے تحت درج ہوا ہے؟

(ج) آج تک اس سلسلہ میں پولیس نے کیا کارروائی کی ہے؟

(د) کوئی ملزم گرفتار ہوا ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

**جناب سپیکر**: جی، وزیر قانون!

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان)**: جناب سپیکر! توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 630/11 ہے۔

(الف) یہ غلط ہے کہ مذکورہ کانسٹیبل دوران ڈکیتی جاں بحق ہوا۔ درحقیقت محمد اسلم مقتول کا ASI جمیل وغیرہ کے ساتھ ایک پلاٹ کا تنازعہ تھا جس کے نتیجے میں کانسٹیبل محمد اسلم کو قتل کر دیا گیا۔

(ب) اس قتل کا مقدمہ تھانہ کھڈیاں میں زیر دفعہ 302/34 ت پ مورخہ 17۔جنوری 2011 درج ہو چکا ہے۔

(ج) ملزم مقبول گرفتار ہو چکا ہے جبکہ جمیل فرار ہے جس کے لئے ریڈ کئے جا رہے ہیں اور بذریعہ special team چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

(د) ملزم مقبول گرفتار ہے جبکہ ملزم جمیل فرار ہے اور تیسرا نامعلوم ملزم بھی ابھی تک گرفتار نہیں کیا جا سکا۔

**جناب سپیکر**: جی، محترمہ ساجدہ میر صاحبہ!

**محترمہ ساجدہ میر**: جناب سپیکر! ان ملزمان کو گرفتار کرنے میں کتنا ٹائم لگ سکتا ہے اگر وہ فرار ہیں اور قتل کر کے فرار ہی ہوتے جائیں گے تو اس کا مطلب ہے کوئی بھی نہیں پکڑا جائے گا؟

**جناب سپیکر**: جی، ایک تو پکڑا گیا ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! ہم پولیس کو اتنی زیادہ تنخواہیں اس لئے دیتے ہیں کہ یہاں پر جو جرائم کرتے ہیں، جرائم کرنے والوں کو گرفتار بھی کیا جائے، ان کی تفتیش بھی کی جائے اور ان کو گرفتار کر کے لایا بھی جائے۔ اگر باقی جو گرفتار نہیں ہیں بعد میں مک مکا کر کے آ جائیں تو اس قتل کا کیا رزلٹ نکلے گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس مقدمہ کا جو ایک main ملزم ہے وہ گرفتار ہو چکا ہے، دوسرے ملزمان کی گرفتاری کے لئے مقامی پولیس بھرپور کوشش کر رہی ہے اور انشاء اللہ جلد ان کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چودھری ظہیر الدین خان صاحب آ گئے ہیں؟ نہیں آئے۔ چلیں! پھر توجہ دلاؤ نوٹس نمبر 626/11 کو dispose of کیا جاتا ہے۔

## تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ) اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

### حلقہ پی پی۔125 ایس ایچ او تھانہ صدر کا معزز ممبر اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز روّیہ

چودھری طاہر محمود ہندلی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں پی پی۔125 سے ایم پی اے منتخب ہوا ہوں۔ میرے ماموں کا کچھ تنازع زمین رشتہ داروں کے ساتھ عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے، جس میں، میں بھی کھاتہ دار ہوں۔ زمین کی کٹائی کا معاملہ تھا۔ ہم نے کھاتہ دار ہوتے ہوئے بھی مقامی پولیس کو کہا کہ دوسری پارٹی کٹائی کر لے مگر مشین ہماری زمین یا ڈیرا سے نہ گزاری جائے۔ جس کو مقامی پولیس نے تسلیم کیا بلکہ میں نے SHO رانا ندیم آصف کو کہا کہ میں اور میرا ماموں اشٹام لکھ کر دینے کو تیار ہیں اور اس بابت متعدد بار میرا SHO صدر سے رابطہ بھی ہوا مگر اس کے باوجود SHO صدر رانا آصف ندیم مورخہ 10-12-28 بوقت 10 بجے صبح مع کافی تعداد میں پولیس ملازمین میرے ڈیرا پر آ گئے اور مشین میرے ڈیرا پر سے گزارنے کی کوشش کی۔ میرے ماموں عطا میر اں اور میرے بھائی عنایت قادر نے ایسا کرنے سے منع کیا تو SHO جنہوں نے بھاری رقم وصول کی تھی میرے ماموں اور بھائی کو طمانچے مار کر اٹھا کر سرکاری

گاڑی پولیس میں ڈال کر تھانہ لے گئے۔ میں بھی موقع پر پہنچ گیا۔ میں نے احتجاج کیا، آپ زیادتی کر رہے ہو۔ SHO کہنے لگے کہ عدالت عالیہ کا حکم ہے۔ میں نے کہا کہ کٹائی ضرور کرائیں مگر ہماری زمین اور ڈیرا سے مشینیں نہ گزاریں میرے ماموں اور بھائی کو چھوڑ دیں۔ SHO نے مجھے دھکے مارے اور میرے ساتھ بھی بدتمیزی کی۔ جس کو وہاں پر موجود ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور زبردستی مشینیں میرے ڈیرا پر سے گزار کر لے گئے۔ جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میرے ماموں اور میرے بھائی پر زبردست تشدد کیا اور اُلٹا ہمارے خلاف مقدمہ درج کر لیا جبکہ میرے ماموں اور بھائی کو زخمی بھی کیا جس کا نتیجہ ڈاکٹری بھی موجود ہے۔ SHO کی اس حرکت سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کا ابھی نوٹس موصول ہوا ہے تو اس کا جواب next week تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، اس کو next week میں 25۔تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔

## تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ محترمہ ساجدہ میر صاحبہ کی تحریک التوائے کار نمبر 20/11 ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے۔ رانا صاحب! اس کا جواب آیا ہے؟

### صوبہ میں خواتین کے لئے مزید الگ جیلیں تعمیر کرنے کا مطالبہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 20/11 ہے۔ یہ درست ہے کہ خواتین کے لئے صوبہ بھر میں صرف ایک خواتین جیل ملتان میں ہے اور اس میں 61 قیدی حوالاتی خواتین مقید ہیں جہاں پر لیڈیز سٹاف تعینات ہے۔ جس میں سپرنٹنڈنٹ جیل، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ، جیل اسسٹنٹ، سپرنٹنڈنٹ جیل اور دیگر لیڈیز سٹاف کام کر رہا ہے۔ اصل صورتحال یہ ہے کہ ایسی خواتین جو کہ بطور حوالاتی ہیں اور ان کے کیس مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں ان کے

لئے انہیں اپنے ضلع کی جیل میں رکھا جاتا ہے اور ان کے لئے جیل میں ایک علیحدہ portion مختص کیا جاتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔ سنٹر جیل لاہور میں 105 خواتین مقید ہیں یا حوالاتی ہیں، سنٹرل جیل گوجرانوالہ 49، سنٹرل جیل ساہیوال 49، ڈسٹرکٹ جیل قصور 13، ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ 17، ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ 57، سنٹرل جیل، راولپنڈی 128، ڈسٹرکٹ جیل اٹک 6، ڈسٹرکٹ جیل گجرات 24، ڈسٹرکٹ جیل جہلم 10، سنٹرل جیل میانوالی 13، ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد 66، ڈسٹرکٹ جیل جھنگ 16، ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا 19، ڈسٹرکٹ جیل شاہ پور 10، ڈسٹرکٹ جیل ٹوبہ ٹیک سنگھ 4، سنٹرل جیل بہاولپور 12، سنٹرل جیل ڈیرہ غازی خان 5، ڈسٹرکٹ جیل بہاولنگر 6، ڈسٹرکٹ جیل رحیم یار خان 18، ڈسٹرکٹ جیل وہاڑی 10 اور یہ بھی درست نہ ہے کہ وہاں مرد حضرات تعینات ہیں بلکہ سنٹرل اور ڈسٹرکٹ جیلوں میں لیڈیز سپرنٹنڈنٹ اور لیڈیز اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل تعینات ہیں۔ اس کے علاوہ لیڈیز وارڈنز بھی تعینات ہیں جہاں مرد حضرات کا داخلہ قطعاً ممنوع ہے۔ یہ بھی درست نہ ہے کہ انہیں ہراساں کر کے غلط کاموں کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ ان خواتین پر کسی قسم کا کوئی تشدد کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان خواتین نے کبھی عملہ جیل کے متعلق اس قسم کی کوئی شکایت کی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! جواب تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ اس سے پہلے بھی میری تحریک التوائے کار میں تھا کہ لاہور کی دو جیلیں ہیں جس طرح کیمپ جیل ہے اس میں تعداد سے زیادہ قیدی ہیں۔ اسی طرح کوٹ لکھپت سنٹرل جیل میں بھی قیدیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اگر کیمپ جیل کو خواتین کی جیل بنا دیا جائے تو کیا یہ اچھا نہیں ہوگا؟ جو کیمپ جیل ہے اس کے متبادل رائے ونڈ روڈ پر سرکاری اراضی پر ایک نئی جیل بنا دی جائے۔ اسی طرح اٹک اور راولپنڈی، سرگودھا، فیصل آباد اور جو دوسرے اضلاع ہیں اگر وہاں پر بھی الگ جیلیں بن جائیں اور پولیس کے جو اتنے سینئر افسران موجود ہیں ان کو وہاں تعینات کیا جائے تو بہتر ہے۔ وہاں پر عورتوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک ہوتا ہے جہاں پر مرد سپرنٹنڈنٹ جیل ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات سُن لی ہے۔ اب محترمہ ثمینہ خاور حیات کی تحریک التوائے کار نمبر 988 ہے۔ یہ پڑھی جا چکی ہے، اس کا جواب آگیا ہے؟

## چیچہ وطنی کے علاقے کی رہائشی دو لڑکیوں کا اغواء، زیادتی اور متاثرہ خاندان کا اعلیٰ حکام سے انصاف کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 988 ہے۔ مستغیث نے درخواست دی کہ مورخہ 13.04.10 کو گھر سے باہر تھا۔ میری بیٹی سیاں بی بی گھر پر تھی کہ مسماۃ ستاں بی بی زوجہ ستار میرے گھر آئی اور میری بیٹی سیاں بی بی کو کپڑے خریدنے کے بہانے اڈا اقبال نگر لے گئی۔ میری بیوی مسماۃ کنیزہ بی بی نے دختر م کو 9 ہزار روپے بھی دیئے۔ شام کو گھر آیا تو بیٹی گھر واپس نہ آئی تو گواہان غازی محمد اور خدا بخش نے بتلایا کہ ملزمان نصیر، نور محمد، منظور حسین، زاہد اقبال، غلام شبیر اور ستاں بی بی نے مسماۃ سیاں بی بی کو باسواری ویگن اڈا اقبال نگر جاتے دیکھا ہے۔ جب بذریعہ پنچایت مسماۃ سیاں بی بی کا مطالبہ کیا تو وعدہ وعید کر کے انکاری ہو گئے۔ مورخہ 19.11.10 کو مسماۃ سیاں بی بی ملزمان کے چنگل سے آزاد ہو کر گھر آئی تو اس نے بتایا کہ ملزمان مجھے خریداری کے بہانے میاں چنوں لے گئے اور L 44/15 میں گلو کے گھر جا کر شبیر عرف شبو، نور محمد میرے ساتھ زیادتی کرتے رہے اور کچھ کاغذات پر دستخط بھی کروائے۔ پھر شبیر چوری کے مقدمہ میں گرفتار ہوا تو نور محمد زیادتی کرتا رہا اور جبکہ دیگر ملزمان نگرانی کرتے رہے۔ اس درخواست پر مقدمہ نمبر 457/10 مورخہ 10-12-10 بجرم 365/D ت پ تھانہ شاہ کوٹ درج ہوا۔ تفتیش عمل میں لائی گئی دوران تفتیش منظور، شبیر، زاہد اقبال، نصیر ملزمان نے اپنی عبوری ضمانت بتقرر 3-1-2011 تک کروائی، شامل تفتیش و پیش ہوئے۔ مدعی اپنے موقف پر قائم رہا کہ ملزمان نے مسماۃ سیاں بی بی کو زبردستی اغواء کیا ہے۔ ایف آئی آر میں وقوعہ 13-4-10 کا بیان ہوا ہے۔ مدعی نے مقدمہ 10-12-10 کو درج کروایا جو کہ تقریباً آٹھ ماہ بعد درج ہوا۔ پنوں مستغیث نے آٹھ ماہ تک مقدمہ اس لئے درج نہ کروایا کہ اس کو علم تھا کہ اس کی بیٹی مسماۃ سیاں نے از خود مسمی شبیر عرف شبو سے نکاح کیا ہے۔

جناب والا! اس مقدمے کی تفتیش ہو رہی ہے تو اس میں دوران تفتیش اصل حالات مقدمہ اس طرح سے پائے گئے ہیں کہ مسماۃ سیاں پنوں مستغیث کی بیٹی از خود کچہری چیچہ وطنی گئی اور مورخہ 17-04-10 کو اپنا بیان حلفیہ تحریر کروایا اور مورخہ 18-04-10 کو قاری محمد افضل ولد فضل دین سکنہ چیچہ وطنی سے اپنا نکاح پڑھوایا جس کی تصدیق کروائی گئی جو درست ثابت ہوا۔ مسماۃ سیاں اپنی مرضی سے تقریباً آٹھ ماہ شبیر اور شبو کے گھر آباد رہی پھر 28-04-10 کو ہائیکورٹ ملتان بنچ پیش ہو کر رٹ کی کہ

میں نے اپنی مرضی سے شبیر عرف شبو سے نکاح کیا ہے۔ والد مسمی پنوں دیگر گواہان بذریعہ ایف آئی آر ہراساں کر رہے ہیں۔ یہ مورخہ 28-04-10 اور مورخہ 11-05-10 کو خود پیش ہوئی اور اس بات کی تصدیق ہوئی۔ ان حالات کے بغیر پنوں مستغیث نے ایک پنچایت دربار پیاں سندھیلہ والی اکٹھی ہوئی جس میں فیصلہ ہوا کہ مسماۃ سیاں بی بی کے بدلے مسمی شبیر عرف شبو اپنی ہمشیرہ کا رشتہ دے جو پنوں مستغیث نے مسمی شبیر عرف شبو کی ہمشیرہ کا نکاح اپنے قریبی عزیز امجد اقبال کے ساتھ کر دیا۔ مسمی پنوں مستغیث مسماۃ۔۔۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات**: جناب والا! آواز نہیں آ رہی۔

**جناب سپیکر**: وہ کہہ رہی ہیں آواز نہیں آ رہی۔

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان)**: جناب سپیکر! مائیک سسٹم پر تو میرا اختیار نہیں ہے۔ اگر یہ کہیں تو اس کے جواب کی کاپی میں ان کو بھیج دیتا ہوں یہ اس کو پڑھ لیں۔

**جناب سپیکر**: پڑھ لیں گی۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات**: جناب سپیکر! آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟

**جناب سپیکر**: میں بھی سمجھتا ہوں اور آپ بھی ان باتوں کو سمجھتی ہیں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات**: جناب والا! یہ اس کے جواب کی کاپی بھیج دیں میں اس کو پڑھ لیتی ہوں اس پر comment تو نہیں ہو سکتا۔

**جناب سپیکر**: جی، اس کے جواب کی کاپی ان کو دے دیں یہ پڑھ لیں گی۔ اگلی تحریک بھی آپ کی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 1003/10 بھی آپ کی ہے۔ وزیر قانون صاحب! اس کا جواب آیا ہے؟

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان)**: جواب آ گیا ہے۔

**جناب سپیکر**: اس کا جواب آپ غور سے سن لیں۔

## پنجاب کی گرین ٹریکٹر سکیم میں بے ضابطگیوں کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

**وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان)**: جناب والا! تحریک التوائے کار نمبر 1003/10 کا جواب ہے کہ یہ بات بہت حد تک درست نہ ہے کہ گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 میں بڑے پیمانے پر

بے ضابطگیاں ہوئی ہیں۔ بے ضابطگیوں کی یہ خبر پاکستان آڈیٹر جنرل کی گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 کی رپورٹ کی بنیاد پر ہے۔ محکمہ زراعت نے اس رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد ایک محکمانہ کمیٹی تشکیل دی جس نے اس سکیم سے متعلقہ بے ضابطگیوں کی تحقیقات کیں جو کہ مذکورہ رپورٹ میں پیش کئے گئے تھے۔اس تحقیقاتی رپورٹ میں سکیم کے طریق کار سے متعلقہ معمولی نوعیت کی بے ضابطگیوں procedural lapses کی نشاندہی کی گئی ہے۔ محکمانہ تحقیقاتی کمیٹی نے آڈٹ رپورٹ میں نشان زدہ ضلعوں شیخوپورہ، گوجرانوالہ، لاہور اور ملتان کے ریکارڈ کی انتہائی باریک بینی سے جانچ پڑتال کی جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ضلع/تحصیل کی سطح پر چند انتہائی معمولی نوعیت کی نادانستہ کوتاہیاں ہوئی ہیں لیکن subsidy کی ادائیگی میں کسی بھی قسم کی کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں تحصیل/ضلع کی سطح پر عوامی نمائندے بھی اس سکیم کی کارروائی میں مکمل طور پر شامل رہے۔آڈٹ ٹیم نے کچھ نکات کی تشریح غلط طور پر کی جیسے کوئی کسان جس نے پچھلے پانچ سال میں کسی بنک سے ٹریکٹر کے لئے قرضہ لیا ہو یا وہ کسی بنک کا نادہندہ ہو، وہ گرین ٹریکٹر سکیم میں شامل ہونے کا اہل نہیں ہے۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ پھر آپ کہتے ہیں ہمیں سنائی نہیں دیتا، خود باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): لیکن اگر کسی نے بنک سے ٹریکٹر کے علاوہ کسی قسم کا قرضہ لیا ہو اور وہ نادہندہ نہ ہو اور باقاعدگی سے اپنے قرض کی اقساط ادا کر رہا ہو تو وہ منظور شدہ طریق کار کے مطابق اس سکیم میں شامل ہونے کا اہل ہے لیکن آڈٹ ٹیم نے اس کو بھی بے ضابطگی میں شامل کیا ہے۔ گرین ٹریکٹر سکیم 09-2008 میں ایک ہی خاندان کے تین افراد نے گرین ٹریکٹر کی درخواست دی تھی لیکن قرعہ اندازی میں ایک ہی فرد کا نام نکلا لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ ایک ہی خاندان کے تین افراد کو ٹریکٹر دیئے گئے۔مزید یہ کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے اس معاملے کا نوٹس لیتے ہوئے وزیر زراعت پنجاب کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا پہلا اجلاس 11-01-2011 کو ہوا جس میں اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا گیا کہ اس سکیم میں کوئی مالی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! میرا mike تو on کروادیں۔

جناب سپیکر: mike تو on ہے، پیچھے سے آپ کو آوازیں زیادہ آتی ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! آپ کو پتا ہے کہ میری اپنی آواز بہت loud ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی، ایک ہی خاندان کا کوئی دوسرا تیسرا نام نہیں نکلا۔ یہ چیز جو میں نے اب آپ کی نظر سے گزاری ہے اور یہ پچھلے سال قصور میں بھی ہوا ہے۔ سابق چیف سیکرٹری جاوید محمود صاحب کی بیوی اور بیٹے کا اس سکیم میں نام نکلا تھا اور دونوں نے ٹریکٹر لئے تھے۔ یہ بے ضابطگیاں تو دو سالوں سے چلتی آ رہی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اب یہ بے ضابطگی ختم ہو گئی ہے اور اخبار میں یہ بات آئی ہے تو میں نے اس بات کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ مقدس ایوان ہے، میں اخبار کی خبر کو لے کر آئی ہوں، اس کے ساتھ اخبار بھی چسپاں کیا گیا ہے اور اگر اخبار کی رپورٹ غلط ہے تو پھر تردید کی جاتی لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ انکشافات ہو رہے ہیں۔ براہ مہربانی ان چیزوں پر نظر رکھیں اور ان چیزوں کو دیکھیں، جیسے چیف سیکرٹری صاحب کی بیوی ٹریکٹر لے سکتی ہے تو عام بندے کے لئے "مک مکا" کر کے پنجاب میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وہ disqualification میں نہیں آتے ہیں، competition ہے اس میں جو کوئی آ جائے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! جب چیف سیکرٹری اور باقی لوگ بھی بے ضابطگیاں کرتے ہیں۔۔۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں اس کی وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی کریں۔ اس پر اب بحث تو نہیں ہو سکے گی۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں تھوڑی سی اس کی explanation کر دوں؟

جناب سپیکر: نہیں، آپ explanation رہنے دیں۔ مہربانی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی کے لئے یہ عرض کروں کہ گرین ٹریکٹر سکیم کا جو competition ہے اس کی کمپیوٹر کے ذریعے قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جو لوگ competent ہیں وہ apply کر سکتے ہیں اور اس میں کسی کا بھی نام نکل سکتا ہے لیکن انہوں نے سابق چیف سیکرٹری جاوید محمود صاحب کے متعلق بات کی، یہ درست ہے کہ ان کی اہلیہ اور بیٹا شامل تھا، ان کے نام زمین تھی وہ apply کرنے کے حق دار تھے، انہوں نے apply کیا اور اتفاق سے ان کا ٹریکٹر

نکل آیا[*************]چیف سیکرٹری صاحب نے اپنا ٹریکٹر نکلنے کے باوجود بھی نہیں لیا، یہ disinformationہے۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب والا! یہ کس قسم کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں ؟۔۔۔

**جناب سپیکر:** نازیباالفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

**چودھری عامر سلطان چیمہ:** جناب والا! وہ دور تو کب کا ختم ہو چکا ہے اب ان کا دور شروع ہو چکا ہے۔ یہ اس دور کو کیوں نہیں بھولتے ؟[*************]

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** ہر بات پر[***] کہنا، میں ان کی[***] کیا کیا بتاؤں۔۔۔

**جناب سپیکر:** وہ الفاظ میں نے حذف کرادیئے ہیں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** کیا کیا بتاؤں ؟ بہت سی باتیں openہو جائیں گی۔ میرے پاس اس Houseکی proceedingکا ریکارڈ موجود ہے جو1991 میں رانا صاحب نے باتیں کی ہوئی ہیں[******]

**جناب سپیکر:** مہربانی۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:**[*****]

**جناب سپیکر:** آپ کی مہربانی۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:**[* ****]

**جناب سپیکر:** میں نے یہ الفاظ حذف کرادیئے ہیں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** انہوں نے کہا ہے میاں صاحب کاروبار کرتے تھے، میرے پاس اس بات کے proofموجود ہیں، یہ کیسے ہمیں[***] کہہ سکتے ہیں؟[*****]آپ کی بھی قیادت ہے۔آپ میرا mikeکھول دیں، میں آپ سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہی ہوں۔آپ میری بات سنیں ہر مرتبہ اٹھ کر ہمیں یہ کہہ دینا،[****] 1991 کی میرے پاس proceedingموجود ہے۔ہر بات پر[***] کہنا مناسب نہیں ہے،اگر ہم نے[****] واقعات floorپر بتائے تو بہت سی باتیں openہو جائیں گی۔

**جناب سپیکر:** میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرادیئے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! 1991 میں رانا صاحب نے اس ہاؤس میں جو باتیں کی تھیں ان کا ریکارڈ میرے پاس موجود ہے۔[********]

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی، تشریف رکھیں۔ میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرا دیئے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ کون ہوتے ہیں؟[******] میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہی ہوں، آپ میری بات سنیں۔[***************]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ بھی کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:[********]

جناب سپیکر: میں نے ان کے الفاظ بھی کارروائی سے حذف کر دیئے ہیں اور آپ کے بھی حذف کرتا ہوں۔ آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ اپنی قیادت کو برا بھلا کہنے والے لوگ آج ہمارے بارے میں باتیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ چھوڑیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں، مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات:[********]

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ایسے الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: آپ نے کل تو یہ الفاظ حذف نہیں کروائے تھے۔

جناب سپیکر: انہوں نے in good faith کہا تھا۔ آپ ایسی بات نہ کریں، انہوں نے غیر مہذب لفظ استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے آپ کے لئے نہیں بلکہ ساری اپوزیشن کے لئے بات کی تھی، آپ ایسی بات نہ کریں۔۔۔ میں نے کب اس کا notice لیا ہے؟

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** اگر یہ ہاؤس کا decorum خراب کریں گے تو ہمارے پاس بھی بہت مواد ہے۔

**جناب سپیکر:** آپ کی مہربانی، بہت شکریہ، تشریف رکھیں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** آپ وہ الفاظ حذف کرائیں۔

**جناب سپیکر:** میں نے وہ الفاظ حذف کرادیئے ہیں آپ تشریف رکھیں۔ میں اس معاملے پر بات نہیں سنوں گا۔

**میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:** جناب سپیکر!۔۔۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب سپیکر! [********]

**جناب سپیکر:** میں ایسی بات سنتا ہوں نہ کرتا ہوں، آپ کی مہربانی ہے، آپ تشریف رکھیں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** انہوں نے تو میاں صاحب کو بھی نہیں چھوڑا ہوا۔

**جناب سپیکر:** No, you are not allowed to speak یہ تمام الفاظ کارروائی سے حذف ہوں گے۔

**میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:** جناب سپیکر! پچھلے غیر جمہوری اور آمریت کے دور میں۔۔۔

**جناب سپیکر:** میجر صاحب! تشریف رکھیں۔ No point of order.

**میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:** جناب سپیکر! میں کوئی controversial بات نہیں کروں گا۔

**جناب سپیکر:** This is no point of order. This is no point of order. پلیز آپ ہاؤس کے ماحول کو خراب نہ کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

**جناب شاہ رخ ملک:** جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ جو مرضی اٹھ کر بات کرلے۔ ہم یہاں پر عوام کے مسائل کے حل کے لئے آئے ہیں، کسی کی کردار کشی کے لئے نہیں آئے لہذا ادھر عوامی مسائل لے کر آئیں۔

**جناب سپیکر:** جی، آپ کی بڑی مہربانی۔ میں کسی کو بھی کسی کی کردار کشی کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں کسی کی کردار کشی نہیں کروں گا۔ چیمہ صاحب نے کچھ remarks دیئے ہیں میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جمہوری ورکروں کے گھروں میں پولیس گھسی، میرے گھر میں پولیس گئی۔[***********]

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! انہیں یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں اور اس ہاؤس اور قوم سے معافی مانگنی چاہئے۔

جناب سپیکر: ان کے نازیبا الفاظ بھی حذف کئے جاتے ہیں اور آپ کے نازیبا الفاظ بھی حذف کئے جاتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ آج گجرات میں victimization کر رہے ہیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! یہ الفاظ حذف نہ کئے جائیں بلکہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: حضرت! آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: ہمیں بھی بات کرنی آتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ چٹ پٹی باتیں کرنے سے باز آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ آمریت کی پیداوار۔۔۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں ایسی باتیں نہیں سنتا۔ تحریک التوائے کار نمبر 956 عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میں نے بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: حضرت! تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ہم نے اسے بات نہیں کرنے دینی۔ ہمیں بھی پوائنٹ آف آرڈر دیں۔

جناب سپیکر: پلیز، آپ بیٹھیں۔ عامر سلطان چیمہ صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 956 ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

**جناب سپیکر:** میں آپ کا شکر گزار ہوں۔آپ تشریف رکھیں، بڑی مہربانی۔ دونوں صاحبان تشریف رکھیں۔آپ کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔عامر سلطان چیمہ صاحب!آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 956 پڑھی جا چکی ہے میں اس کا جواب لے رہا ہوں۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** یہ آپ کی بات نہیں مان رہے۔آپ انہیں ہاؤس سے نکال دیں۔

**جناب سپیکر:** آپ تشریف رکھیں۔میجر صاحب!آپ بھی تشریف رکھیں۔میجر صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔I warn

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب سپیکر!آپ صرف ہمیں ہی باہر نکال سکتے ہیں۔آپ ان کو بھی باہر نکالیں۔

**جناب سپیکر:** آپ تشریف رکھیں،آپ کیا کرتے ہیں؟ میں نے اپنے اختیار کو خود استعمال کرنا ہے آپ نے نہیں۔ رانا صاحب!پلیز آپ تشریف رکھیں۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد):** جناب سپیکر! مجھے بات کرنے دی جائے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے چور مچائے شور کے نعرے)

**جناب سپیکر:** رانا صاحب!تشریف رکھیں۔رانا صاحب!تشریف رکھیں۔رانا ارشد صاحب!میں آپ کو بار بار کہہ رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں،آپ تشریف رکھیں،آپ بات نہیں سن رہے؟

**جناب سعید اکبر خان:** پوائنٹ آف آرڈر۔

**جناب سپیکر:** سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ رانا صاحب!تشریف رکھیں۔ جی، سعید اکبر خان صاحب!

**جناب سعید اکبر خان:** جناب سپیکر!میری بڑی مؤدبانہ گزارش ہے کہ جب کسی معاملے میں سپیکر صاحب کسی ممبر سے یہ فرمائیں کہ وہ بیٹھ جائیں تو ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ جب ہم ہاؤس میں کھڑے ہوں تو ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بیٹھ جائیں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ آج ہماری گیلری میں ہمارے کالج یا کسی سکول کے سو، دو سو طالب علم یہاں موجود ہیں۔

**جناب سپیکر:** ہمارے مستقبل بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: وہ ہماری کارکردگی observe کرنے اور اس سے کچھ سیکھنے آئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری پوری قوم اور پورے پنجاب کے عوام کی نظریں ہم پر ہیں، ہمیں اپنے روّیوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم میں برداشت بھی ہے اور حوصلہ بھی ہے۔ میری یہی مؤدبانہ گزارش ہے کہ جب سپیکر کسی لفظ کو کارروائی سے حذف کر دیتا ہے تو پھر اس پر احتجاج کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا۔ میری دوسری بات یہ ہے کہ کوئی معزز ممبر جب بھی بات کرے تو وہ اس House کی کارروائی کو بھڑکانے کے لئے نہ کرے بلکہ اس کو calm and quiet طریقے سے چلانے کے لئے کرے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو شاباش دیتا ہوں، بہت اچھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ House smoothly چلے گا۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! اس ہاؤس کی کارروائی کو smoothly چلانے کے لئے رانا ثناء اللہ کو اپنے کہے ہوئے الفاظ پر معافی مانگنی چاہئے۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ الفاظ تو حذف کر دیئے گئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! جب ہمیں چھیڑا جاتا ہے تو پھر ہم احتجاج کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ایسی بات نہ کریں۔ میں تو ایسی باتوں کا خود notice لے لیتا ہوں۔ میں تو ایسی بات کو فوراً حذف کرا دیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 956 ہے۔ رانا صاحب! کیا اس کا جواب آیا ہے؟

## سابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کو وزیر اعلیٰ کی جانب سے سرکاری رہائش گاہ کی خلاف پالیسی الاٹمنٹ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! تحریک التوائے کار نمبر 956 کا جواب میں عرض کر دیتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کے مطابق ریٹائرڈ چیف جسٹس خواجہ محمد شریف کو ان کی security کے پیش نظر 3۔ ٹولنٹن لین، جی او آر۔I میں رہائش اختیار کرنے کی اجازت دی گئی جو کہ عارضی طور پر ہے۔ انہیں مستقل رہائش الاٹ نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! میری کچھ اور بھی تحاریک التوائے کار ہیں۔ میں نے ان کے جوابات کی کاپیاں کل طلب کی تھیں جس پر وزیر قانون صاحب نے کہا تھا کہ آپ مجھے ان تحاریک کی نشاندہی کر دیں تو میں ان کے جوابات کی کاپیاں دے دوں گا۔ میں آپ کی اجازت سے ان تحاریک التوائے کار کی نشاندہی کر دیتا ہوں مجھے ان کے جوابات کی کاپیاں مہیا کر دی جائیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! چودھری عامر سلطان چیمہ کو ان کی تحاریک التوائے کار کے جوابات کی کاپیاں دے دی جائیں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! بہت شکریہ

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوائے کار نمبر 6/11 ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اس کو کل تک کے لئے pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: چلیں، اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

محترمہ سیمل کامران: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! ذرا یہ بھی note کر لیا کریں کہ سارے دن میں آپ نے کتنے پوائنٹ آف آرڈر لئے ہیں۔

محترمہ سیمل کامران: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ درخواست کرنی ہے کہ ہم کبھی بھی House کا ماحول خراب نہیں کرنا چاہتے، ہمیشہ حکومتی بنچوں کی طرف سے پہل ہوتی ہے۔ میری آپ کی وساطت سے حکومتی ممبران سے یہ درخواست ہے کہ House میں اگر پارلیمانی language استعمال کی جائے تو بہتر ہے کیونکہ ہر چیز کی ایک limit ہوتی ہے۔یہاں وقفہ سوالات کے دوران جب حکومت کے پاس جواب نہیں ہوتا تو آگے سے دوسری باتیں شروع کر دی جاتی ہیں۔ کل بھی خواتین کی طرف سے boycott کیا گیا ہے۔ کیا حکومت یہی چاہتی ہے، کیا یہ چیز ان کے ایجنڈے میں شامل ہے، اس طرح کی باتیں کرنے سے House کا ماحول خراب ہوتا ہے، کیا یہ حکومت کی پالیسی میں شامل ہے؟

جناب سپیکر: میں اس بارے میں تمام معزز ممبران سے یہ کہوں گا کہ آپ اس House کے بڑے معزز اور محترم ارکان ہیں لہذا House کے تقدس کا خصوصی طور پر خیال کیا کریں۔ دونوں اطراف کے ممبران سے میری یہی درخواست ہے کہ House کے تقدس کا خیال رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں! جب سپیکر بول رہا ہو تو اس وقت آپ مداخلت نہ کیا کریں۔ رانا صاحب! میں آپ سے ملتمس ہوں کہ جن باتوں سے اس House کا ماحول خراب ہوتا ہو ان سے اجتناب کیا جائے۔ میں آپ تمام حضرات سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ مستقبل میں ایسی باتوں سے اجتناب کیا جائے۔

## رپورٹ
## (میعاد میں توسیع)

جناب سپیکر: سید ناظم حسین شاہ صاحب مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

## خضر آباد لائیو سٹاک فارم سرگودھا کی موجودہ لیز کی رقم کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"Present Lease Amount of Khizrabad Livestock Farm Sargodha

کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

## پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

## خواتین ممبران اسمبلی کو حکومتی اعلان کے مطابق ترقیاتی فنڈز کے اجراء کا مطالبہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! کل میں نے ایک بہت ہی اہم بات کہی تھی۔ میں نے خواتین ممبران کو ترقیاتی funds نہ ملنے کے حوالے سے بات کی تھی۔ ہمارے بڑے قابل احترام وزیر قانون صاحب نے House سے باہر جا کر پریس کے سامنے کہا ہے کہ میں نے تو کبھی آج تک کوئی وعدہ کیا ہی نہیں حالانکہ انہوں نے کہا تھا کہ آٹھ دن کے بعد ہم انہیں بتا دیں گے اور آج اس بات کو تین سال گزر چکے ہیں۔ غالباً اسی حوالے سے کل پھر ایک کمیٹی بنی ہے جس نے وزیر اعلیٰ صاحب سے ملنا تھا تو میں یہ چاہوں گی کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اس حوالے سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ سارے ایوان کو بتائیں تاکہ ہمیں بھی پتا چلے کہ ہم واقعی اس ایوان کا حصہ ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! اس بات سے کون انکار کرتا ہے؟ آپ اس معزز ایوان کی معزز ممبر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! ترقیاتی سکیموں کے حوالے سے ہم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا حلقہ کون سا ہے؟ جب ہم ووٹ دیتے ہیں تو اُس وقت ہمارے حلقے کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا۔ پاکستان کی ساری اسمبلیوں میں مرد اور خواتین ممبران کو برابر کی سطح پر funds دیئے جاتے ہیں اور دوسری مراعات بھی دی جاتی ہیں تو پھر پنجاب اسمبلی میں

خواتین ممبران کے ساتھ تعصب والا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟ میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب سے یہ کہوں گی کہ وہ اپنے اخلاق اور گفتگو کو بہتر کریں تاکہ جمہوریت کو جو خطرہ ان کے لفظوں سے پہنچتا ہے وہ نہ پہنچے۔یہ آئے دن third class قسم کا بیان دے کر جمہوریت کو derail کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ پچھلے دور حکومت میں اپوزیشن میں رہتے ہوئے یہ حکومتی روّیے کی اکثر شکایت کیا کرتے تھے اور اب جب یہ خود حکومت میں ہیں تو ہمارے ساتھ ان کا روّیہ انتہائی افسوسناک ہے۔یہ [********] حکومت پنجاب کے وزیر قانون ہیں۔انہیں اس قسم کی نازیبا باتیں کرکے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔[********] (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔یہ غیر مناسب الفاظ ہیں لہذا ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ محترمہ! یہ باتیں ناقابل برداشت ہیں۔ میں آپ کی ایسی بات نہیں سنوں گا۔آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: جناب سپیکر! صغیرہ اسلام صاحبہ میری بہن ہیں اور وہ خواتین کو ترقیاتی funds نہ دینے کے حوالے سے بات کر رہی ہیں۔یہ ان کا حق ہے اور خواتین ممبران کے لئے funds کی بات کرنا بہت ضروری ہے۔یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن مجھے اس بات پر سخت افسوس ہے [******] اس کو condemn کیا جائے۔ان کو House سے باہر نکالا جائے اور اس لفظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ میں نے وہ الفاظ کارروائی سے حذف کرا دیئے ہیں۔اب آپ میری بات سنیں۔ میں نے کل ایک بات کی تھی اور میرے بعد پھر سینئر منسٹر صاحب نے اس کو second کیا تھا۔ ہم نے اس بارے میں بیٹھ کر اپنی بہنوں سے بھی بات کی، آپ اس وقت نہیں تھیں لیکن آپ کی منسٹر صاحبہ وہاں پر موجود تھیں۔ ہم نے کچھ تجاویز ان سے لی ہیں اور کچھ ہم نے ان کو بتائی ہیں۔اس کے لئے میں نے لاء منسٹر، سینئر منسٹر اور سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کی سربراہی میں کمیٹی بنائی تھی جو اس معاملہ کے بارے میں چیف منسٹر کو آگاہ کریں گے۔اب اس پر مزید بات نہ کی جائے۔ مہربانی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجواناں(محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): شکریہ۔جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ اس ہاؤس کی چوتھی دفعہ ممبر بنی ہیں اور سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔انھوں نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے تو یقیناً اُن کو بات کرنے کا حق ہے لیکن یہاں پر issue اور ہے۔آپ اس وقت صدارت کر رہے تھے جب میں نے یہ issue وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی میں اٹھایا تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے کھڑے ہو کر اس کا جواب بھی دیا تھا کہ ہم کمیٹی بنا دیں گے تو یہ issue حل ہو جائے گا۔یہاں صرف ترقیاتی فنڈز کی بات نہیں ہے۔مجھے افسوس ہوا کہ بہت ساری جگہوں پر میں نے دیکھا اور مجھے یہ تاثر دیا گیا کہ ہم شاید پیسوں کے لئے کہہ رہے ہیں۔یہاں equal status کی بات ہے جو قانون اور آئین کے تحت اس ہاؤس کے تمام ممبران کو حاصل ہے۔ ہم اس status کی بات کرتے ہیں جو ہمیں اس قانون اور آئین نے دیا ہے۔ اگر (ن)لیگ کی خواتین جو قومی اسمبلی میں ہیں تو ان کا کون سا حلقہ ہے پھر (ن)لیگ اپنی خواتین جو سینیٹرز اور ایم این ایز ہیں ان کو منع کر دیں کہ وہ قومی اسمبلی اور سینیٹ میں فنڈز نہ لیں کیونکہ ان کا بھی کوئی حلقہ نہیں ہے۔ وہ بھی مخصوص سیٹوں پر ہیں۔آئین کے مطابق ہمارا حلقہ پورا پنجاب بنتا ہے اس لئے ہم اپنے آئینی حقوق استعمال کر رہے ہیں اس میں کسی کو اعتراض ہے تو قانون میں ترمیم کر لے لیکن جب تک یہ قانون ایسے موجود ہے تو ہمیں اس طرح bypass نہیں کیا جائے گا۔ میں بالکل categorically on the floor of the House کہنا چاہتی ہوں کہ میرا خیال یہ ہے کہ (ن)لیگ کے ایجنڈے میں خواتین کہیں نہیں ہیں، خواتین کی کارکردگی کہیں نہیں ہے، مجھے آپ یہ بتا دیں کہ تین بجٹ اس ہاؤس میں پیش کئے گئے ہیں ان کے اندر خواتین کے لئے کون سا میگا پراجیکٹ شروع کیا گیا ہے اور کون سے incentives لئے گئے ہیں، کتنی خواتین کو empower کیا گیا ہے۔ان reserved seats کا مطلب یہ ہے کہ آپ خواتین کو empower کریں جب ہم یہاں اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں تو پھر باقی پنجاب کی خواتین کا تحفظ ہم کیا کر سکتی ہیں کیونکہ ہمارے پاس equal status نہیں ہے۔آپ جو Steering Committees بناتے ہیں ان میں خواتین کی کوئی نمائندگی نہیں ہوتی۔آپ نے مرد حضرات کو ملازمتوں کا کوٹا دیا تو مجھے فہرست نکال کر دکھا دیں کہ مرد حضرات نے جو ملازمتوں کا کوٹا لیا اس میں کتنی خواتین کو انھوں نے ملازمت دی ہے۔ اس طرح نہیں چلے گا۔اس طرح خواتین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔یہ صاف چھپتے

بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں۔ آپ یا تو categorically کہہ دیں کہ (ن) لیگ reserved seats کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عظمیٰ بخاری صاحبہ! اب آپ میری بات سن لیں۔ آپ کا point اور کل جو بات یہاں ہوئی ہے وہ ایک valid بات ہے۔ اس پر لاء منسٹر صاحب نے respond بھی کیا اور تین رکنی کمیٹی کا کہا تھا۔ رانا صاحب! کیا یہی بات ہوئی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے یہ کہا تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب خواتین کو ڈویلپمنٹ فنڈز دینا چاہتے ہیں اور انھوں نے متعدد بار اس بات کا اظہار کیا ہے۔ اس میں practically مشکلات ہیں۔ جب میں نے ان کا ذکر کیا تو انھوں نے اس بات کو otherwise لیا ہے یا برا محسوس کیا ہے۔ اس میں جو practically مشکلات ہیں اس کے متعلق میں نے کل بتایا تھا اور میں نے کہا تھا کہ پہلے ایک کمیٹی بنی تھی لیکن اس کمیٹی میں male ممبران تھے۔ اس کمیٹی کی recommendations حکومت پنجاب یا وزیر اعلیٰ صاحب کو نہیں مل سکیں۔ میں نے کل سپیکر صاحب سے یہی گزارش کی تھی کہ آپ ایک کمیٹی بنادیں جو خواتین پر مشتمل ہو۔ کل ساجدہ میر صاحبہ اور غزالہ سعد رفیق صاحبہ نے بھی یہاں کچھ بات کی تھی جو ان practical difficulties کو remove کر سکتی ہے۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ خواتین کی ایک کمیٹی بنادیں فنڈز گورنمنٹ دینا چاہتی ہے وزیر اعلیٰ دینا چاہتے ہیں ان مشکلات کے متعلق کمیٹی سفارشات دے دے تاکہ فنڈز جاری کئے جا سکیں اور اس کے متعلق میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر خواتین کا وفد یا اپوزیشن وزیر اعلیٰ صاحب سے ملاقات کرنا چاہے تو اس کا بھی انتظام کیا جا سکتا ہے لیکن کل پھر راجہ ریاض صاحب، سینئر منسٹر نے کہا کہ ہم ملیں گے اور آپ ہمیں چار دن کا وقت دے دیں۔ انھوں نے کل یہاں پر چار دن کا وقت لیا ہے اور اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ہم خود وزیر اعلیٰ صاحب سے مل کر اس بارے میں کوئی direction یا فیصلہ لیں گے۔ اب انھوں نے چار دن کا وقت لیا ہے یا تو پھر یہ انتظار کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں صرف ایک بات کروں گا کہ کل بھی یہاں بات ہوتی رہی، یہاں پر جو پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پاکستان مسلم لیگ (ق) کی ممبران ہیں جو بھی یہاں پر خواتین ممبران ہیں being Custodian of the House یہ ہمارا بھی فرض ہے کہ سب کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ male اور female ممبران کے حقوق برابر ہونے چاہئیں کیونکہ یہاں پر کوئی تفریق نہیں ہے اور کوئی differentiate نہیں کیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس spirit کو آگے لے کر جاتے ہوئے راجہ

ریاض صاحب، راناثناء اللہ خان صاحب، قائد حزب اختلاف، پارلیمانی لیڈرز اور خواتین اپنے طور پر اپنی ایک کمیٹی بنائیں، بلاتفریق بنائیں اور بیٹھ کر بات کریں۔ راجہ ریاض صاحب نے چار دن کا کہا ہے تو وہ ضرور اپنی گزارشات یا suggestions لے کر آئیں Chair بھی ان کو پورا support کرے گی اور اپنی recommendations کے ساتھ وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس بھیجے گی۔ جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

**پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):** جناب سپیکر! میرا point of view اس سے تھوڑا مختلف ہے۔ میں شاید اپنی بات سمجھا نہیں سکی۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے فنڈز کے لئے پھر ایک کمیٹی بنادی جس کا مجھے نہیں معلوم کہ میری زندگی میں اس کا کوئی نتیجہ نکلے گا یا نہیں بہر حال میں یہ ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ میرا نقطہ نظر اس پر مختلف ہے۔ میں صرف ترقیاتی فنڈز کی بات نہیں کر رہی۔ میں تمام policy making کے اندر equal share کی بات کر رہی ہوں جو Steering Committees مختلف اضلاع میں بنتی ہیں۔ میں اپنے ضلع سے اس گورنمنٹ کا بھی حصہ اور so called پارلیمانی سیکرٹری ہوں، ضلع شیخوپورہ کی جو Steering Committee پچھلے تین سال سے کام کر رہی ہے مجھے اس کا کچھ معلوم نہیں اور میں اس کی ممبر نہیں ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے کتنی خواتین اس کی ممبر ہوں گی یا نہیں ہوں گی۔ آپ جس issue پر بات کرتے ہیں جو پالیسیاں بنتی ہیں اس میں خواتین کو شامل کریں۔ میں اس کی بات کر رہی ہوں صرف فنڈز میرا issue نہیں ہے۔ اس حوالے سے مجھے راناصاحب سے یہ تکلیف ضرور ہوئی ہے کہ مجھے ان سے یہ توقع نہیں تھی کہ انھوں نے جو کہا ہے کہ جو legal technicalities ہیں وہ 90 شاہراہ قائداعظم پر ناشتے کی میز پر کیسے دور ہو جائیں گی؟ مجھے اس کلیے کی سمجھ نہیں آئی کہ وہی پھونک ماری جائے گی جو فارورڈ بلاک کے کانوں میں ماری گئی تھی۔ جناب! ایسے نہیں ہوتا۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** ہر مسئلے کا حل ڈائیلاگ ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ بیٹھ کر ڈائیلاگ کریں۔

**پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجواناں (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):** جناب سپیکر! ہم پارلیمنٹیرین ہیں، ہمارا کام اس ہاؤس میں اس floor پر بات کرنا ہے۔ ہمارا کام کسی کمرے میں، کسی چیمبر میں یا کسی ناشتے کی میز پر بات کرنا نہیں ہے۔ ہمیں اس ہاؤس کے اندر بات کرنی ہے کیونکہ یہ ہاؤس ہمیں وہ عزت اور اعتماد دیتا ہے اس لئے جو بات ہوگی وہ اس ہاؤس میں ہوگی، floor of the

House ہو گی اور میں نہیں سمجھتی کہ وہ پھونک جو ناشتے کی میز پر ماری جاتی ہے وہ یہاں سب کے سامنے ماریں تاکہ میڈیا کو بھی پتا چلے اور باقی ہاؤس کو بھی پتا چلے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** بہت مہربانی۔ بہت شکریہ۔ آپ کا point آ گیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ بہت مہربانی۔ جی، وارث کلو صاحب!

**ملک محمد وارث کلو:** جناب والا! اس issue پر میرا نقطہ نظر تھوڑا سا مختلف ہے۔ یہاں کل سے فنڈز کی بات ہو رہی ہے تو باہر یہ message جا رہا ہے کہ فنڈز کا کوئی بٹوارا ہو رہا ہے اور جو مرد ممبران کو مل رہے ہیں اور خواتین ممبران کو نہیں مل رہے تو میں اس سلسلے میں ایک وضاحت دینا چاہتا ہوں کہ یہ فنڈز نہیں بلکہ development works ہیں اور اس کی identification کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ as a Parliamentarian میرا کوئی right نہیں ہے کہ میں یہ کہوں کہ گورنمنٹ صوبے میں جتنی development کروا رہی ہے وہ مجھ سے اور اسمبلی سے پوچھ کر کرے۔ آپ نے ایک گورنمنٹ بنا دی ہے تو اُس گورنمنٹ کے ادارے، وزراء اور وزیراعلیٰ ہیں اس کے علاوہ سیکرٹری بیٹھے ہیں جن کا کام as a matter of prerogative ہے۔ میرا یہ حق نہیں ہے کہ مجھے identification کے لئے پوچھا جائے بلکہ مجھ سے اور نہ ہی خواتین سے پوچھا جائے۔ کسی اسمبلی ممبر کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس سے پوچھا جائے۔ تیسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں ایک دھواں سا اُٹھتا ہے جس طرح میری چھوٹی بہن عظمیٰ نے کہا کہ "پورے چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں" تو یہ fault ہمارا نہیں ہے۔ یہ unnatural alliance ہے اور ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ اس کی severance اگر ہونی ہے تو وہ ان کی قیادت نے ہی کرنی ہے کیونکہ پیپلز پارٹی کے دوست یہاں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہ uncomfortable feel کرتے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ہم بھی اُن کے ساتھ یہاں بیٹھ کر uncomfortable feel کرتے ہیں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** کلو صاحب! بہت شکریہ۔ آپ کا point of view آ گیا ہے پلیز تشریف رکھیں۔

**ملک محمد وارث کلو:** جناب سپیکر! انہی بنچوں پر بیٹھ کر وزراء پر اتنی ruthless تنقید کرنے کا ان کا کوئی حق نہیں بنتا۔ آئندہ سے یہ اپنے آپ کو حکومتی بنچوں کا تصور کریں And they must behave like that.

**محترمہ خدیجہ عمر:** پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کلو صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔اب خدیجہ عمر صاحبہ بولیں گی۔ایک چیز میں سب کو بتادوں کہ یہ ایک جمہوری اسمبلی ہے اور یہاں تنقید کرنے کا حق سب کے پاس ہے لیکن decorum of the House and rules کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔جی، خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ کل گجرات میں لاقانونیت کا ایک سنگین واقعہ پیش آیا ہے۔خود تو انہوں نے انصاف کے دعویدار ہونے کا پرچار کیا ہوا ہے مگر وہاں پر ایلکشن کمیشن نے جعلی ڈگری کے holder حاجی ناصر صاحب کو پکڑنے کے لئے ایک آرڈر دیا تھا۔جب اُن کو پکڑنے کے لئے گئے تو وہاں پر انہوں نے توڑ پھوڑ کی اور پتھراؤ کیا جو انتہائی غلط ہے۔وہاں انہوں نے اس حوالے سے غنڈہ گردی شروع کر دی جبکہ قصوروار بھی خود ہی ہیں۔وہ یہاں پر اپنی غلطی تسلیم کریں اور اگر غلطی تسلیم نہیں کرنی تو پھر یہاں چھپ کر کیوں بیٹھے ہیں؟ وہاں یہ لوگوں پر پتھراؤ کروا رہے ہیں اور گجرات کے شہریوں کی مار کٹائی کر رہے ہیں۔انہوں نے وہاں پر امن وامان کی صورتحال خراب کی ہے جس پر میں seriously condemn کرتی ہوں۔ایک تو غلطی ان کی اپنی ہے اور دوسرا جھوٹے پرچے درج کروا رہے ہیں، مہربانی کر کے اس کام کو روکیں۔اگر انہوں نے کوئی غلط کام کیا ہے تو انہیں پکڑا جائے۔میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وہاں پر امن وامان کی صورتحال بہتر کیوں نہیں کی جارہی اور کس کے کہنے پر اُن کو وہاں سے پکڑا نہیں جارہا؟ یہ جعلی ڈگری کیس ہے اس لئے مہربانی کر کے اس پر action لیں۔

حاجی عمران ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، عمران صاحب!

حاجی عمران ظفر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! بہت شکریہ۔میں پہلے بھی آپ سے پوائنٹ آف آرڈر مانگ رہا تھا اور ابھی میں گجرات کے کل والے واقعہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ایک بہت بڑی غنڈہ گردی جو سابقا ضلعی ناظم گجرات چودھری شفاعت حسین، سابقا صوبائی وزیر تعلیم میاں عمران مسعود اور ان کے حواریوں نے گجرات چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کی بلڈنگ پر حملہ کی صورت میں کی، وہاں پر موجود اسی ہاؤس کے سابقا معزز ممبر حاجی ناصر صاحب پر حملہ کیا اور انہیں اغواء کر کے گاڑی میں بٹھا کر قتل کرنے کی کوشش کی جس کی میں پُر زور مذمت کرتا ہوں۔ان لوگوں کو شرم

آنی چاہئے کیونکہ ان کو اصل تکلیف یہ ہے کہ گجرات میں حاجی ناصر نے غنڈہ گردی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کیا ہے۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن ممبران کی طرف سے "جھوٹ ہے، جھوٹ ہے" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر! ان لوگوں کو اس چیز کا احساس نہیں ہے کہ یہ گجرات کا ماحول خراب کر رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے مجھے یا میری family کو قتل کرنے کی کوشش کی، میری family کے کسی ممبر کو زدو کوب کیا یا کوئی بھی اس طرح کی حرکت کرنے کی کوشش کی تو سارے کا سارا الزام چودھری برادران پر آئے گا جنہوں نے کل بھی یہ غنڈہ گردی کرائی ہے۔ کیا وُہ وقت یہ بھول گئے ہیں جو کچھ گجرات میں یہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کی زمینوں پر قبضے کرتے رہے ہیں؟ یہ صرف اور صرف حاجی ناصر صاحب کو دبانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کل پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ حملہ کیا اور حاجی ناصر صاحب کو اٹھانے کی کوشش کی تو وہاں پر ہمارے کارکنوں نے اِن کی گاڑی میں سے حاجی ناصر صاحب کو نکالا۔ اسی اثناء میں حاجی ناصر کو اغواء اور قتل کرنے کا جو پرچہ درج ہوا ہے میری جناب کے توسط سے اس ہاؤس اور لاء منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ ایف آئی آر میں درج تمام ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب سپیکر! حکومت اِن کی ہے اور غنڈہ گردی ہم پر ڈال رہے ہیں۔

**محترمہ آمنہ الفت:** جناب سپیکر! یہ چور مچائے شور والا حساب ہو رہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب سپیکر! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ کسی پر غلط الزام لگا دیا جائے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** پلیز! تشریف رکھیں۔ سارے معزز ممبران میری بات آرام سے سن لیں کہ اس ہاؤس کا ایک طریق کار ہے۔ جب آپ نے بات کی تو اُس وقت میں نے کسی کو بھی بولنے نہیں دیا۔ اب حاجی عمران کا اپنا point of view ہے جو صحیح اور غلط ہو سکتا ہے۔ جس طرح آپ کے point of view کو سنا گیا ہے اسی طرح انہوں نے بھی بیان کر دیا ہے۔ میری بات سنیں، ہم نے ہاؤس کے decorum کا خیال رکھنا ہے۔ جب وہ بول رہے ہیں تو آپ کو اُن کے بولنے سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اُن کی بات سن کر بات کریں۔ اگر آپ بولنا چاہتی ہیں تو میں آپ کا نام note کر لوں گا لیکن جن کا نام میں نے پہلے لکھا ہوا ہے اُن کے بعد میں آپ کو floor دوں گا۔

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** جناب سپیکر! میں معذرت چاہتی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، غزالہ رانا صاحبہ!

ڈاکٹر غزالہ رضا رانا: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری فاضل خواتین ممبران اور میرے ساتھیوں نے بھی فنڈز کی بات کی ہے۔ کلو صاحب نے بالکل valid بات کی ہے کہ فنڈز ہمیں نہیں ملتے بلکہ ہم صرف development schemes دیتے ہیں۔ بات کرنا میری بہن کا حق ہے لیکن مجھے صرف اُن کی اس بات پر objection ہے کہ انہوں نے کہا کہ (ن) لیگ اپنی خواتین کو بھی ignore کرتی ہے جس پر میں condemn کرتی ہوں کیونکہ ایسی بات بالکل نہیں ہے۔ ہم لوگ (ن) لیگ کے ہیں اور ہمیں پتا ہے کہ ہماری پارٹی ہمیں کتنا condemn کرتی ہے اور کتنا نہیں کرتی؟ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، عارفہ خالد پرویز صاحبہ!

محترمہ عارفہ خالد پرویز: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم خواتین کا issue جب بھی آیا ہے تو (ن) لیگ کی خواتین نے یہ نہیں دیکھا کہ اپوزیشن کی خواتین کون ہیں اور پیپلز پارٹی کی خواتین کون ہیں بلکہ ہم نے ہمیشہ اُن کا ساتھ دیا ہے۔ جب بھی انہوں نے خواتین کے issue پر بات کی تو ہم نے کبھی بھی اُن کو condemn نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات سن کر بہت افسوس ہوا ہے کہ انہوں نے کہا کہ (ن) لیگ کی خواتین more loyal than the king بننے کی کوشش نہ کیا کریں۔ ہمیں اپنے حقوق کا بخوبی علم ہے اور ہمیں اپنے حقوق لینے آتے ہیں۔ مجھے یہ سن کر بہت تکلیف ہوئی ہے کہ (ن) لیگ کی خواتین کے لئے دوسروں کو debate کرنی پڑ رہی ہے جبکہ ہمیں اپنے حقوق لینے آتے ہیں۔ At the same time میں بہت اہم بات کہنا چاہتی ہوں کہ کچھ خواتین صرف خواتین ہونے کے ناتے اُٹھ کر جتنا مرضی شور ڈال لیں لیکن ہمارے (ن) لیگ کے male ممبران اور دوسرے ممبران صرف خواتین ہونے کی وجہ سے اُن کا لحاظ کرتے ہیں جس پر میں ان کو سلام پیش کرتی ہوں۔ خواتین اپنے شور کرنے کی وجہ سے شاید اپنی عزت سمجھتی ہیں کہ وہ اپنی پارٹی کے لئے بہت کام کر رہی ہیں لیکن میرے خیال میں اس میں بہت بڑا role ہم لوگوں کا ہے کیونکہ اُن کے خواتین کے ہونے کی وجہ سے اُن کو کوئی comment نہیں دیا جاتا۔ کیا ہر جگہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے یہاں ایک word کو لے کر اتنا بُرے طریقے سے اچھالا جاتا ہے؟ مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بطور خواتین ہمیں یہ right نہیں ہے کہ ہم دوسرے کے اوپر ہر وقت کیچڑ اچھالتی رہیں۔ یہاں پر gender equality کی بات کرتے ہیں تو gender equality میں males and females اگر برابر ہیں تو خواتین کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ چیخ و پکار کر کے اس اسمبلی کا ماحول خراب کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نرگس فیض ملک صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی (محترمہ نرگس فیض ملک): جناب سپیکر! میری request یہ تھی کہ کل بھی ہماری بہنوں نے یہاں پر development funds پر بات کی اور آج بھی وہی issue raise ہوا ہے۔ پچھلے تین سال سے متواتر ہم یہ بات کر رہی ہیں لیکن ہماری کہیں بھی کوئی شنوائی نہیں ہو پاتی۔ خواتین کے ساتھ آخر یہ ناانصافی کیوں ہے؟ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ ریٹائرڈ ججوں کے لئے تو بڑا justice مانگتے ہیں اور اُن کے لئے بات کرتے ہیں لیکن sitting خواتین ممبران جو پارلیمنٹ کا حصہ ہیں وہ بھی public کو represent کرتی ہیں۔ کیا آپ کو ہمارے political work پر شک ہے یا کسی political وابستگی کی وجہ سے آپ ہمارے ساتھ unfair چل رہے ہیں؟ کیونکہ تین سال سے پاکستان پیپلز پارٹی کی خواتین اور دوسری خواتین کو ترقیاتی فنڈز ملے ہیں اور نہ ہی اب مل رہے ہیں۔ اگر بھولے سے کسی علاقہ میں کوئی تھوڑا بہت development کا کام ہوا ہے تو وہاں کے ٹھیکیداروں کو check ہی نہیں ملے جو بے چارے آج تک روتے پھر رہے ہیں اور جن کو checks ملے ہیں وہ بھی dishonour ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں پاکستان پیپلز پارٹی سے ہٹ کر یہ بات کروں گی کہ تین سال سے یہاں پر ہماری کسی بہن کو رہائش نہیں دی گئی۔ اگر پاکستان پیپلز پارٹی یعنی ہم خواتین کے حقوق پر آواز اٹھاتی ہیں تو اس لئے نہیں اٹھاتیں کہ ہم اس کو controversial بنانا چاہتی ہیں یا کوئی بحث مباحثہ میں پڑنا چاہتی ہیں۔ ہم سے زیادہ جمہوریت کا دعویدار کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد نے صرف جمہوریت کی خاطر شہادت دی ہے۔ آج اگر ہم مفاہمت کی سیاست کر رہے ہیں تو براہِ مہربانی اس کو کمزوری نہ سمجھا جائے بلکہ ہمارے حقوق ہمیں دیئے جائیں۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے کل جو احتجاج کیا تھا اُس کے پیچھے مقصد صرف ترقیاتی فنڈ لینا نہیں تھا۔ بات اُس سوچ کی ہے کہ کیا آپ خواتین کو equal rights دے رہے ہیں یا نہیں؟ مجھے وزیر قانون صاحب کی باتوں سے خوشبو یہ آئی کہ وہ خواتین کو کم تر سمجھتے ہیں۔ جب خواتین کی اس انداز سے تحقیر کی جائے گی، انہیں کم تر سمجھا جائے گا اور وزیر قانون اُن کو اس طریقے سے طنزیہ انداز میں مخاطب کریں گے یا ایک ٹھٹھے انداز میں بات کریں گے کہ آپ کا حلقہ کون سا ہے؟ اس سوالیہ انداز اور مزاحیہ انداز میں پوچھیں گے تو اس سے کیا message جائے گا؟ جب آئین اور قانون کے تحت مرد اور

خواتین کو برابر حقوق اور بطور ممبر اسمبلی ان کا استحقاق برابر ہے تو پھر کس طریقے سے وزیر قانون خواتین ممبران کو اپنے سے کم تر ثابت کر سکتے ہیں، کیا انہیں اس قانون کا نہیں پتا؟ اگر انہیں اس چیز پر اعتراض ہے کہ خواتین کو ان کے برابر لا کر کیوں کھڑا کر دیا گیا یا ان خواتین کے حقوق ان کے برابر کیوں ہو گئے ہیں تو یہ حکومت میں ہیں اور ان قوانین میں ترمیم کریں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: یہ قوانین میں ترمیم کر کے عورتوں کے حقوق کم کر دیں۔ میرا بات کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسمبلی کی خواتین ممبران کو اگر یہ کم تر سمجھتے ہیں تو پھر معاشرے کی 51 فیصد خواتین کی آبادی کو کس طرح حقوق دلا سکتے ہیں، انہیں یہ برابری کے حقوق کیسے دے سکتے ہیں؟ ان کے ذہن میں اگر superiority complex ہے تو میں اس سوچ کے خلاف احتجاج اور شدید مخالفت کرتی ہوں اور یہ سوچ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کی عکاسی ہے جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ ناہمواری کا شکار ہے۔ میں اس سوچ کے خلاف بات کرتی ہوں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! بات continuity میں ہو رہی ہے اور سب کہہ رہے ہیں کہ ہم پیسوں کی بات نہیں کریں گے۔ قائم ہونے والی کمیٹی پر مجھے پورا اعتماد ہے کہ یہ کمیٹی اس حق کی بات کرے گی جہاں سے میری بہن صغیرہ اسلام نے شروع کیا۔ مجھے اس اسمبلی میں صاف لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ ترقیاتی فنڈز 80 لاکھ روپے سالانہ ہیں۔ یہ چوتھا بجٹ آ رہا ہے تو ہر خاتون ممبر کا تین کروڑ 20 لاکھ روپے at stake لگا ہوا ہے۔ تین کروڑ 20 لاکھ روپے کو 66 سے ضرب دے کر کل رقم نکال لیں۔ اس کے بعد آپ ابھی سوچ رہے ہیں کہ وہ پچھلے تین سال کی رقم کہاں گئی اور اگلی کا کیا کرنا ہے؟

جناب سپیکر! میں نے پہلے بجٹ پر بحث کے دوران کہا تھا کہ ترقیاتی فنڈز دینے میں سب سے بڑا flaw اس کے S.O.Ps ہیں جن میں خواتین سے یہ aspect کیا جاتا ہے کہ وہ بھی ترقیاتی پراجیکٹس میں نالی، سیوریج اور گلی دیں لیکن ہمارے ہم منصب بھائی براہ راست منتخب ہونے والے اسی clause میں کہ The seats will be reserved for men, women and minorities ایک ہی جملے میں Constitution میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ The seats will be

اور میں آپ کو reserved for men, women and minorities کی Constitution کی clause بھی بتا دیتی ہوں تو ہم منصب بھائیوں کو ظاہر ہے اس بات سے تردد محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ خاتون میرے حلقے میں اپنا نام بنا رہی ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ S.O.Ps لکھتے وقت women and child projects کو identify کر کے شامل کیا جائے اور 80 لاکھ ضرب 66 سالانہ وہ child projects برابر بانٹ دیں۔ دو خواتین ایم پی اے فی ضلع بنتی ہیں جن سے آپ child and women welfare projects لگائیں۔ اتنے سادہ سے فارمولے کو واک آؤٹ کرنے میں کیا امر مانع ہے۔ اپوزیشن کی خواتین سے ہم voluntarily اپنی ہم منصب بہنوں کو دے دیتے ہیں کہ میرا فنڈ فلاں کو دے دیا جائے۔ دو دو خواتین کا فنڈ فی ضلع دے دیا جائے تو اس میں کون سا مشکل فارمولا ہے؟ آج آپ ہی کی حکومت نے کروڑوں روپے کی لاگت سے Child Ombudsman بنایا جہاں distressed بچے جو sexually harassed یا beggars ہیں، ان کے لئے کروڑوں روپے کا پراجیکٹ دو سال سے چل رہا ہے جو کہ انہی کی نیک نامی ہے لیکن اس کی helpline نہیں ہے۔ کیا ہر ضلع میں ان بچوں کے لئے ٹیلی فون نمبر receive کرنے کی helpline کا کوئی پراجیکٹ نہیں بنایا جا سکتا، کیا خواتین کے بنک یا مائیکرو کریڈٹس کے انتظام کے لئے کچھ نہیں کیا جا سکتا اور کیا ان کی بنائی ہوئی trade کے لئے trade centres نہیں بنائے جا سکتے؟ ہزاروں پراجیکٹس ہیں لیکن نیت کی بات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ حکومت چو تھا بجٹ آنے کے باوجود ابھی تک confused ہے اور کہہ رہی ہے کہ we have to think out of way میں پہلے بجٹ سے ہر دفعہ ایک تجویز دیتی ہوں اور میں اب بھی اسی کمیٹی کو گوش گزار کر رہی ہوں کہ ہماری یہ رقم جو تین کروڑ 20 لاکھ روپے فی ایم پی اے ہے، انہیں دیں۔ ورنہ پھر ہم کہیں گے کہ تنوروں میں لگ گئے تو آپ بُرا منائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کے حوصلے کی داد دیتا ہوں کہ جس طرح آپ ambit کو وسیع کر دیتے ہیں کہ جس مرضی topic پر، جس مرضی relation سے without relation, without reference کوئی بول لے، آپ کا حوصلہ ہے کہ آپ سنتے ہیں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں احتجاجاً واک آؤٹ کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر ڈاکٹر سامیہ امجد ایوان سے احتجاجاً واک آؤٹ کر گئیں)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے صرف ایک بات کرنی ہے اور میں صرف reference چاہتا ہوں کہ آپ آج اس بات کا فیصلہ کر دیں کیونکہ آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کل اگر honourable سپریم کورٹ ایک فیصلے کے دوران یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم فلاں issue کو علیحدہ دیکھیں گے تو میں مختصراً آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی ہم سب پر یہ پابندی ہونی چاہئے کہ ہم out of context اور out of reference بات نہ کریں تاکہ آپ کا اور ہمارا مسئلہ حل ہو۔ میں نے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا آج pre budget بحث ہو گی؟ دو دن سے میں یہی دیکھ رہا ہوں اور یہ میری غلطی ہے کہ ہم اس پر وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں نے کچھ معروضات پیش کرنی ہیں اس لئے آپ مہربانی کر کے pre budget بحث ایجنڈے کے مطابق شروع کر دیں یا پھر کہہ دیں کہ نہیں ہونی ہے۔ اگر آپ نے پوائنٹ آف آرڈر ہی دینے ہیں اور پوائنٹ آف آرڈر بھی اتنا wide کہ antibiotic کی طرح دینا ہے کہ "کونین سے لے کر ٹی بی" تک کے سب امراض ایک ہی پوائنٹ آف آرڈر پر جانے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تو پھر آپ pre budget بحث ختم کر دیں۔ اس میں میرا بھی نام ہے تو میرا نام مجھے واپس دے دیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی میرے پاس کچھ دوستوں کے نام ہیں جنہیں میں پہلے بلاؤں گا۔ شیخ صاحب! بحث بالکل ہونی ہے اور پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں ممبران نے دیکھنا ہے۔ Chair نے تو کوشش کرنی ہے کہ House کے decorum کا بھی خیال رکھے اور اسے اچھے طریقے سے لے کر چلے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ کی قطعاً غلطی نہیں ہے اور میں نے کہا کہ میری غلطی ہے۔ اگر دو بجے بحث شروع ہو گی تو میں کیا کہوں گا اور لوگوں نے بھی کچھ کہنا ہے۔ آپ خود سوچیں اور اسے ختم کر کے pre budget پر بحث شروع کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ثمینہ خاور حیات صاحبہ!

محترمہ ثمینہ خاور حیات: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی یہاں پر کروڑوں روپے کی بجٹ کی بات ہو رہی ہے تو ہمارے اس مقدس forum میں یہ کیا گھناؤنا مذاق ہو رہا ہے؟ حکومت کا خزانہ خالی ہے، پیسے اس میں ہیں نہیں اور بات ہم کروڑوں اور اربوں روپے کے فنڈز کی کر رہے ہیں۔ ہمارا صوبہ over drafting پر چل رہا ہے، ہم financially collapse کر چکے ہیں اور پنجاب حکومت کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے جبکہ ہم کروڑوں روپے کے فنڈز کی بات کر رہے ہیں۔ ہمیں فنڈز نہیں چاہئیں بلکہ خادم اعلیٰ صاحب غریب عوام کو لگے ہوئے پیٹ کے لئے روٹی روزی کا خیال کریں جو کہ آج کل ظالم اعلیٰ بن چکے ہیں۔ یہاں پر

بیٹھے ہوئے ان کے Advisors فیصل آباد میں گھنٹہ گھر کے باہر بے چارے بے روزگار بیٹھے ہوئے لاکھوں مزدوروں کی طرف ان کی توجہ دلائیں۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** محترمہ! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے؟

**محترمہ ثمینہ خاور حیات:** میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہاں پر جو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ میرے معزز ممبر حاجی عمران صاحب نے جو یہاں بات کی ہے اور پرویز الٰہی صاحب کا نام لے کر بات کی ہے، یہ وہاں کے معزز ممبر ہیں، یہ وہاں کے ایم پی اے ہیں اور انہوں نے ہماری قیادت کا نام لیا ہے یہ انہوں نے غلط بات کی ہے۔ یہ معزز ممبر ہیں انہیں چاہئے کہ تصدیق کئے بغیر غلط بیانی نہ کریں۔ ان کی حکومت ہے، ان کا عملہ ہے، ان کی پولیس ہے اور ان کے لوگوں نے غنڈہ گردی کی ہے--

**جناب ڈپٹی سپیکر:** بہت شکریہ۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔ جی، منڈا صاحب!

**چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ):** شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ چند دن پہلے پنجاب کے ایک سابقہ وزیر ننکانہ صاحب گئے اور میں یہ بات بڑے دعوے سے کر رہا ہوں کہ جب ان کا قافلہ لاہور سے چلا تو ان کے قافلے میں پنجاب کے ریکارڈ یافتہ اشتہاری لوگ بھی شامل تھے۔ اس وزیر کو جس جس سٹاپ پر پہنچنا ہوتا تھا وہاں پر وہ اشتہاری پہلے جا کر فائرنگ کرتے تھے، چند لوگ اکٹھے ہو جاتے تھے اور پھر وہ وزیر اُس سٹاپ پر جاتے تھے۔ اسی طرح جب اس سابقہ وزیر کا قافلہ فیروز وٹواں پہنچا جس میں پنجاب کے ریکارڈ یافتہ اشتہاری، ڈاکو اور چور تھے۔ جب ان اشتہاریوں نے اس نت ہاؤس کے چیلوں چیٹھوں نے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک غریب آدمی کا مزدور بیٹا جو اپنی روزی روٹی کمانے کے لئے مقامی فیکٹری جا رہا تھا جاں بحق ہو گیا اور پانچ غریب آدمی بھی زخمی ہو گئے۔ میں نے اگلے دن ہی اجلاس میں اس پر توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرایا لیکن مجھ سے پہلے میرے ایک معزز ساتھی نے اس پر توجہ دلاؤ نوٹس دے دیا تھا۔ آج بھی وہی توجہ دلاؤ نوٹس اسمبلی کے ریکارڈ پر موجود ہے۔ جب مجھے اس procedure بھول بھلیوں میں موقع نہ ملا تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات کی تھی کہ اس کے لئے ایک اعلیٰ تحقیقاتی کمیٹی بنا دیں۔ اگر وہ اشتہاریوں، سابقہ وزیر کے چیلوں چیٹھوں نے فائرنگ نہ کی ہو تو پھر میں اپنی غلطی اس floor پر مانوں گا۔ میں نے کہا تھا کہ یہ فائرنگ اس سابقہ وزیر کے ایماء پر ہوئی ہے۔ اگر میری بات کو مان لیا جاتا اور اس پرویز وزیر جو کہ پرویز مشرف کا نِکا پرویز ہے۔ اگر بڑے پرویز کے نکے پرویز کو اِس جرم میں گرفتار کر لیا جاتا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کل گجرات میں جو کھلے

عام بدمعاشی ہوئی وہ نہ ہوتی۔ میں رات "دنیا چینل" دیکھ رہا تھا تو یقین کریں مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ 2011آ چکا ہے اور آج بھی گجراتیوں نے، آج بھی مشرف کے ساتھیوں نے گجرات کی سڑکوں پر بدمعاشی کا بازار شروع کیا ہوا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کل مشرف کے چیلوں چپٹھوں نے، نکا پرویز جو سابقہ وزیر ہے اس کے حواریوں، اشتہاریوں اور ڈاکوؤں نے اگر زیادتی نہ کی ہو تو خدا کی قسم میں اس floor سے استعفیٰ دے کر واپس چلا جاؤں گا۔(شور وغل)

آپ اس پر فوری طور پر direction دیں اور اس پر investigation کرائی جائے۔ جو ایماء کے ملزمان ہیں جن میں شفاعت، عمران مسعود، پرویز الٰہی اور باقی جن لوگوں نے وہاں کل کھلے عام بدمعاشی کی، کھلے عام دہشت گردی کی، جنہوں نے مسلم لیگ ہاؤس ڈیوس روڈ پر قبضہ کیا ہوا ہے ان تمام کے خلاف فوری طور پر کارروائی کی جائے اور ان کو قانون کے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے۔۔۔(شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ کا point of view آ گیا ہے۔ میں اپوزیشن کے معزز ممبران سے کہوں گا کہ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں، یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ غلط بات ہے جب آپ کا ٹائم آئے گا تب بات کریں اور اب تشریف رکھیں۔ چودھری طارق صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ ماجدہ زیدی!۔۔۔(شور وغل)

دیکھیں، تشریف رکھیں۔ منڈا صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میں اس معاملہ کو دیکھتا ہوں۔ چودھری ظہیر الدین صاحب! تمام ممبران تشریف رکھیں، لیڈر آف دی اپوزیشن کھڑے ہیں۔ خیال کریں اور منڈا صاحب! آپ بھی چُپ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! آپ کی صدارت میں جو بھی قانونی طور پر کسی چیز کی نشاندہی کرنی ہوتی ہے وہ ہم کرتے ہیں۔ یہاں لاء منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں۔ ہم آپس میں جو بات commit کرتے ہیں وہ اپنی پارٹی کے behalf پر بھی کرتے ہیں۔ ہماری یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہم نے عرصہ گیارہ ماہ سے ایڈوائزری کمیٹی میں یہ طے کیا تھا کہ کسی قیادت کا نام نہیں لیا جائے گا۔ میں علی اصغر منڈا صاحب کو ایم این اے کے حوالے سے زیادہ جانتا ہوں کیونکہ اب یہ پہلی دفعہ ایوان میں تشریف لائے ہیں اور یہ اُن کے پسندیدہ candidate تھے۔ چونکہ وہ popular MNA تھے اُن کی وجہ سے اِن کو بھی edge ملا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ انہوں نے کون سی بات کرنا شروع کر دی ہے؟(شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! پلیز، تشریف رکھیں۔(شور وغل)

منڈا صاحب!تشریف رکھیں، چودھری صاحب کا اپنا point of view ہے جس طرح آپ کا اپنا point of view تھا۔ لہذا آپ تشریف رکھیں، منڈا صاحب!تشریف رکھیں۔ ذاتیات پر بات نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان):جناب سپیکر!میں نے جناب علی اصغر منڈا صاحب کا پورا اسم شریف لیا ہے اور میں نہایت عزت سے بات کر رہا تھا۔ میں تو یہ بھی گزارش کرنے لگا تھا کہ یہ کھڑے ہو کر بات کیا کریں، یہ بیٹھے بیٹھے ہی بات کرتے رہتے ہیں۔(قہقہہ)

میں یہ گزارش کرنے لگا تھا کہ یہ اپنے ایم این اے کے پسندیدہ تھے اور انہوں نے اِن کو ٹکٹ دلائی۔ اگر یہ ان کے ناپسندیدہ ہونے کے باوجود یہ کہتے ہیں تو میں نے اس میں کوئی غیر سیاسی یا غلط بات نہیں کی۔ میں نے یہی کہا اور میں ان کا نام بھی لے دیتا ہوں کیونکہ میں نے ان کا نام بُرے انداز میں نہیں لینا ہے۔ یہ رانا تنویر صاحب کے پسندیدہ ایم پی اے تھے اور وہ ایک بڑے منجھے ہوئے سیاستدان ہیں، ہم خواہش اور امید بھی رکھتے ہیں کہ ان کی political training بھی ان کی طرف آہستہ آہستہ در آئے گی کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اس قسم کی commitment جو ان کی leadership نے کی ہو اس سے کسی بات کا مفر نہیں کیا۔ جب یہ کسی کی قیادت کا نام لے کر اس قسم کی انتہائی طنزیہ انداز میں بات کرتے ہیں تو شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی قیادت کا نام سب کو آتا ہے بلکہ یہاں پر ہمارے تمام ممبران کو ان کی قیادت کا نام آتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ان کا نام بدل لینا پڑے گا لیکن پھر بھی ہم یہ کام نہیں کرتے۔ ہم نے یہ commitment کی ہوئی ہے کہ جو بھی event ہوگا ہم اس کے حساب سے کام کریں گے۔ جس واقعہ کی یہ بات کر رہے ہیں اس پر ایک توجہ دلاؤ نوٹس آ چکا ہے جس کا جواب جناب لاء منسٹر صاحب تفصیل سے بیان فرما چکے ہیں۔ چودھری پرویز الٰہی صاحب کے استقبالیہ کیمپ پر فائرنگ انہوں نے خود نہیں کرنی تھی۔ ہم نے یہ سارا کچھ پولیس اور لاء منسٹر صاحب کی قانونی یا لاقانونی وزارت پر چھوڑا ہوا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ گجرات کے اندر کل جو کچھ ہوا ہے ہم چاہتے ہیں کہ عدلیہ کا احترام کیا جائے، عدلیہ کے فیصلوں پر چٹھی لکھی جائے بلکہ سوئٹزرلینڈ تک چٹھیاں لکھی جائیں لیکن سپریم کورٹ نے جو چٹھی گوجرانوالہ ڈویژن تک لکھی ہوئی ہے اس پر تو عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ حاجی ناصر محمود صاحب پر پرچہ درج کیا گیا ہے مگر پولیس ان کو گرفتار کرنے کی بجائے ان کے functions arrange کر رہی ہے، پھر کہا جائے گا کہ ایک چٹھی سوئٹزرلینڈ لکھ دیں اور ایک چٹھی انگلینڈ لکھ دیں۔ باہر کی چٹھیوں کی بجائے یہاں پر جو کچھ ہوتا ہے ہم اس میں قانون پر عملدرآمد کے لئے کہتے ہیں۔ جب لاء منسٹر صاحب توجہ دلاؤ

نوٹس کا جواب فرما چکے ہیں تو جناب علی اصغر منڈا صاحب کو بات کیا جتانی ہوتی ہے؟ میں ان کا پورے تخلص اور ادب کے ساتھ نام لے رہا ہوں لہذا یہ خیال کریں کہ یہ جانا کہاں چاہتے ہیں جب کسی نے اپنی قیادت کو blackmail کرنا ہو تو وہ دوسرے کی قیادت کو گالی دیتے ہیں تاکہ وہ اس کی قیادت کو گالی دے۔ اگر منڈا صاحب نے جناب چیف منسٹر صاحب کو blackmail کرنا ہے تو وہ اس طریق کار میں مایوس ہوں گے کیونکہ اگر وہ ہماری قیادت کو گالی بھی دیں گے تو ہم ان کے چیف منسٹر صاحب کو گالی نہیں دیں گے۔ میں یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ میں اور میرے ساتھی قانون پر عملدرآمد کے لئے بات کرتے ہیں۔ مہربانی فرمائیے اور زبان، لہجہ اور لفظوں کا انتخاب ایوان کی عزت کے مطابق ہونا چاہئے۔ بہت بہت شکریہ

سیدہ ماجدہ زیدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، ماجدہ زیدی صاحبہ! اب اس پوائنٹ آف آرڈر کے بعد میں بجٹ پر بحث شروع کرادوں گا۔ This is the last point of order.

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منڈا صاحب! respond نہیں کرنا۔ پلیز، تشریف رکھیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! شکریہ۔ مجھے تھوڑا سا اپنا point of order change کرنا پڑا۔ اس میں، میں دو چیزیں بیان کروں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ذاتی بات نہیں کرنی۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میں ذاتی بات نہیں کروں گی بلکہ بالکل چھوٹی بات کروں گی۔ ابھی یہاں پر بات ہوئی کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب لاہور سے اشتہاری ملزم ساتھ لے کر گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، اس پر بات نہیں ہو گی اور جب قائد حزب اختلاف بات کر چکے ہیں تو اب آپ اس پر بات نہ کریں تو بہتر ہے۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! چلیں، اس کو چھوڑ دیتی ہوں۔ دوسری بات یہ کرنا چاہتی ہوں کہ اکثر ہم اخبار میں پڑھتے ہیں کہ پانچ دہشت گرد لاہور میں داخل ہو گئے، آٹھ دہشت گرد لاہور میں داخل ہو گئے اور ان کو پکڑتا تو کوئی نہیں ہے، جب بم دھماکا ہو جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ان لوگوں نے آکر یہاں پر کوئی کارروائی کر دی ہے اور وزیراعلیٰ کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ آپ اس سے پنجاب میں law &

order کی صورتحال کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ پتا ہونے کے باوجود بھی ہم اس پر کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ میں دوسری بات خواتین کے بارے میں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، آپ دیکھیں کہ ایک point of order پر دو باتیں نہیں ہو سکتیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! آپ نے موقع بڑی مشکل سے دیا ہے تو ایک دو لائنوں کی بات ہے۔ ہم یہاں پر فنڈز کی بات نہیں کر رہے اور فنڈز کی لڑائی نہیں کر رہے بلکہ ہم power sharing کی لڑائی کر رہے ہیں، ہم یہاں پر equal respect کی بات کر رہے ہیں کہ ہر ممبر کی respect اور ان کے rights برابر ہونے چاہئیں۔ آپ اس میں دیکھیں کہ (ن) لیگ کی یہ پالیسی ہے کہ خواتین کو ہمیشہ پیچھے رکھا جاتا ہے اور اس کا تجربہ مجھے ذاتی طور پر بھی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ 66 خواتین میں سے انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بھی عورت منسٹر نامزد نہیں کی۔ آپ بتائیں کہ انہوں نے کابینہ، سٹینڈنگ کمیٹی اور پارلیمانی سیکرٹریوں میں کتنا share دیا ہے؟

## سرکاری کارروائی

### بحث

### بجٹ 12-2011 کے لئے ممبران اسمبلی سے پری بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کا point آ گیا، آپ تشریف رکھیں۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر حسب ذیل کارروائی ہے۔

Continuation of pre-budget general discussion for seeking proposals of the members for the budget 2011-12

اب جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جو بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کا آغاز مورخہ 17۔جنوری 2011 کو ہوا تھا اس روز 9 ممبران نے تجاویز دی تھیں۔ کل مورخہ 19۔جنوری میں 18 ممبران نے تجاویز دی تھیں آج اور کل بھی یہ بحث جاری رہے گی۔ اب میں سب سے پہلے ملک جہانزیب وارن صاحب سے کہوں گا کہ وہ اپنی تقریر شروع کریں۔ ملک صاحب کی تقریر سے پہلے لاء منسٹر صاحب اس میں ایک چیز ہے کہ کل جن ممبران کے نام تھے اور وہ موجود نہیں تھے یا جن کے نام

نہیں آسکے تھے تو اب ایک لسٹ تو وہ ہے کہ جن کے کل نام نہیں آئے تھے اور ایک لسٹ آج کی جن ممبران نے پہلے سے آج کے لئے نام دیئے ہوئے تھے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں میری رائے یہ ہے کہ جن ممبران نے آج کے لئے اپنے نام دیئے ہیں ان کو پہلے take up کیا جائے اور اس کے بعد اگر وقت بچے تو پھر جن ممبران کے کل کی لسٹ میں نام تھے اور وہ کل نہیں پہنچ سکے تو ان کو موقع دیا جائے لیکن جن لوگوں نے آج کے لئے نام دیئے ہیں تو وہ اپنا وقت نکال کر یہاں پر آئے ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ priority بنتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھیں کہ میرا نام آج کی لسٹ میں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کا نام موجود ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اگر ہے تو وہ شروع میں اس لئے آنا چاہئے کہ کل میں سرکاری کام سے کہہ کر گیا تھا اور کوئی ذاتی کام نہیں گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! کل چیئرمین صاحب نے ایک ruling دی تھی کہ جو ممبران انتظار کرتے رہے ہیں اور ان کا نام کل کی لسٹ میں شامل تھا لیکن ان کا نام نہیں آسکا اور وہ آخری وقت تک بیٹھے رہے ہیں تو انہیں آج اسی ترتیب سے آج کی لسٹ سے پہلے موقع دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیکرٹری صاحب! جو ممبران کل بیٹھے ہوئے تھے اور ان کا نام نہیں آیا تو ان کی لسٹ بنا کر مجھے دے دیں تو ان کو میں ساتھ ساتھ بلاتا رہوں گا۔ یہ میں دوبارہ بتا دوں کہ پانچ منٹ کا ٹائم ہے اس لئے اپنے ٹائم کو صحیح طریقے سے utilize کریں۔ جی، ملک جہانزیب وارن صاحب!

سردار ملک جہانزیب وارن: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پچھلے دنوں یہاں پر کافی باتیں ہوئیں اور میں پچھلے دو دنوں سے مختلف محکموں میں گیا وہاں سے صحیح figures پری بجٹ کے لئے لیں اور یہاں پر یہ باتیں بھی ہوئیں کہ جنوبی پنجاب میں 52۔ارب روپے کہاں گئے؟ یہاں پر سیلاب کے بعد تعمیر نو اور ماڈل ویلج پر شاہ خرچیوں کی باتیں بھی ہوئیں، یہاں پر ہیلتھ وژن پر بھی کافی تذکرہ ہوا اور کافی باتیں ہوئیں۔ اس میں، میں صرف اتنا کہوں گا کہ ہمیں پہلے اصل حقائق کا پتا چلانا چاہئے کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ اس حوالے سے فنانس ڈیپارٹمنٹ نے جو مجھے اصل حقائق دیئے ان میں 52۔ارب روپے کے مقابلے میں 36۔ارب روپے اس وقت پچھلے چھ ماہ میں ریلیز ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ SPDP جو کہ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے پروگرام بنایا تھا اس میں 10۔ارب روپے کی سکیمیں جاری ہو چکی ہیں اور اسی سال مکمل ہوں گی جن کے ابھی چھ ماہ رہتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی ADP پر کوئی cut نہیں لگایا گیا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا کیونکہ میں یہ وہ باتیں کر رہا ہوں جو مختلف محکموں کی طرف سے لے کر آیا ہوں۔ اسی طرح دانش سکولوں کی بات ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علاقے اور خاص طور پر جنوبی پنجاب میں اس وقت تین دانش سکول مکمل ہو چکے ہیں اور ایک کا افتتاح ہوا ہے وہاں سے میں نے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ جس میں تمام ملکوں کے سفارتکار موجود تھے اور انہوں نے اس چیز کو دیکھ کر یہ بات سامنے لائی کہ دنیا کے اچھے سکولوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ وہاں پر سعودی عرب کے سفیر نے ایک غریب اور یتیم بچی جس کا والد تھا اور نہ والدہ تھی اس کو ایک گھڑی گفٹ کر دی۔ اسی طرح ہمارے بہاولپور کی تحصیل حاصل پور میں 5۔فروری کو دانش سکول کا افتتاح ہونا ہے۔ میں نے وہاں جا کر visit بھی کیا ہے اور دیکھا بھی ہے کہ وہ ایشیاء کا بہترین سکول ہے۔ ڈویژن بہاولپور میں اس وقت چھ کالج بن رہے ہیں۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمیں یہ figures بتانی چاہئیں اور صحیح بات کرنی چاہئے۔ چھ کالج اسی سال مکمل ہو جائیں گے۔ اسی طریقے سے میں آپ سے صحت کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ وہاں تین سو بستروں کا ڈسٹرکٹ ہسپتال 3۔ارب روپے سے بن رہا ہے اور اس کی یکمشت رقم release ہو چکی ہے۔ اسی طرح چھ لاکھ سے زائد وطن کارڈز پر 11۔ارب روپے سے زائد رقم release ہو چکی ہے اور میں یہ بھی کہوں گا کہ جو وزیر اعلیٰ صاحب کا relief fund تھا اس میں ایک ارب 30 کروڑ روپے موجود ہیں اور 35 model villages اسی سال مکمل ہونے ہیں۔ ابھی تین model villages مکمل ہو چکے ہیں جن میں ایک گھر، سیوریج، بائیو گیس کا پلانٹ، واٹر سپلائی، شمسی توانائی، سکول، ہسپتال، ٹریننگ سنٹر اور یہ ساری چیزیں موجود ہوں گی۔ جہاں امیروں،

وڈیروں اور سرمایہ داروں کے بچے لندن کے سکولوں میں یا ایچی سن جیسے سکولوں میں پڑھتے ہیں وہاں غریبوں کے لئے دانش سکول کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔اس کے علاوہ پاکستان میں موبائل ڈسپنسری کا قیام بھی بہت بڑی نعمت سے کم نہیں ہے۔اس وقت تین موبائل ڈسپنسریاں ہمارے جنوبی پنجاب میں آ چکی ہیں جن کا افتتاح میانوالی، رحیم یار خان اور ابھی حال ہی میں بہاولپور ہونا ہے۔اسی طرح دو میڈیکل کالج ڈیرا غازی خان اور ساہیوال میڈیکل کالج اسی سال شروع ہو رہے ہیں۔اس کے علاوہ موبائل ڈسپنسری میں جو چیزیں ہیں وہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک ڈاکٹر، ایک لیڈی ڈاکٹر، تمام vaccines ہوں گی، جدید مشینوں پر lab tests ہوں گے، E.C.G ہو گی، X-Rays ہوں گے، Ultrasound ہو گا، Hepatitis کا علاج ہو گا، Delivery Rooms ہوں گے۔خواتین اور مرد کے لئے علاج کا علیحدہ انتظام ہو گا۔گزارش یہ ہے کہ ہمیں اس ملک کی خاطر ایک قوم بننا ہو گا، اپنے ملک کی ترقی کی خاطر ہمیں ایک دوسرے سے اختلافات کو بُھلانا ہو گا اور ہمیں چاہئے کہ ہم اس ملک کو جو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ دشمنوں کی نظروں میں ہے، ہمیں ایک قوم بن کر سوچنا چاہئے اور جو اچھی چیزیں ہیں اُن کو appreciate کرنا چاہئے۔جہاں پر اصلاح کی ضرورت ہے وہاں اصلاح کرنی چاہئے نہ کہ ہم ایک دوسرے پر تنقید برائے تنقید کریں، میری یہی گزارشات ہیں۔پاکستان زندہ باد۔ہمارے ممبران جو اس وقت سُن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ ہم سچ اور حقائق کے ساتھ بولیں۔(آمین)

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔جی، ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب!

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: جناب سپیکر! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ میں یہ کوالٹی ہے کہ آپ ہمیشہ ہاؤس کا decorum maintain رکھتے ہیں اور I think سارا ہاؤس آپ کا شکر گزار ہے۔Pre budget discussion, deliberations کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا ہے میرا خیال ہے کہ یہ بہت اچھی چیز ہے لیکن پھر question implementation کا آتا ہے۔اس کے لئے ہمارے معزز ممبران treasury benches اور opposition benches سے بھی بھرپور تیاری کر کے آتے ہیں۔ہم یہ سلسلہ پچھلے تین سال سے دیکھ رہے ہیں، یہاں پر ممبران اپنے حلقے کے genuine issues بھی پیش کرتے ہیں اور generalized issues بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

(اذانِ ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب کی بات سے پہلے میں معزز ممبران کو یہ بتا دوں کہ جتنے نام میرے پاس ہیں آج چاہے پانچ بج جائیں یا چھ بج جائیں تقاریر جاری رہیں گی اور ہم آج کی لسٹ کو exhaust کر کے ہی اٹھیں گے۔ جن ممبران نے نام دیئے ہوئے ہیں وہ پورے اطمینان سے بیٹھیں ان کی باری ضرور آئے گی اور یہاں پر آکر مجھے کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں سب کو بلاؤں گا اور جن کے نام نہیں بھی ہیں اگر وہ بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو ہم list exhaust کر کے ان کو بھی موقع دیں گے۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر طاہر علی جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں پر deliberations ہوتی ہیں، discussions ہوتی ہیں اور وزیر خزانہ بھی یہاں پر موجود ہوتے ہیں، ہمارے سیکرٹریٹ سٹاف کے افسران بھی موجود ہوتے ہیں لیکن بات پھر implementation کی ہی آجاتی ہے۔ کوئی بھی منصوبہ خواہ وہ budgeted ہو، ہمارے A.D.P میں ہو، اگر وہ implement نہ ہو تو Then we have serious questions about the whole system. میری Finance Minister سے یہ request ہوگی کہ اس کو اگر ہم روایتی طریقے سے لیتے رہے کہ لوگ یہاں پر تقریریں کرتے جائیں اور وہ note کرتے رہیں، ایک سال بعد ہم پھر یہاں پر آئیں پھر تقریر کریں اور وہ چیز نظر بھی نہ آئے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک futile exercise ہے۔ وہ غریب عوام جس کے ٹیکس کی وجہ سے میں، آپ اور ساری بیوروکریسی یہاں بیٹھی ہے ہم ان کو کیسے جواب دیں گے؟ میں آپ کے سامنے اپنے حلقہ سے متعلق اور چند general سی باتیں کروں گا۔ I belong to a very small rural constituency جس کا نام شکر گڑھ ہے، پاکستان کا corner ہے اور ضلع نارووال کی ایک تحصیل ہے۔ اس ضلع میں صرف دو تحصیلیں ہیں لیکن بات funds دینے کی بھی نہیں ہے، funds implementation کی بھی نہیں ہے، بات equitable distribution کی ہے۔ اگر ایک باپ کے دو بیٹے ہوں اور ان کو برابری کا حق نہ ملے تو اسے ناانصافی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی ضلع میں اگر دو یا چار تحصیلیں ہوں اور ایک کو بنایا سنوارا جائے اور دوسری کو ignore کیا جائے تو پھر اس کا تدارک کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ جب Planning and Development یا Finance کی اور کسی بھی محکمے کی meetings ہوتی ہیں تو یہ issues کیوں نہیں دیکھے جاتے؟ میرے حلقہ میں برساتی نالے ہیں اور جب سیلاب آتا ہے، اب تو یہ سیلاب سارے پاکستان نے دیکھا ہے ہمارے ہاں ہر سال آتا ہے اور ہمارے لوگ ہر سال اسے face کرتے ہیں، بہت تباہی ہوتی ہے، جب میں نے اپنے حلقے کے لئے request کی تو I was given a bridge. جس کے لئے 150 ملین روپے کا وعدہ

کیا گیا، 8 کروڑ روپے release کرنے کا وعدہ کیا گیا اور یہ A.D.P میں mention تھا، آپ کی بجٹ کی کتاب میں mention تھا تو I would request Finance Minister ان کی تو وہاں پر برادری بھی بہت ہے ہم انہیں welcome کرتے ہیں، یہ آئیں اور آکر دیکھیں کہ اس bridge پر ایک اینٹ بھی لگی ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ What is the point? کہ میرے جیسا شخص بھی آکر یہاں پر debate کرے، discussion کرے When a single brick has been placed for the bridge. میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم یہ عوام کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، اس tax payer کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور اپنے ووٹروں کے ساتھ بھی زیادتی کرتے ہیں۔ Then redistribution, reallocation یہ الفاظ اتنے خطرناک ہیں اور They are planned مجھے کہا گیا کہ میرے حلقہ میں ایک Polytechnic Institute بنایا جائے گا without involving me حالانکہ میں وہاں کا elected representative ہوں اور Mr Ahsan Iqbal MNA from that district who is very respectable ایک میٹنگ ہوئی اور وہ سارے پیسے ایک سڑک کو دے دیئے گئے اور جس کا ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ Does the minister make those decisions کیا یہ فیصلے کوئی سیکرٹری کرتا ہے مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ responsibility ہے اس ادارے کی، اس محکمے کی کہ اس چیز کا نوٹس لے۔ ورنہ یہاں بار بار آکر ہر سال ایک demand کر کے چلے جانے سے تو میں اپنی creditability حلقے میں کھو دوں گا اور ایسی politics تو ہم نہیں کرنا چاہتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں پر ایک مثبت سوچ کے ساتھ آتے ہیں اپنے علاقوں کو، اپنے حلقوں کو، پنجاب کے عوام کو کوئی relief دینے کے لئے آتے ہیں۔ Budgeting کی یہ حالت ہے، آپ خود اس چیز کے witness ہوں گے کہ کیا بجٹ Whether Federal or Provincial budget ,three hundred percent products میں increase ہوئی ہے؟ جیسے دال، آٹا، چاول Tell me any example of any country in the world. جہاں پر تین سو فیصد قیمتیں ایک سال میں increase ہوئی ہوں۔ What is budgeting? And you have to take responsibility for this. میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس پر تنقید کرنے کا بھی فائدہ نہیں ہے۔ اسمبلی ایک powerful forum ہے اس میں across the party line opposition, treasury benches, PPP, PML(N) and PML(Q) یہ سب مل کر فیصلہ کریں کہ وہ لوگ جو ہمیں منتخب کر کے بھیجتے ہیں، جو ہماری تنخواہ دیتے ہیں جن کی وجہ سے ہم یہاں بیٹھے ہیں، جن کی وجہ سے ہم یہ سوٹ وٹائی پہنتے ہیں، جن کی وجہ سے

mike چل رہا ہے Who is answerable to those people? کوئی شخص اٹھ کر سات ہزار روپے آمدنی والے شخص کا بجٹ بنا کر دکھا دے میں اس کو مان جاؤں گا۔ I will give him a noble prize. ایک بندہ اٹھ کر مجھے بتائے کہ سات ہزار روپے ماہانہ کا کس طرح سے بجٹ بنائے گا What is the purpose of this debates? یہاں پر آپ decorum maintain کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! ذاتی attacks کی میں بات کروں گا کہ دن رات ہو رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے جو لوگ اس House میں پرانے ہیں، ہم سے بھی پرانے ہیں ان کو اپنے ساتھیوں کو سمجھانا چاہئے کہ ذاتی attacks سے اجتناب کرنا چاہئے اور issues پر discussion ہونی چاہئے۔ میں کوئی specific نکتہ پیش نہیں کر رہا، میں ایک generalized بات کر رہا ہوں اور وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے کہ یہاں پر جو چیزیں note کی جا رہی ہیں ان پر implementation کی ذمہ داری بھی پھر وزیر صاحب کی ہے And then he should be answerable. He is a very noble person. میرے بھائیوں کی طرح ہیں اور میں ان کے حق میں بات کرتا ہوں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ دکھاوے کی تقریریں نہیں ہونی چاہئیں playing to the press gallery نہیں ہونی چاہئیں۔ ہم نے پھر عوام کے پاس جانا ہے اور یقین مانیں کہ وہ ماحول بن چکا ہے کہ جو غریب آدمی ہے وہ سیاست دانوں سے اتنا متنفر ہو گیا ہے جو Prado اور Pajero میں بیٹھا ہوا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ہی کے لوگ، آپ ہی کے ڈرائیور، آپ ہی کے گن مین اور آپ ہی کے ملازمین ہمیں اٹھا اٹھا کر باہر نکالیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ بجٹ کو serious لیا جائے اور بجٹ میں حلقوں کے حوالے سے جو کچھ note کیا جاتا ہے اس پر implementation کی جائے۔ میں کوئی نئی تجویز پیش نہیں کروں گا، میں صرف request کروں گا کہ میرے دو تین پچھلے سال کے منصوبے تھے خدا کے واسطے انہی پر implement کروا دیں تو I will be thankful to you. شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک احمد حسین ڈیہڑ صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہڑ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! Thank you very much for giving me time. میرا خیال ہے کہ یہ جو budget proposals ہیں یہ سب سے اہم issue ہے اور اسے ہمیں بہت seriously لینا چاہئے بلکہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ سب سے پہلے میں نے ہی یہ تجویز دی تھی کہ ہر سال budget proposals لی جائیں اور افسوس کے ساتھ یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ

budget proposalsلی جاتی ہیں لیکن اس کا نہیں پتا کہ کس حد تک کس کی proposalsاس معیار کی ہوتی ہیں جن پر بعد میں discussionکی جائے یا اس پر عمل کیا جائے۔ اس بارے میں اگر کوئی implementationہوئی ہے تو ہمیں آج تک اس کی سمجھ نہیں آئی۔ میری سب سے پہلی budget proposal یہ ہے کہ ایک پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے جس میں P&Dکے لوگ بھی شامل ہوں۔ ہم MPAs جو budget proposalsدے رہے ہیں ان کا کوئی feedbackبھی ہونا چاہئے کہ جس نے جو proposalsدی ہیں اس کا کیا بنا اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ اس قابل ہے کہ اس پر discuss کیا جائے یا اس کو implementکیا جائے تو C&W یا planningوالوں کے ساتھ ان ایم پی ایز کی ایک میٹنگ کرائیں اور اس کی implementationکے لئے بھی ایک cross checkہونا چاہئے۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر رہوں لیکن چاہوں گا کہ سارے pointsآ جائیں۔ سب سے پہلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو ہمارا موجودہ infrastructureہے اگر ہم اس میں کوئی بہتری لے آئیں تو ہمارے financial crunchesاور اس کے علاوہ جو مسائل ہیں وہ ہم کافی حد تک حل کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں سکولوں اور کالجوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے سکول میں دو parallel system چل رہے ہیں۔ ایک DPI system ہے، ایک DO systemہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دونوں کا کام ایک ہی ہے اور اس طرح وہ dualizationہو رہی ہے۔ وہاں پر ہم ان کو paysبھی دے رہے ہیں، ہم ان کو بھی responsibilities دے رہے ہیں، سکولوں میں checkکرنے والے چار چار ادارے بنے ہوئے ہیں۔ اس محکمے پر extra burden ہے۔ اگر اس پر ایک کمیٹی بنا کر اس کو seriously look afterکیا جائے تو ہم سکولوں میں بہت بہتری لا سکتے ہیں اور وہاں پر جو کچھ ہو رہا ہے صرف تنخواہیں لی جا رہی ہیں، کام نہیں ہو رہا۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو اس میں بہت بہتری ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ہم جو اساتذہ کی promotionsکرتے ہیں، انہیں جو allowancesدیتے ہیں اگر ہم انہیں ان کے resultsکے ساتھ link upکر دیں کہ جو استاد اچھا resultدے اسے allowancesاور promotionsدیں تو میں سمجھتا ہوں کہ دنوں میں ہی ہمارے standards raiseکر جائیں گے۔ چونکہ ٹائم کم ہے اس لئے میں ہسپتال اور باقی چیزوں پر بھی بہت مختصر بات کروں گا، میں hospitals پر بات کرتے ہوئے ملتان کے ہی ہسپتال کے بارے میں بات کروں گا کہ ملتان میں نشتر ہسپتال ایک tertiary hospitalہے اور وہ اتنا over burdenedہو چکا ہے کہ وہاں بلوچستان سے، سندھ سے اور جنوبی پنجاب کے remote areasسے

لوگ آتے ہیں اور وہاں صورتحال یہ ہوتی ہے کہ جس دن جس وارڈ کی ڈیوٹی ہوتی ہے وہاں مریض اندر streets میں نیچے لیٹے ہوتے ہیں۔ اگر وہاں جا کر دیکھیں تو مسجد والی جگہ پر بھی مریض لیٹے ہوئے ہوتے ہیں، اتنا burden ہوتا ہے کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا اور وہاں پر ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں کے سٹاف کی SNEs یہاں آئے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں لیکن ان کی SNEs پر ہمیں پورا سٹاف نہیں مل رہا ، وہاں پر نرسز پوری ہیں اور نہ سٹاف پورا ہے۔ آپ ڈاکٹروں کا تو کر رہے ہیں لیکن میں آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ strict action لیا جائے اور وہاں کی جو SNEs بھیجی ہوئی ہیں ان کے مطابق jobs provide کی جائیں۔ اس کے علاوہ فلٹریشن پلانٹ کا ایک بہت important point ہے ، اس گورنمنٹ کی جو اچھی باتیں ہیں ہمیں وہ بھی کرنی چاہئیں یہاں لوگوں کی صحت کے لئے بہت خیال کیا جا رہا ہے ، جو فلٹریشن پلانٹ دیئے جا رہے ہیں اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ سیلاب میں جو کم affected area ہیں ان میں filtered water provide کرنا بہت اچھا تھا اور یہ اس حکومت کو credit جاتا ہے لیکن لوگ credit کی بات کم کرتے ہیں۔ اس دفعہ 10۔ارب روپے کے فلٹریشن پلانٹ دیئے گئے ہیں میں نے اپنے حلقے میں 75 فلٹریشن پلانٹ دیئے ہیں جب مجھے پہلے چار کروڑ روپے کا فنڈ ملا تو میں نے چالیس فلٹریشن پلانٹ دے دیئے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ وہ سارے کے سارے ناکارہ ہو جائیں گے چونکہ ان کی maintenance کا کوئی system نہیں ہے۔ میں یہ تجویز دینا چاہتا ہوں کہ ملتان میں فلٹریشن پلانٹ کے لئے واسا، پبلک ہیلتھ ، چیئرمین ، میئر یا ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو ذمہ داری دیں جو ان کی maintenance کریں ورنہ آپ کے یہ اربوں روپے کے پراجیکٹ فیل ہو جائیں گے اور کل الیکشن میں لوگ ہمیں دکھائیں گے کہ یہ کھنڈر کھڑے ہیں؟

جناب سپیکر! ابھی تو ایک منٹ ہوا ہے، اب میں سیلاب اور شجر کاری کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہاں پر دس کروڑ کیکر لگا دیتے ہیں تو چھ سال میں آپ کو سو ارب کا منافع ہو گا۔ میں ٹیوٹا (TEVTA) کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ ٹیکنیکل ٹریننگ اور ٹیوٹا (TEVTA) پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی جبکہ ہماری بے روزگاری ٹیکنیکل ٹریننگ سے ہی ختم ہو سکتی ہے اور اس کے لئے میری یہ تجویز ہے کہ ان کے لئے شام کو سرکاری ادارے provide کئے جائیں۔ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں 27 ڈاکٹر تنخواہ تو MIC سے لے رہے ہیں لیکن ان کی duties کہیں اور لگی ہوئی ہیں، یہ وہ MIC ہے جہاں بلوچستان سے بھی لوگ آتے ہیں وہاں اس وقت پچاس ایمرجنسی beds کی ضرورت ہے لیکن یہ دو سال سے نہیں بن رہے حالانکہ اس کے فنڈز بھی دیئے جا چکے ہیں۔ حکومت پنجاب نے MDA

سے ستر کروڑ روپیہ ادھار لیا ہوا ہے میں استدعا کروں گا کہ وہ واپس کیا جائے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے واسا ملتان کے لئے 2۔ارب روپے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں دیئے گئے اب تو وہاں تنخواہوں اور بجلی کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں۔ جناح چوک روڈ کا پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں 77 کروڑ روپیہ ہے وہ بھی نہیں دیا جا رہا۔ جنوبی پنجاب میں دانش سکول اور خواتین یونیورسٹی ہماری بہت بڑی ضرورت ہے اور میں on the floor of the House بتانا چاہتا ہوں کہ پورے جنوبی پنجاب سے زیادہ ملتان میں مدرسے ہیں اور ان مدرسوں کو کنٹرول کرنے کے لئے دانش سکول بنائے گئے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ملتان میں دانش سکول نہ بنایا گیا تو ہم ان کی افادیت کھو دیں گے اور میں وزیراعلیٰ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دانش سکول کا منصوبہ دیا ہے اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر اتنے زیادہ مدرسے ہیں کہ ان کے alternative دانش سکول چاہئیں۔ وزیراعظم نے وہاں پر خواتین یونیورسٹی دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے بھی expedite کیا جائے، ADP کی سکیموں پر عملدرآمد نہیں کیا جاتا، جیسے ڈاکٹر صاحب نے کہا وہ یہاں پر شامل کر دی جاتی ہیں لیکن ان پر بالکل عملدرآمد نہیں کیا جاتا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ Regional Offices جنوبی پنجاب میں بنائے جائیں، وہاں ایڈیشنل سیکرٹری رکھے جائیں اسی طرح جنوبی پنجاب کی ڈویلپمنٹ کے جو انچارج ہیں وہ سارے یہاں بیٹھے ہیں آپ انہیں وہاں post کریں تاکہ وہ وہاں کام کر سکیں اسی لئے صوبے کی آواز آ رہی ہے اور میں صوبے کی حمایت کرتا ہوں چونکہ وہاں بہت محرومی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کرتا ہوں کہ آپ financial crunch کے لئے private hospitals and schools کو tax net میں لے آئیں چونکہ وہ کروڑوں اور اربوں روپے کما رہے ہیں لیکن tax net میں نہیں ہیں۔ اب میں Fuel and Maintenance Charges کے حوالے سے بات کروں گا کہ جس طرح آپ Medical Charges کسی سرکاری افسر کی تنخواہ میں شامل کر دیتے ہیں میری تجویز ہے کہ Fuel Charges بھی ویسے ہی تنخواہ میں شامل کر دیئے جائیں اور maintenance کی بجائے اسے پانچ سال کے اندر گاڑی فراہم کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری گزارش ہے کہ اب آپ بس کر دیں۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! میری آخری بات یہ ہے کہ پارلیمانی کمیٹی بنائی جائے جو بیٹھ کر صرف ان پانچ چھ چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرے، اساتذہ کی ترقی کے بارے میں، غیر اہم پوسٹوں کے بارے میں، Hospitals and Schools کو tax net میں لانے کے لئے، ٹیوٹا (TEVTA)

کے بارے میں، شجر کاری، fuel کے لئے نشتر ہسپتال اور میں نے جو ملتان کے مسائل بتائے ہیں وہ اس بارے میں رزلٹ بھی دے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ!

سیدہ ماجدہ زیدی: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم سے جو بجٹ تجاویز مانگی جاتی ہیں بنیادی طور پر ان کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام کو relief دیا جائے اور ان کے لئے کچھ آسانیاں پیدا کی جائیں لیکن پچھلے سال جو تجاویز دی گئی تھیں میرا نہیں خیال کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی implement ہوا ہو۔ پھر بھی ہمارا یہ حق بنتا ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ہر سال یہ کام کرتے رہیں شاید کبھی تو حکومت اس پر implement کرے۔ میں سب سے پہلے صوبہ پنجاب میں سرکاری ملازمتوں اور بے روزگاری کی بات کروں گی کہ بے روزگاری تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے اور پنجاب کے سرکاری محکموں میں ہزاروں کی تعداد میں اسامیاں خالی پڑی ہیں لہذا میں استدعا کروں گی کہ فوری طور پر ban ہٹایا جائے، تعلیم اور میرٹ کے مطابق پڑھے لکھے بچوں کو ملازمتیں دے کر خالی اسامیاں fill کی جائیں۔

جناب سپیکر! بجلی اور گیس کی بدترین لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے عوام کا جینا مشکل ہو چکا ہے، لوگوں کے چولہے بند ہو چکے ہیں، حکومت پنجاب بجلی پیدا کرنے کے جو بلند بانگ دعوے کرتی رہی ہے اب ان پر عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے اس کے لئے ہمیں چھوٹے ڈیم بنانے چاہئیں، ان کے لئے وسائل اندرونی ہوں یا بیرونی انہیں بروئے کار لانا چاہئے اور عوام کو relief دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ بجلی کی اس بدترین لوڈ شیڈنگ سے عوام کو relief دینا بہت ضروری ہے لہذا حکومت اس کے لئے کوئی عملی اقدامات کرے، اس کے لئے بجٹ میں پیسے رکھے، rental power لگائے، حکومت جو وسائل بھی استعمال کر سکتی ہے کرے لیکن عوام کو لازمی relief ملنا چاہئے۔ میری تجویز ہے کہ دیہی علاقوں میں کاٹیج فیکٹریوں کے لئے چھوٹے قرضے دینے چاہئیں تاکہ وہاں پر رہنے والے لوگوں کو اپنے گاؤں میں ہی روزگار مل سکے اور ان کی زندگی آسان ہو سکے اس طرح شہروں میں آنے کا رجحان بھی کم ہو گا۔

جناب سپیکر! بنگلہ دیش میں ایک Grameen Bank بنا ہے جو غریب دوست بنک ہے اسی طرح صوبہ پنجاب میں سستی روٹی کی بجائے، تنوروں میں اتنا پیسا جھونکنے کی بجائے اگر حکومت پنجاب کوئی ایسا کام کر لیتی جس سے گھر بیٹھی خواتین کو چھوٹے قرضے دے دیئے جاتے اور وہ گھریلو طور پر چھوٹی انڈسٹری بنا لیتیں تو محلوں کی سطح پر روزگار فراہم کیا جا سکتا تھا۔ ہم اپنی غربت کو تب ہی دور کر سکتے ہیں جب ہم اپنے لوگوں کو روزگار مہیا کریں گے۔ میں یہاں پر slow learner بچوں کا ذکر کرنا

چاہوں گی کہ 2009 میں یہاں پر slow learns club کے لئے ایک قرارداد منظور کی گئی تھی کہ پنجاب میں جو بچے disabled ہیں، Slow Learners ہیں ان کے لئے کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ہم انہیں ٹھیک طرح سے تفریح مہیا کر سکیں یا انہیں کوئی صحت افزاء ماحول مہیا کر سکیں اس کے لئے پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کی گئی تھی لیکن افسوس کہ 11-2010 کے بجٹ میں اس کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی جبکہ یہاں سے جب کوئی ایسی قرارداد منظور ہوتی ہے تو اس کے لئے بجٹ میں رقم رکھنا حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ لہذا میں استدعا کروں گی کہ آئندہ سال کے بجٹ میں Slow Learners Club کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جائے۔ میں یہاں پر یونیسف کے ایک survey کا ذکر کروں گی کہ پنجاب کے 63ہزار سکولوں میں اس وقت پینے کا پانی مہیا نہیں کیا جا رہا۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ صرف ایک دانش سکول پر 5۔ارب روپے خرچ کرنے کی بجائے پانچ پانچ لاکھ روپے لگا کر ہمارے پہلے سے موجود سکولوں کی حالت کو بہتر کیا جائے۔ وہاں پر پنکھے مہیا کر دیئے جائیں، چاردیواری بنا دی جائے، پینے کا صاف پانی اور فرنیچر مہیا کیا جائے۔ ان سکولوں میں جو بچے درخت کے نیچے زمین پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو چھت مہیا کر دی جائے۔ میں وزیر خزانہ سے کہوں گی کہ پہلے سے موجود سکولوں میں missing facilities کو مہیا کرنے کے لئے آنے والے بجٹ میں funds مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر! کاغذ کی قیمت 20ہزار روپے فی ٹن increase ہوئی ہے جس کی وجہ سے درسی کتب پچاس فیصد تک مہنگی ہو گئی ہیں۔ پنجاب حکومت درسی کتب کے لئے subsidy دے یا پھر تعلیمی کتابیں چھاپنے والوں کو یہ کاغذ سستے داموں فراہم کیا جائے تاکہ عام آدمی اپنے بچوں کے لئے سستی کتابیں خرید سکے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ نسیم ناصر خواجہ صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ زوبیہ رباب ملک صاحبہ!

محترمہ زوبیہ رباب ملک: جناب سپیکر! میں کل بات کرنا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ آپ کل بات کر لیجئے گا۔ جناب کرم الٰہی بندیال صاحب!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ہماری طرف سے ایک written request بھیجی گئی ہے کہ ہمارے دو معزز ممبران کل speech کریں گے تو اس کو منظور فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔کرم الٰہی بندیال صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو(جناب کرم الٰہی بندیال):بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!pre-budget sessionشروع ہو چکا ہے اور میرے دوستوں نے خاصی تجاویز دے دی ہیں۔میں صرف اپنے حلقے کے مسائل پر ہی زیادہ focusکروں گا۔میری آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ میرے ہاں کچھ سکول upgradationکے processسے گزر رہے ہیں ان کے funds releaseکئے جائیں۔میرے حلقے میں ایک مٹھاٹوانہ میونسپل کمیٹی ہے اس میں کالج نہیں ہے تو مہربانی کر کے وہاں پر لڑکیوں کا ڈگری کالج قائم کیا جائے۔قائدآباد تحصیل 2007 سے بنی ہوئی ہے لیکن آج تک وہاں پر developmentکا کوئی کام نہیں ہو سکا تو اس کے لئے خصوصی طور پر funds مختص کئے جائیں۔ہائیکورٹ کی طرف سے ایک حکم نامہ جاری ہوا ہے کہ وہاں پر Courts Complex بنایا جائے۔اس کا surveyہو چکا ہے، feasibilityبن چکی ہے لیکن اس حوالے سے fundsنہیں مل سکے لہذا یہ fundsمہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر!اسی طرح میرے حلقے میں بچیوں کے لئے special education schoolقائم کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس کی feasibilityبن چکی ہے لیکن ابھی تک اس کے لئے funds releaseنہیں ہو سکے تو میری گزارش ہو گی کہ اس کے لئے آئندہ بجٹ میں funds مختص کئے جائیں۔

جناب سپیکر!زراعت کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ میرا سارا علاقہ agricultural basedہے۔میرے حلقے کا drawbackیہ ہے کہ اس میں ریلوے لائن گزر رہی ہے، وہاں ریلوے لائن پر جو crossہیں ان پر پھاٹک نہیں ہیں۔جہاں پر فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں وہاں پر تو پھاٹک allowکر دیئے گئے ہیں لیکن باقی علاقوں کے لئے تاحال پھاٹک منظور نہیں کئے گئے تو اس کے لئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے۔

جناب سپیکر!فلیٹ ریٹ آبیانہ کے حوالے سے پچھلے سال بھی خاصی باتیں ہوئی ہیں۔ہمارے بارانی اضلاع پر فلیٹ ریٹ آبیانہ لگانا انتہائی ظالمانہ کام ہے۔فیصل آباد، اوکاڑہ اور شیخوپورہ جیسے اضلاع کے مقابلے میں ہماری زمین کی اتنی valueنہیں ہے۔پرانے دور میں جب units systemرائج تھا تو اس وقت بھی ہمارے علاقے کی اتنی valueنہیں تھی۔ہمارے رقبے بارانی ہیں، وہاں پر پانی نہیں پہنچتا لیکن اس علاقے پر بھی آبیانہ کے وہی ratesلگ رہے ہیں جو کہ زیادہ پانی والے علاقوں پر لگتے

ہیں۔ میں آپ کو اس کی مثال اس طرح سے دیتا ہوں ہمارے دو ہوسٹل ہیں۔ایک ایم۔پی۔اے ہوسٹل اور دوسرا پیپلز ہاؤس ہے،فرض کریں کہ پیپلز ہاؤس ایک سال بند رہتا ہے لیکن وہاں بجلی اور گیس چلتی رہتی ہے تو جتنا بل ایم پی اے ہوسٹل میں رہنے والا دے گا اتنا ہی بل پیپلز ہاؤس میں رہنے والا ممبر ادا کرے گا۔فلیٹ ریٹ آبیانہ کی وصولی ہمارے علاقے کے کسان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی اور ظلم ہے اس لئے میں یہ مطالبہ کروں گا کہ پچھلی حکومت نے جو فلیٹ ریٹ آبیانہ لگایا تھا اس کو فی الفور ختم کر دیا جائے۔

جناب سپیکر!1998 میں سکارپ کا ایک منصوبہ بنایا گیا جس کا نام ہیڈالی سب یونٹ ہے اور اس پر71turbines لگی ہوئی تھیں۔جب تک یہturbines چلتی رہیں تو اس کے بہت زیادہ فوائد تھے لیکن اب یہturbines بند کر دی گئی ہیں۔معلوم نہیں کیوں بند کی گئی ہیں یا پھر شاید چوری کر لی گئی ہیں؟وارث کلو صاحب بتا رہے تھے کہ ان کے حلقے میں ابھی تک ایسیturbines چل رہی ہیں۔میں گزارش کروں گا کہ اس بارے میں ضروری اقدامات کئے جائیں تاکہ یہ بندturbines دوبارہ چل سکیں۔

جناب سپیکر!میرے حلقے میں ایک مٹھاٹوانہ ڈرین ہے جو کہchock ہو چکی ہے۔یہ تقریباً 39میل لمبی ڈرین ہے اس کی صفائی ہو جائے تو ہمارا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ سپرنٹنڈنٹ انجینئر یا چیف انجینئر سرگودھا کو حکم صادر فرمایا جائے کہ اس ڈرین کی فوری طور پر صفائی کی جائے اس حوالے سے سرگودھا ڈویژن کو جوfunds release ہو چکے ہیں اس میں سے ہمیں ہماراshare دیا جائے۔

جناب سپیکر!میرے حلقے کی نہروں کیlining کے لئےfeasibility متعلقہ محکمہ کو پہنچ چکی ہے تو اس کی فوری طور پر منظوری دی جائے تاکہ ہمیں سیم سے چھٹکارا مل سکے کیونکہ اس کی وجہ سے ہمارے بہت سے رقبے خراب ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر!میں نے پچھلے سال بھی گزارش کی تھی اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقے بوتالا شہر کے رہنے والے لوگ ریلوے پھاٹک نہ ہونے کے باعث بہت سی مشکلات کا شکار ہیں اگر یہاں پر پھاٹک لگ جائے تو دس کلو میٹر کا فاصلہ کم ہو کر ایک کلو میٹر رہ جائے گا۔مہربانی کر کے بوتالا میں ریلوے پھاٹک لگانے کے لئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے۔

جناب سپیکر!صحت کے شعبہ کے حوالے سے گزارش کروں گا کہThalasemia ایک بیماری ہے۔میں نے اس بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ گزارش کی ہے۔اس موذی مرض میں میرا بیٹا بھی

مبتلا ہے۔اس مرض میں مبتلا اکثر غریب لوگوں کے بچے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ہر ضلع میں ایک تھیلیسیمیا سنٹر بنایا جائے۔لوگ عیسیٰ خیل اور ڈیرہ غازی خان جیسے دور دراز علاقوں سے علاج کے لئے لاہور آتے ہیں اگر ہر ضلع میں تھیلیسیمیا سنٹر بن جائے اور بچوں کو خون کی فراہمی وہیں پر ہو جائے تو اس مرض میں مبتلا لوگوں کو بہت سہولت ہو جائے گی۔اس مرض میں مبتلا مریضوں کے لئے ایک Desferal انجکشن کی ضرورت ہوتی ہے جو کہ بہت مہنگا ہے۔اس کے ساتھ ایک Ferriprox نام کی گولی اس مرض میں مبتلا مریضوں کے لئے ضروری ہوتی ہے یہ بھی بہت مہنگی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ حکومت اس مرض میں مبتلا بچوں کے لئے یہ ادویات free of cost مہیا کرنے کا انتظام کرے۔

جناب سپیکر! ہمارا تحصیل ہیڈکوارٹر بن رہا ہے جس کے لئے مزید funds درکار ہیں، kindly آنے والے بجٹ میں اس کے لئے خصوصی طور پر funds مختص کئے جائیں۔ ہمارے علاقے میں جو BHUs ہیں ان میں ڈاکٹروں کی بڑی کمی ہے تو میری گزارش ہو گی کہ ان بنیادی مراکز صحت پر ڈاکٹروں کی تعیناتی کی جائے۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہے کہ میں نے اپنے علاقے کے جو چھوٹے چھوٹے مسائل بیان کئے ہیں ان کے بارے میں خصوصی شفقت فرماتے ہوئے funds مختص کئے جائیں اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ضروری احکامات صادر کئے جائیں۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں زراعت کی ایک انجینئرنگ ورکشاپ ہے جو کہ 80 کنال رقبے پر محیط ہے۔اب معلوم ہوا ہے کہ اس کو لیہ یا کسی اور ضلع میں shift کیا جا رہا ہے تو اس کو reconsider فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر! میری آخری گزارش محکمہ انہار کے حوالے سے ہے کہ ہمارا سب ڈویژن خوشاب ضلع میانوالی میں fall کرتا ہے۔ ہمارے علاقے کے لوگ میانوالی جاتے ہیں اگر محکمہ انہار کے ضلعی دفاتر خوشاب میں بنا دیئے جائیں تو لوگوں کو بہت سہولت ہو جائے گی اور اس غیر ضروری سفر سے نجات مل جائے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ!

محترمہ حمیرا اویس شاہد: شکریہ۔ جناب سپیکر! آنے والے سالوں اور آنے والے دنوں میں سب سے بڑا مسئلہ خوراک کی قلت اور خوراک کی پیداوار ہے۔ اگر آج ہم food security کو address نہیں کریں گے تو نہ صرف ہماری غربت میں اضافہ ہو گا اور اس سے جرائم directly linked ہوتے ہیں بلکہ already آپ سٹیٹ بنک کی third quarter کی رپورٹ پڑھ لیں۔ اس سے زیادہ خوفناک

nightmare نہیں ہو سکتا جہاں پر ہم کھڑے ہیں۔ میں نے پہلے بھی بیع سلم کی بات کی تھی اور میں آج بھی کر رہی ہوں۔ بیع سلم نہیں لا رہا تو نہ لائے آپ کے نہ لانے سے بنکوں کا بیع سلم ہونا بند نہیں ہوگا۔ بیع سلم پر legislation ہو رہی ہے۔ میں پنجاب کی حکومت سے یہ کہہ رہی ہوں کہ جو اربوں روپے اسلامی بنکوں کے پاس پڑے ہوئے ہیں ان کو direct کریں for agriculture development by bringing in futuristic بیع سلم آپ اگر چھوٹے کاشتکاروں کے ساتھ contracts کرتے ہیں یعنی ایڈوانس میں فصل خریدتے ہیں۔ آپ کسان کی cultivation cost پچیس فیصد کم پر لے جائیں گے۔ اگر آپ آڑھتی کو ہٹاتے ہیں اور منافع کسان اور حکومت کے درمیان میں share ہوگا تو منافع کس کو جائے گا؟ اگر آپ inflation اور hoarding کو اپنے ہاتھ میں واپس لے آتے ہیں اور آڑھتی کی intervention ختم کر دیتے ہیں تو فائدہ کس کو ہے؟ اگر آپ پچیس فیصد cultivation cost کم کرتے ہیں اور اڑھائی تین فیصد عشر لگاتے ہیں اور عشر کو اکٹھا کر کے دوبارہ زراعت پر استعمال کرتے ہیں تو فائدہ کس کا ہے؟ بیع سلم ہوگا اور اس کو باقی جگہوں پر ہوگا اور انٹرنیشنل اسلامک بنکوں کے trend اس طرف جا رہے ہیں۔ آپ کا اس میں فائدہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو اسلامک بنکوں میں پیسے ہیں جیسے بیع سلم ہے۔ یہ کام وزیراعلیٰ کی ٹیم کا ہے۔ میرا کام یہاں پر indicate کرنا تھا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دوسری بات بیت المال کی ہے۔ بیت المال آپ کا اتنا بڑا resource ہے اگر transparency اور corruption پر آپ کی grip ہو جائے کیونکہ یہاں ہر تیسرا بندہ تیس ہزار روپے رشوت دے کر تین لاکھ کا ٹیکس بچا لیتا ہے۔ آپ کی economy نہیں ہے جو tax generate کرے اور جو ہو رہا ہے وہ corruption کے ہاتھوں leakages ہو رہی ہیں۔ So you have to bring back the trust of the people ہاں ہماری جو latest Transparency International rating میں جگہ ہے ہم most corrupt Nations میں 42 سے 39 نمبر پر آ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ Transparency International نے کہا ہے پچھلے تین سال میں آپ کے ہاں ایک ہزار بلین روپے کی کرپشن ہوئی ہے جس میں سے تین سو بلین صرف گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹس کی کرپشن ہے۔ آپ سوچیں اگر آج یہ پیسا آپ کے پاس واپس آ جائے تو آپ کیسے نہیں development کر سکتے، کیسے نہیں آپ اس کو economy میں دوبارہ ڈال سکتے؟ You have to create systems جہاں پر tax collection اور گورنمنٹ پر trust ہوتا۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ بیت المال کو آپ tax free کریں تاکہ لوگ رشوت دینے کے بجائے بیت المال میں پیسے جمع کرائیں تو Tax Department میں farmer based incentives create کئے جائیں، documentation of tax payers ہو، public records create کئے جائیں۔ محکمہ ریونیو کو کمپیوٹرائز کیا جائے، نئے projects کی بجائے existing projects پر focus کیا جائے۔ اگر ہم نے نہروں کی maintenance کی ہوتی تو سیلاب سے یہ حال نہ ہوتا اس لئے کہتے ہیں کہ a stitch in time saves nine ہمیں وہ پالیسی اپنانی چاہئے۔ ایسے تمام projects جو نئے شروع ہوں گے اور مکمل نہیں ہو پائیں گے وہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہوں گے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنا human capital استعمال کرنا پڑے گا، آپ کے ملک میں unexploited mineral deposits ہیں، آپ کے ملک میں Hydel power potential ہے آپ اس کی طرف جائیں، آپ کے ملک میں agricultural and industrial potential ہے آپ اس کو استعمال کریں۔ میرا خیال ہے کہ ایوان میں موجود بہن بھائیوں نے بہت ساری تجاویز دی ہیں۔ ہم سب کو پتا ہے کہ governance کیسے ٹھیک کرنی ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ احتساب کی کتنی ضرورت ہے، ہم سب کو پتا ہے کہ کرپشن بہت ہے اور اس کے لئے کیا measures لئے جا سکتے ہیں۔ ہمیں وہ نیت چاہئے، ہمیں وہ loyalty چاہئے، ہمیں وہ ٹیم چاہئے اور ہمیں وہ ارادے چاہئیں، اگر وہ سب ہوں گے تو میں کہتی ہوں کہ کیسے governance ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اپنی تمام معروضات اس بنیاد پر آج پیش کروں گا کہ ہم نے یہ ملک اللہ سے لوگوں کی ویلفیئر کے لئے لیا تھا۔ Karl Marx نے یہ کہا تھا کہ سب سے پہلے revolution اس کے افکار پر آیا تو وہ برطانیہ میں آئے گا لیکن وہ وہاں نہیں آیا۔ اس پر بہت research ہوئی کیونکہ Marx کی بہت سی باتیں سچی ثابت ہوئیں، اس پر جو final research ہوئی اس میں یہ آیا کہ اگر برطانیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوشل سکیورٹی سسٹم اپناتا جس کی وجہ سے وہ revolution سے بچا۔ وہ سوشل سکیورٹی سسٹم جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا اگر وہ نہ اپناتا تو سب سے پہلے United Kingdom اس کی زد میں آتا اور وہاں اشتراکیت ہوتی۔ شاہ فاروق نے کہا تھا کہ دنیا میں صرف دو بادشاہ رہ جائیں گے ایک تاج کا بادشاہ اور ایک انگلستان کا بادشاہ۔ اس کی وجہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان ہیں۔ انھوں نے شیر خوار بچوں تک کا

خیال کیا اور ایک ویلفیئر اسٹیٹ کا نظریہ دیا۔ اب میں یہ بتاتا ہوں کہ اس بنیاد کو چلانے کے لئے ہماری حکومت کو یہ چاہئے کہ اڑھائی فیصد زکوۃ اس شرط پر لوگوں سے لی جائے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج یہ اعلان کر دیں naturally وفاق سے بات کر کے کریں گے، اس شرط پر مان لی جائے کہ آپ کے پاس جتنا پیسا ہے جو بے نامی جائیداد ہے حکومت اس کو regularize کر دے گی اور وہ پیسا main ambit میں آ جائے گا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ لوگ چار پانچ فیصد پر پیسا encash کراتے ہیں اور وہ پیسا ایک دفعہ white کرنے کے بعد دوبارہ main stream میں نہیں آتا اس لئے میری اس تجویز کو محترم وزیر خزانہ اس طرح لیں کہ بے پناہ پیسا بے نامی اکاؤنٹس اور بے نامی جائیدادوں میں موجود ہے وہ بے نامی جائیدادیں اور پیسا جب تک main stream میں نہیں آئے گا employment کبھی create نہیں ہو گی۔ ابھی پچھلے چھ سات دن پہلے تیونس میں ایک واقعہ ہوا ہے جس میں ایک نوجوان محمد بزوزی نامی نے خودکشی کی ہے جو ایک بہت بڑے revolution کا حصہ بنا ہے۔ وہ شخص Post Graduate تھا اور ریڑھی لگاتا تھا۔ اس کی ریڑھی کو اٹھا کر توڑ دیا گیا تو اس نے خودکشی کر لی اور وہاں سے یہ سلسلہ چل پڑا۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر فوری طور پر low cost funds نہ دیئے گئے تو business opportunities نہیں ہوں گی، حکومت اتنی نوکریاں نہیں دے سکتی بلکہ کسی صورت نہیں دے سکتی۔ یہ صرف ایک ہی صورت میں create ہو سکتی ہیں کہ بنکنگ چوبیس پچیس فیصد پر جا چکی ہے یہ اڑھائی فیصد لینے کے بعد جو بے نامی اکاؤنٹس میں پیسا پڑا ہے اس کو main stream میں لایا جائے۔ اس کے لئے پنجاب حکومت جو بھی کر سکتی ہے وہ کرے۔

جناب سپیکر! ہم سب کے حلقوں میں جو سکول merge کئے جا رہے ہیں، اس کے باوجود استاد حاضر نہیں ہوتے، ساٹھ فیصد اساتذہ اپنی جگہوں پر نہیں ہیں، سائنس ٹیچرز ہی نہیں ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ لاہور نے ایک حکم جاری کیا ہے کہ عدالت کا کوئی ملازم part time کام نہیں کر سکتا۔ ان اساتذہ کو پڑھانے کی طرف لانے کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کو سکول کے اوقات کے بعد اکیڈمیوں میں جانے سے قانونی طور پر روکا جائے۔ اگر وہ اکیڈمیاں چلانا چاہتے ہیں تو پھر وہ گورنمنٹ سروس میں نہ رہیں۔ یہ میری تجویز ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔

جناب سپیکر! محترم وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک زبردست کام کیا ہے کہ اس سال انھوں نے میڈیکل کالجوں میں ایک ہزار سیٹیں بڑھائی ہیں، یہ بہت اچھا قدم ہے لیکن آپ کو بھی معلوم ہے اور ہاؤس میں بیٹھے ہوئے اور معزز ممبران کو بھی معلوم ہے کہ ہمارے زیادہ تر ڈاکٹر کسی نہ کسی طرح

NOC لے کر یا تو fly کر جاتے ہیں یا شہروں کے پرائیویٹ ہسپتالوں میں رہتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ دیہاتی علاقوں کے رہنے والے لوگ بھی prefer کرتے ہیں کہ باہر چلے جائیں یا شہروں میں رہیں۔ اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی ہونی چاہئے اور bond system ہونا چاہئے ورنہ جو سیٹیں بڑھائی گئی ہیں ان کا فائدہ نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! ٹرانسپورٹ پر ٹیکس ہونا چاہئے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چند سال پہلے محصول چونگیوں کا نظام تھا۔ اس سے ارب ہا روپے کی پنجاب حکومت کو آمدن تھی اب وہ نظام نہیں ہے۔ اب وہ ارب ہا روپے کی آمدن نہیں ہو رہی۔ آپ حیران ہوں گے کہ پنجاب میں جتنا ارب ہا روپے سڑکوں پر لگا رہے ہیں، میں particularly نام نہیں لے رہا اور میں کسی علاقے کے خلاف نہیں ہوں یہ تمام containers اور تمام ٹرک پنجاب میں رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔ یہ پنجاب کو ٹوکن ٹیکس بھی نہیں دیتے اور یہ ٹوکن ٹیکس بھی دوسرے صوبوں میں دے رہے ہیں۔ پنجاب کو ٹوکن ٹیکس بھی نہیں ملتا اور پنجاب کی سڑکیں تباہ ہوتی ہیں۔ میری استدعا ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ کر لیا جائے کیونکہ کراچی سے پشاور تک کا دو سے پانچ لاکھ روپے منافع ایک container لے رہا ہے جس کی میں آپ کو figure دے سکتا ہوں۔ اتنے heavy profit کے باوجود حکومت پنجاب اس پر کچھ نہیں لے رہی لہذا فوری طور پر اس حوالے سے کچھ نہ کچھ ہونا چاہئے۔ زرعی بنک اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضے لوگوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں لہذا میری استدعا ہے کہ جہاں capital amount واپس آ چکی ہے اُن کو باقی قرضہ معاف کر دیا جائے۔ جہاں borrowers مر چکے ہیں اُن یتیم بچوں اور بیواؤں کو ایسے قرضوں سے exempt کر دیا جائے وہ پیسا چاہے کسی بھی head سے لے کر دیا جائے لیکن اُن کو پریشان نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑے سیکٹر کو ہم استعمال نہیں کر رہے۔ کمرشل بلڈنگ کا اس وقت پورے پنجاب میں بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ کمرشلائزیشن رُکی ہوئی ہے اور لوگ اربوں روپے دینے کو تیار ہیں۔ حکومت پنجاب کو فوری طور پر کمرشل سکیم دینی چاہئے بے شک اس کے لئے high rise buildings نہ بنائیں جیسے اب آسٹریلیا نے specified areas کے اندر high rise buildings بنائی ہیں otherwise وہ 1900 کی buildings میں کام کر رہے ہیں لیکن اب انہوں نے specified areas سے اربوں ڈالر کمائے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ مسئلہ ہے کہ یا تو آپ building bylaws کی خلاف ورزی کریں، deviation کریں یا پھر اللہ نہ کرے demolition میں جائیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ بہت بڑا ظلم ہے لہذا میری یہ تجویز ہے کہ اس head کو استعمال کیا جائے۔ میں نے بہت دفعہ اس

معزز ہاؤس کے سامنے کہا ہے کہ پرانی تاریخوں کے stamp papers دینے والوں کو پکڑا جائے جو continuously لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ آج بھی ان stamp papers پر تعمیلِ مختص کے دعوے ہوتے ہیں۔ یتیم بچے اور بیوائیں عدالتوں میں رُلتی ہیں جو لٹ رہی ہیں اور ان کی جائیدادیں بھی لٹ رہی ہیں کیونکہ ان بے چاروں کے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہیں کہ وہ declaratory suit میں یہ ثابت کر سکیں کہ اُس کے باپ یا خاوند نے یہ انگوٹھا نہیں لگایا۔ پرانی تاریخوں کے Stamp Papers آج بھی ملتے ہیں، اگر ہم قوم کو litigation سے بچانا چاہتے ہیں تو اس پر فوری طور پر کچھ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! NFC ایوارڈ ہمارے وزیر اعلیٰ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور تقریباً ایک کھرب 60۔ارب روپے ہمیں مرکز سے ملیں گے لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جو تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں اُن پر کتنا خرچہ ہوگا؟ میں بتاتا ہوں کہ Federal collection کم ہو رہی ہے جس کی کمی کی وجہ سے میں محسوس کرتا ہوں کہ Federal distribution میں جب کمی آئے گی تو پنجاب کو سب سے کم فنڈز ملیں گے لہذا آج ہی ہمیں سوچ لینا چاہئے کہ ہم نے کہاں سے بچت کرنی ہے، میرا نہیں خیال کہ NFC ایوارڈ کی پوری رقم پنجاب کو ملے گی اس لئے ہمیں فوری طور پر اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

جناب سپیکر! ادویات کے حوالے سے ہم آج تک کچھ نہیں کر سکے کیونکہ ادویات نہ صرف مہنگی ہیں بلکہ پہلے کی طرح جعلی بھی مل رہی ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ 1967 کے Drug Act سے شیمپو اور رنگ گورا کرنے والی کریموں کو نکال دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اربوں روپے کا کام ہو رہا ہے۔ آپ اُن کے صرف T.V advertisements دیکھ لیں کہ وہ ایک ایسا شیمپو جس کی قیمت فرض کیجئے -/20 روپے ہے اُس پر ان کا advertisement budget پچیس کروڑ روپے ہے۔ اگر کسی طریقے سے اُن کو نہ روکا گیا تو قوم پھر لُٹتی رہے گی۔ یہی حال Cell Phone Companies کا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں اور teenager لڑکے موبائل فون پر بات کر رہے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے گھروں میں تباہی مچی ہوئی ہے۔ اگر ان پر آج ہم نے کوئی قدغن نہ لگائی یا پابندی نہ لگائی تو پھر بھول جائیں کہ بے راہ روی رُکے گی۔ آپ لوگ صبح جب walk کے بعد نکلتے ہوں گے تو دیکھتے ہوں گے کہ سکول کے بچے اور بچیوں کے پاس موبائل ہوتے ہیں جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ موبائل فون کے کتنے بُرے اثرات ہیں۔ پہلے زمانے میں تو شاعروں نے پورے تیس تیس سال لگا دیئے اور جھلک تک نہیں دیکھی لیکن اب یہاں ایک SMS آتا ہے اور تباہی شروع ہو جاتی ہے لہذا یہ ایک انتہائی اہم issue ہے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ آپ دیکھ رہے ہوں گے کہ عاملوں اور تعویز دینے والوں نے ٹی وی پر پرائم ٹائم میں کروڑوں روپے کے advertise دینے شروع کر دیئے ہیں جن کو روکا جائے کیونکہ ان کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں خاص طور پر وہ خواتین جن کے خاوند اور والدین کی hard earned income ہے وہ ان جعلی عاملوں کو دیتے جا رہی ہیں۔آمدنی تو ہے لیکن آمدنی کو روکنا اور اُس کو جائز خرچے پر لانا بھی ضروری ہے۔ میں نے اپنی تقریر کے شروع میں بات کی تھی کہ چونکہ حضرت عمر نے ویلفیئر اسٹیٹ کا نظریہ دیا تھا اس حوالے سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ حکومت بنیادی طور پر natural guardian ہے اور ماں باپ بھی بعد میں آتے ہیں اس لئے تقریر کے آغاز میں دی گئی میری تجویز پر غور فرمایا جائے۔

جناب سپیکر!ذرا غور کریں کہ ایک آڑھتی بغیر مارکیٹنگ کمیٹی کے لائسنس کے آڑھت نہیں کھول سکتا لیکن آپ میرے ساتھ ابھی چلیں، میں اپنے گلے میں منکے پہنتا ہوں اور آپ کہئے کہ یہ پیر صاحب ہیں تو دیکھئے گا کہ شام تک میری clientele سینکڑوں میں ہو جائے گی۔ایک advertise آتی ہے کہ جناب استخارہ کرائیں لہذا ہمیں اس چیز کو بھی دیکھنا چاہئے۔ ہماری آمدنی چاہے جتنی بھی ہو اگر ہم اخراجات کو کنٹرول نہیں کریں گے تب تک معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ آپ جانتے ہیں کہ امریکہ میں وفاقی ججوں کے پاس اپنی گاڑی ہے کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے اُن کو پانچ سال میں ایک گاڑی ملتی ہے اور وہ اُس گاڑی کی maintenance خود کراتے ہیں لیکن ہمارے ہاں ٹرانسپورٹ سیکٹر میں جتنی تباہی مچی ہوئی ہے اس کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا اس لئے خدارا اس کا کچھ نہ کچھ کیا جائے۔ میری یہ تجویز ہے کہ گورنمنٹ کے وہ افسران جن کو گاڑی ملنی چاہئے اُن کو پانچ سال کے لئے گاڑی دے دی جائے اور اُس گاڑی کی nominal cost نکال کر ان سے کہا جائے کہ آپ اتنے پیسے جمع کرا دیں لیکن انہیں maintenance کی سہولت نہ دی جائے تاکہ پانچ سال بعد وہ گاڑی اُن کی ہو جائے چاہے وہ منسٹر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس حوالے سے S&GAD کو وہ فارمولا بنا دیا جائے جیسے multi national companies میں ہوتا ہے کہ یہ گاڑی آپ کی ہے، اتنی قسط دے دیجئے اور پانچ سال بعد یہ گاڑی لے لیجئے گا لیکن اس کی maintenance آپ نے خود کرانی ہے۔اسی طرح fix quota of petrol دیا جائے کہ اتنے لٹر سے زیادہ آپ کو پٹرول نہیں ملے گا۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ Guest Houses جرائم کی جڑ ہیں۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا ہوٹل بھی ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو bed tax دے رہا ہے لیکن Guest

guest Houses رجسٹرڈ ہی نہیں ہیں۔ لاہور اور دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں guest houses ہیں جو کہیں بھی رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ان کے پاس جرائم پیشہ لوگ آکر ٹھہرتے ہیں kindly انہیں رجسٹرڈ کرایا جائے۔ شراب کے اندر بہت پیسا چوری کیا جا رہا ہے جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ ایک ٹرک آتا ہے جس میں one third بوتلیں دکھادی جاتی ہیں کہ یہ ساری ٹوٹ گئی ہیں اور وہ ٹوٹی ہوئی شراب دکھا کر پتا نہیں کتنا ٹیکس چوری ہوتا ہے۔اس کو بڑی سختی سے دیکھا جائے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف شراب میں سے ہی اربوں روپے بچایا جا سکتا ہے جو main kitty میں آسکتا ہے۔ پچھلے دنوں محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کا ایک وفد تھائی لینڈ گیا اور اُس وفد نے یہ کہا کہ ہم وہاں پر رجسٹریشن چیک کرنے گئے ہیں کہ اُن کی گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریق کار کیا ہے؟اِس وقت ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہاں پر چیئرمین P&D بیٹھے ہیں وہ جب سیکرٹری ایکسائز تھے تو میری اُن سے کافی دفعہ لمبی لمبی بات ہوئی تھی اور انہوں نے ہی یہ سب کچھ میرے ساتھ بیٹھ کر بنایا تھا لیکن اب میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بیس افراد تھائی لینڈ کیا کرنے گئے تھے؟ یہ ایوان پوچھنے کا حقدار ہے کہ بیس آدمی کیا صرف گاڑیوں کی رجسٹریشن کے لئے گئے تھے جبکہ چار سال سے پوری دنیا میں سسٹم چل رہا ہے کہ کوئی گاڑی بغیر نمبر لئے dealership سے باہر نہیں جا سکتی۔اس کی detail آنی چاہئے کہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ کے بیس آدمی تھائی لینڈ میں کیا کر کے آئے اور وہاں کے Pitaya beach پر کیا کرنے گئے تھے؟

جناب سپیکر!میں نے ایک چھوٹی سی بات پہلے بھی اس floor پر کی تھی،آج دوبارہ کرتا ہوں اور الحمدللہ،اللہ کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ میں نے آج سے تقریباً آٹھ مہینے پہلے یہ کہا تھا کہ Afghan Transit Trade ملک کی تباہی کا باعث ہے۔آپ نے دیکھ لیا ہے کہ چالیس ہزار containers غائب ہیں۔کوئی ایک بھی افغانی کالی چائے نہیں پیتا،صرف چائے ہی نہیں بلکہ سپیئر پارٹس،ٹائرز،کیمیکل وغیرہ کوئی ایک چیز ہو تو بتاؤں جنہیں وہاں کوئی دیکھتا ہی نہیں اور "چھالیہ" جس کو beetle nuts کہتے ہیں افغانی جانتا ہی نہیں کہ چھالیہ کیا چیز ہے؟ وہاں سے ساری چھالیہ یہاں آ رہی ہے اور جتنی heavy duty items ہیں وہ ساری کی ساری اُدھر سے آ رہی ہیں۔ پنجاب کی سڑکوں پر سے گزر کر پنجاب کی عوام کے لئے یہ مال لایا جاتا ہے لیکن حکومت پنجاب کو اس کا ایک ٹکا بھی نہیں ملتا لہٰذا اس کے لئے کچھ نہ کچھ کر لیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں نے ابھی ایک octroi system کی بات کی ہے کہ اس کو check کیا جائے۔Octroi والے بہت سے کیس پکڑتے تھے کہ اس کے اندر کیا ہے اور بعض دفعہ بہت بڑی بڑی lots پکڑی جاتی تھیں تو ہمیں اس کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ بنگلہ دیش کے ایک

پروفیسر عبدالحسام نے پانی صاف کرنے کا ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہے جسے اقوام متحدہ نے ایوارڈ دیا۔ میری یہ request ہے کہ حکومت پنجاب پروفیسر عبدالحسام کو سرکاری طور پر دعوت دے کر انہیں بلائے کہ انہوں نے بنگلہ کے پانی کو جس طریقے سے drinking water بنایا ہے تو ہمارے عوام کا یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہم پانی کو صاف کریں اور اس پر اربوں روپے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس شخصیت کو یہاں پر بلا کر ان سے استفادہ کیا جائے کیونکہ ہمارے ہاں کروڑوں اربوں کی سکیمیں ہیں۔

جناب سپیکر! میری یہ تجویز ہے کہ شادی ہالوں پر capacity tax لگا دیا جائے اور اس ٹیکس کی بنیاد ان کے total head capacity پر ہو۔ مثلاً ایک شادی ہال میں تین ہزار آدمی business کر رہے ہیں تو ہم اس سے per head لے لیں کہ آپ نے اتنا business کرنا ہے تو حکومت پنجاب نے آپ سے per head یہ لینا ہے۔ capacity tax شادی ہالوں پر لگنا ضروری ہے۔

جناب سپیکر! صرف 30۔ارب روپے کے لئے Irrigation Department کو ایک غیر ملکی ادارے کو pledge کر دیا گیا ہے تو اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو یہ کسانوں کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ میں یہ چاہوں گا کہ بہاولپور میں ایک ڈرامہ ہال کے لئے ساڑھے سترہ کروڑ روپے دے دیئے گئے۔ اس قسم کی شاہ خرچی اب ہمیں suit نہیں کرتی تو میری یہ تجویز ہے کہ بہاولپور کو ہی یہ ساڑھے سترہ کروڑ روپے کسی اور ایسی مد میں دے دیں جس سے عوام کا فائدہ ہو جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

**محترمہ آمنہ الفت:** شکریہ۔ جناب سپیکر! "حقہ بند، پانی بند، فون بند، عامل بند"۔ یہ چار ہی تو چیزیں ہماری قوم کے پاس رہ گئی ہیں اور اگر یہ بھی چھین لیں گے تو بے چاری قوم کیا کرے گی؟ پہلے ہی آٹا غائب، بجلی غائب، پانی غائب، گیس غائب اور ابھی ہوا اور سورج کی روشنی پر بھی کوئی پابندی لگانے کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا ورنہ اب تک یہ بھی غائب ہو چکے ہوتے۔ حالت زار یہ ہے کہ تین سال گزر چکے ہیں اور میں چوتھی دفعہ بجٹ تجاویز دینے جا رہی ہوں اس سے پہلے بھی تین دفعہ بجٹ تجاویز دیں اور ان تین سالوں میں عوام کی طرف سے ابھی تک ایک آس ہے کہ:

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

جب میں وزیر خزانہ کائرہ صاحب کی طرف دیکھتی ہوں تو یقین مانئے کہ مجھے ترس آتا ہے کہ وہ انتہائی دم بخود حیران پریشان ہم سے تجاویز لیتے رہتے ہیں اور ہم انہیں تجاویز دیتے رہتے ہیں۔ انہیں

بھی پتا ہے کہ ہم ایک کان سے سنیں گے اور دوسرے کان سے نکال دیں گے اور عمل ندارد لیکن ایک بات ضرور ہے کہ وہ تجاویز لیتے ہیں تو انہیں appreciate ضرور کرتے ہیں اس کے بعد وہ ایک تعریفی سند بھی جاری کرتے ہیں جو کہ میرا اثاثہ ہے اور میں اس پر ان کی مشکور ہوں۔ اب چاہئے تو یہ کہ عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان تو دے نہ سکے تو ایک ایک تعریفی سند سب کو جاری کر دیں شاید عاملوں اور حقہ پانی کی طرح وہ بھی ان کے جینے کا ایک سہارا بن جائے اور کچھ نہیں تو انہیں بیرون ملک جانے کے لئے ویزے میں کوئی help out ہو سکے۔

بہر حال یہ سب باتیں آج تین سال بعد ہماری عوام جھیل رہی ہے اور حالت یہ ہے کہ جیسے مرزا غالب نے کہا تھا کہ:

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ سب آساں ہو گئیں

واقعی اب لوگوں نے بجلی، پانی اور کھانے پینے کے بغیر جینا سیکھ لیا ہے۔ اب کوئی کما نہیں سکتا تو چھین لیتا ہے، کوئی چھین نہیں سکتا تو مانگ لیتا ہے اور کوئی مانگ نہیں سکتا تو وہ دہشت گردی کر لیتا ہے یا اپنے آپ کو مار لیتا ہے اور خودکشی کر لیتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح میں پھر تجاویز دہرا دیتی ہوں اور جیسا کہ میں نے پچھلی مرتبہ کہا تھا کہ میری تجاویز کو "تجاوزات" سمجھ کر ردی کی ٹوکری کی نذر نہ کیا جائے اور یہ "ناجائز تجاوزات" میں اس مرتبہ پھر آپ کی نذر کرتی ہوں۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ پورے پنجاب کی مشکلات کا pressure وزیر خزانہ صاحب کے اوپر ضرور ہے جسے وہ بڑی خندہ پیشانی سے جھیلتے ہیں اور ہنستے مسکراتے ہوئے یہ وقت گزار رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے ایک ساتھی اور دوست نے کہا تھا کہ میں بھی تقریباً اپوزیشن میں ہوں اس لئے یہ double Opposition ہوں گے تو یہ برداشت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی مرتبہ خواتین کے issues کے حوالے سے تجاویز دی تھیں جنہیں دہرا دیتی ہوں اور امید ہے کہ کبھی نہ کبھی تو انہیں یہ زبانی رٹ جائیں گی اور یاد ہو جائیں گی اور شاید انہیں کوئی اہمیت بھی مل جائے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ خواتین کے لئے الگ کوٹا مقرر کر دیا جائے کیونکہ اس وقت سب سے زیادہ ستم رسیدہ طبقہ خواتین کا ہے۔ خواتین خوشحال ہوں گی تو بچے بھی پڑھ لکھ کر بہتر مستقبل پالیں گے جس سے ایک اچھا معاشرہ تشکیل پا جائے گا۔ میرا focus خواتین ہیں اور میں نے کہا تھا کہ زراعت پولٹری فارمنگ، ڈیری فارمنگ اور فش فارمنگ میں بلاسود قرضہ جات جاری کئے جائیں۔ ہمارے ملک کی 80 فیصد معیشت home base worker پر base کرتی ہے اور 80 فیصد

خواتین گھروں میں بیٹھ کر کام کرتی ہیں جن کی کہیں پر کوئی رجسٹریشن نہیں ہے اور ان کا کوئی نام لیوا بھی نہیں ہے۔ اگر انہیں پاؤں پر کھڑا کر دیا جائے اور انہیں ان کے حقوق دے دیئے جائیں، یونین کونسل کی سطح پر ان کی کم از کم رجسٹریشن کر لی جائے، انہیں زیادہ سے زیادہ طبی سہولیات فراہم کرنے کے لئے ایسا کارڈ جاری کیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کی نصف آبادی جو خواتین پر مشتمل ہے تو ان کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہم اس سے ایک ایسی بنیاد رکھ سکتے ہیں کہ آنے والے وقت میں شاید ہم خوش حالی کا منہ دیکھ سکیں۔

جناب سپیکر! Cottage Industry کی میں نے بات کی تھی کہ micro level پر انہیں بلا سود قرضہ جات دیئے جائیں لیکن تا حال اس قسم کا کوئی پروگرام واضح طور پر سامنے نہیں آیا۔ ہم نے پچھلی دفعہ تجاویز دیں لیکن ہمیں آج تک یہ نہیں بتایا گیا کہ انہیں پروگرام کا حصہ بنایا بھی گیا کہ نہیں، کسی ایک بھی چیز کو شامل کیا گیا ہے کہ نہیں۔ اگر ہمیں کچھ بتاتے تو اس سے ہمیں کم از کم تسلی تو ہو جاتی کہ ہم نے جو عرق ریزی کی ہے اس کا کوئی نتیجہ سامنے آ رہا ہے۔ نئی سکیموں کے لئے مختص کئے جانے والے 40 فیصد فنڈز میں کم از کم 10 فیصد خواتین کے لئے مختص کئے جائیں۔ یہ نئی بات نہیں بلکہ میں دہرا رہی ہوں۔ آئندہ مالی سال کے دوران کم ترقی یافتہ اضلاع کے لئے ضروری ہے کہ rural اور urban بجٹ برابر کر دیا جائے۔ پچھلے دور میں یہ بجٹ برابر رکھا گیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ دیہی علاقوں کا بجٹ اگر شہری علاقوں کے برابر ہو گا تو دیہی علاقے بھی تیزی سے ترقی کریں گے۔ دیہی علاقوں کے لوگ تیزی سے شہروں کا رخ کرتے ہیں جس کی وجہ سے شہر overloaded ہو جاتے ہیں تو اس سے بچنے کے ساتھ ساتھ ترقی کا سفر بھی تیزی سے پورے صوبے میں نظر آئے گا۔ میں نے خواتین کی صحت کے حوالے سے بھی تجاویز دیں۔ میرے پاس لکھی پڑی ہیں جنہیں میں پہلے بھی دے چکی ہوں اور میں سمجھتی ہوں کہ میرا وقت بھی ختم ہو گیا ہے تو بلا مقصد مجھے انہیں دوبارہ سے repeat کرنا اس لئے اچھا نہیں لگ رہا کہ کہی ہوئی باتوں کو دوبارہ کہتے چلے جائیں اور ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتے چلے جائیں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس سے مجھے اپنی بھی insult محسوس ہوتی ہے۔ میں ایک دفعہ پھر یہ تجاویز کائرہ صاحب کی خدمت میں پیش کرتی ہوں کہ وہ انہیں اپنے پاس رکھ لیں اور بجٹ میں انہیں ضرور شامل کریں تا کہ عوام ان سے مستفید ہو سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب شہر یار ریاض!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ خدیجہ عمر!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم یہاں پچھلے تین سال سے اپنی suggestions دے رہے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان suggestions کو بجٹ میں بالکل بھی شامل نہیں کیا جاتا۔ ہم ہر بار ایک نئی امید لے کر آتے ہیں۔ چلیں، اس دفعہ پھر ہم کوشش کرتے ہیں لیکن ہر سال ہماری بات تقریروں کی حد تک رہ جاتی ہے۔ میری فنانس منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہے کہ ہم جو suggestions دیں تو وہ حکومت پنجاب کو کہیں کہ ان پر implement بھی ضرور کرے۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گی کہ اگر ممبران اسمبلی کی تجاویز پر چالیس فیصد بھی عمل ہو جائے تو میں آپ کو یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ ہر ضلع کی محرومی اور پسماندگی میں واضح طور پر کمی نظر آئے گی۔ اس دفعہ اگر بیوروکریٹس کی بجائے منتخب ممبران کی تجاویز کی روشنی میں بجٹ کے اعداد و شمار کو منصوبہ جات میں شامل کیا جائے تو آپ کو بہت واضح طور پر تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ اگر آپ پسماندہ علاقوں کی ترقی چاہتے ہیں تو محکمہ P&D سے کہا جائے کہ وہ ممبران اسمبلی کے ساتھ بیٹھ کر مشاورت کر کے اپنے منصوبوں پر عملدرآمد کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس تمام exercise اور بحث برائے بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اعلانات اور بیانات کی حد تک تو تعلیم کے شعبہ میں بے انتہا ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے زمینی حقائق کچھ اور ہیں۔ دھڑا دھڑ سکولوں کی upgradation کے فیصلے تو ضرور ہوئے ہیں لیکن جو سکول upgrade ہوئے ہیں ان میں 70 فیصد سکول missing facilities کا شکار ہیں۔ وہاں پر فرنیچر مہیا کیا گیا ہے، سٹاف ہے اور نہ ہی عمارات کی توسیع کی گئی ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس بجٹ میں سرکاری سکولوں کو سہولیات فراہم کی جائیں اور سکولوں کی فیسوں پر کنٹرول کیا جائے۔ میں یہاں پر پچھلے دور کا حوالہ دوں گی کہ جب چودھری پرویز الٰہی کا دور تھا تو پانچ سالوں میں شرح خواندگی میں 20 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ 2002 میں شرح خواندگی 42 فیصد اور 2007 میں 62 فیصد تھی لیکن اب یہ حال ہے کہ شرح خواندگی کو reverse gear لگ چکا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح صحت کے حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ گزشتہ دور میں ڈاکٹروں کی تنخواہوں اور مراعات میں سو فیصد اضافہ کیا گیا تھا اور ہسپتالوں کا ماحول مریض دوست بنایا گیا تھا لیکن اب جو مہنگائی کا حال ہے اس کی وجہ سے ہمارے زیادہ تر پڑھے لکھے ڈاکٹروں کا رجحان بیرونِ

ملک کی طرف بڑھ گیا ہے۔ اگر اس رجحان کو نہ روکا گیا تو جس طرح میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ یہاں BHUs and RHCs میں اضافے تو ہوتے رہیں گے لیکن اس اضافہ کا کیا فائدہ جب وہ چیزیں ناکارہ پڑی رہیں اور ان کا استعمال ہی نہ ہو؟ وہاں پر ڈاکٹر ہیں نہ ہی ان کے پاس ادویات ہیں اور وہ بالکل بے کار پڑے ہیں۔ ہماری 70 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور ان کی صحت کے محافظ یہی Basic Health Units ہیں۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ادویات اور ڈاکٹروں کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ بجٹ میں صحت کے لئے سو فیصد اضافہ کیا جائے۔ ڈاکٹروں کے بیرونِ ملک رجحان کو ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور ان کو مراعات دی جائیں تاکہ وہ ڈاکٹر جو یہاں سے مایوس ہو چکے ہیں ان کا باہر کی طرف رجحان ختم ہو۔ میں یہاں پر یہ advice بھی کروں گی کہ یونین کونسل کی سطح پر Maternity Homes بنائے جائیں اور qualified Gynaecologist کی فراہمی کو بھی یقینی بنایا جائے۔ ہسپتالوں کو مفت ادویات کے لئے اتنا بجٹ دیا جائے جو مالی سال کے پانچ چھ ماہ میں ہی ختم نہ ہو جائے بلکہ وہ اتنا ہو کہ اسے پورا سال استعمال میں لایا جا سکے۔

جناب سپیکر! بجٹ کی تقسیم میں discrimination ہوتی ہے جس پر ہمیشہ ہاؤس میں شور مچتا ہے لہذا یہ منصفانہ ہونی چاہئے۔ صوابدیدی منصوبہ جات پر رقم مختص کرنے کی بجائے صوبے کے تمام اضلاع کی ترقی اور بہتری کو پیش نظر رکھا جائے۔ تعلیم، صحت اور infrastructure کی سہولتیں صرف لاہور اور راولپنڈی میں ہی نہیں دینی چاہئیں بلکہ راجن پور، لیہ اور مظفر گڑھ کو بھی دینی چاہئیں۔ پچھلے ادوار میں یہی ہوا تھا کہ تمام under developed districts پر زیادہ focus کیا گیا تھا تاکہ ان کی محرومیوں کو دور کیا جا سکے۔ اب بھی اشد ضرورت ہے کہ under developed districts کی طرف دھیان دیا جائے۔ اب میں انڈسٹری کی طرف آؤں گی، جو چھوٹی انڈسٹری ہے، جو sick units ہیں ان کو بحال کیا جائے کیونکہ بے روزگاری اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ اب تو لوگ اپنے بچے بیچ دیتے ہیں اور بھوک کی وجہ سے اپنے بچوں کو خود مار دیتے ہیں۔ جس صوبے یا ملک میں یہ حالات پیدا ہو جائیں تو ایسے میں چھوٹی انڈسٹری کو فروغ دینے سے ہی اس میں کمی آ سکتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ sick units کو بھی بحال کیا جائے اور جو ہنرمند خواتین ہیں ان کو بلا سود چھوٹے scales پر قرضے دیئے جائیں تاکہ وہ بھی اس بے روزگاری اور مہنگائی کے دور میں اپنے اہل خانہ کو support کر سکیں اور اپنا حصہ ڈال سکیں کیونکہ اس وقت ممکن نہیں ہے کہ ایک

ہی بندہ گھر کا خرچہ چلا سکے ویسے بھی خواتین اور مرد ہر چیز میں شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں، اگر اس میں بھی خواتین کو پوری facilities دی جائیں گی تو بہت بہتری آ جائے گی۔

جناب سپیکر! امن عامہ کی صورتحال کے حوالے سے مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے خود اعلان کیا کہ پولیس کو پیٹ کاٹ کر بجٹ دیا گیا لیکن ان سے توقعات پوری نہیں ہو سکیں۔ چیف منسٹر صاحب جو صوبے کے head ہیں وہ خود اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں تو آپ یہ دیکھیں کہ ان کی statement سے عوام میں اتنی مایوسی پھیل گئی کہ اب وہ بالکل ہی مایوس ہو گئی ہے۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ اس statement کی بجائے اس کا کوئی alternative دیتے، کوئی ایسی پالیسی بناتے جس سے اس کی روک تھام ہو سکے۔ میں یہاں پر یہ mention کروں گی کہ پٹرولنگ پولیس کو بالکل in active کر دیا گیا اور اس کا پٹرول بالکل ختم کر دیا گیا لہٰذا اس کو active کیا جائے۔ کسی بھی چیز کا یہ حل نہیں ہے کہ اسے بند کر دیا جائے بلکہ اس کو کوئی alternative دینا چاہئے۔ آپ کوئی ایسی چیز introduce کرائیں جس سے کوئی بہتری آئے۔ اگر آپ کچھ کریں گے ہی نہیں اور مایوسی کا اظہار کریں گے تو پھر آپ سوچ سکتے ہیں کہ عوام کا کیا حال ہو گا؟

جناب سپیکر! زراعت کے حوالے سے میں یہ بات کروں گی کہ ہمارا زرعی ملک ہے اور پنجاب کی زراعت اس کی خوشحالی کا راز ہے۔

**جناب ڈپٹی سپیکر:** محترمہ! اب wind up کر دیں۔

**محترمہ خدیجہ عمر:** جناب سپیکر! بس آخری بات کر رہی ہوں۔ میں یہ کہوں گی کہ کھاد، بیج مافیا، سیلابوں اور حکمرانوں کی mismanagement نے شعبہ زراعت اور کسان کو تباہی کے دہانے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ آج کسان یہ کہہ رہا ہے کہ بجلی ہے نہ پانی ہے یہ کیسی حکمرانی ہے؟ مہربانی کر کے بجلی اور پانی provide کریں۔ یہ صوبہ بالکل collapse کر رہا ہے کیونکہ صوبہ پنجاب کا زراعت کے حوالے سے نمایاں کردار ہے اسی حوالے سے ہم نے کالا باغ ڈیم کے حق میں قرارداد بھی پاس کی تھی اس کے مثبت اثرات نظر آنے چاہئیں۔ میں ایک آخری request کروں گی کہ حکومت پنجاب کاشتکاروں کو جو مفت زمین دے رہی ہے اس میں خواتین کاشتکاروں کا بھی major role رکھا جائے۔ بہت شکریہ

**جناب ڈپٹی سپیکر:** بہت شکریہ۔ جی، طارق امین ہوتیانہ صاحب!

**جناب محمد طارق امین ہوتیانہ:** شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ تجاویز کے حوالے سے عرض یہ ہے کہ ہم کشکول توڑنے کی باتیں کرتے ہیں، ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ ہم پر ڈرون حملے نہ ہوں مگر جب ٹیکس

دینے کی بات آتی ہے تو ہم RGST کی بھی مخالفت کرتے ہیں۔ ہم ٹیکس دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں تو میری عرض یہ ہے کہ جس طرح این ایف سی ایوارڈ میں صوبوں کو empower کیا گیا ہے تو ان کے tax net کو بڑھانا چاہئے اور اس کے لئے realistic approach رکھنی چاہئے۔ Agriculture Sector میں بھی جو قابل عمل تجاویز ہوں ان کو لانا چاہئے کیونکہ Agriculture Sector کے ساتھ زیادتی یہ ہے کہ ہم ٹیکس بھی دیتے ہیں اور بدنام بھی ہوتے ہیں۔ اس میں اکثر یہ زیادتی کی جاتی ہے کہ اس پر flat tax لگا دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ساڑھے بارہ ایکڑ کا رقبہ رکھنے والے ایسے کاشتکار بھی ہیں جو اپنی زمینیں چھوڑ کر ریڑھیاں لگا رہے ہیں۔ ساڑھے بارہ ایکڑ سے وہ اپنے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتے۔ اس میں زرعی ٹیکس ضرور لگایا جائے لیکن اس کے اطلاق کو قابلِ عمل بھی بنایا جائے۔ ان حالات میں جب ہمارے ملک میں زلزلے بھی آ رہے ہیں، سیلاب بھی ہے، غربت بھی ہے تو ہمارے پاس جو وسائل موجود ہیں ان کو دانشمندانہ انداز میں خرچ کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ محکمہ تعلیم جو ہر ملک کی بنیادی ضرورت ہے، ہم نے دانش سکولوں کا اجراء کیا ہے۔ ایک دانش سکول پر تقریباً ایک ارب روپے خرچ آ رہا ہے تو اس میں عرض یہ ہے کہ ہمارے ضلع بہاولنگر میں دانش سکول بنا ہے اس میں 120 طالبات اور ایک سو بیس ہی طلباء کو داخلہ دیا گیا ہے یعنی 240 طلباء اور طالبات کے لئے ایک ارب روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ اس میں ہم نے workout کیا ہے کہ بہاولنگر میں دانش سکول کے ایک بچے پر تقریباً 16 سے 17 ہزار ماہوار خرچ ہو رہا ہے۔ اگر ہمارا ملک وسائل سے مالا مال ہوتا، ہماری اقتصادی پوزیشن اچھی ہوتی تو یہ بہت اچھی بات تھی لیکن عرض یہ ہے کہ میرے بہاولنگر ضلع میں کل بچے جو گورنمنٹ سکولوں میں پڑھ رہے ہیں ان کی تعداد ساڑھے تین لاکھ ہے۔ اب اگر ساڑھے تین لاکھ بچوں میں سے صرف 240 بچوں پر یہ سارے فنڈز لگا رہے ہیں تو باقی بچوں کا کیا قصور ہے؟ اس میں میری یہ عرض ہے کہ کوئی شک نہیں کہ دانش سکول سسٹم بڑی اچھی سکیم ہے اور یہ poor of the poorest کے پڑھنے کے لئے ہے لیکن یہ دیکھیں کہ یہ کوئی پروفیشنل کالج نہیں ہے۔ دانش سکول کے بعد ان بچوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جانا ہے تو آیا ہم انہیں جس ماحول کا عادی کر رہے ہیں تو کیا ہم یہ ماحول انہیں کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر فراہم کر سکیں گے؟

جناب سپیکر! اس میں میری دوسری عرض یہ ہے کہ اس کو تھوڑا سا realistic بنانا چاہئے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ بھوکے لوگ باہر نعرے لگا رہے تھے تو بادشاہ کے بیٹے نے اپنے باپ کو تجویز دی اور پوچھا کہ یہ لوگ کیوں نعرے لگا رہے ہیں اگر ان کو روٹی نہیں ملتی تو ان کو آپ کیک کھلا دیں۔ ان بچوں

کی بنیادی ضرورت ہے کہ ان کو تعلیم دی جائے۔اب بہاولنگر میں ایک سکول بنا ہے اس کی 400 ایکڑ کی چار دیواری بنائی گئی ہے اس سکول میں پانچ سے چھ کلومیٹر carpeted roads بنائی گئی ہیں تو میری عرض یہ ہے کہ یہ فنڈز دانشمندانہ انداز میں خرچ کرنے چاہئیں۔ جو سکول بن گئے سو بن گئے اور آئندہ اس منصوبے پر رقم رکھی جائے تو اس پر تھوڑی سی احتیاط کی جائے۔اس کی بجائے ہر تحصیل ہیڈکوارٹر پر ایک ماڈل سکول بنایا جائے اور یہ رقم تعلیم پر خرچ کریں، چار دیواریوں اور carpeted roads پر ضائع نہ کریں۔

جناب سپیکر!اس میں میری دوسری یہ عرض ہے اور میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ہمارے سکولوں کے حوالے سے بچے اور ان کے والدین بھی پریشان ہیں۔اس میں میری درخواست ہے کہ اچھے سکولوں میں ڈبل شفٹ شروع کر دی جائے۔ ساہیوال میں ایک مشہور سکول ہے اور وہاں پر بلڈنگ بھی موجود ہے تو آپ کو وہاں پر پیسا خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ وہاں پر بے روزگار تعلیم یافتہ کو ملازمت دیں تو اس طرح بچے بھی تعلیم حاصل کریں گے اور بے روزگاری کا مسئلہ بھی حل ہو گا۔ میری ایک اور بھی تجویز ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر میں slow learners کے لئے بھی کوئی نہ کوئی ادارہ بنایا جائے۔ لاہور بلکہ ہر جگہ پر اساتذہ میں یہ عام trend ہے کہ یہ دن کو کالجوں میں پڑھاتے ہیں اور شام کو اکیڈمی میں جاتے ہیں تو ان پر اکیڈمی کے لئے پابندی لگائی جائے کیونکہ اس طرح بچوں اور ان کے والدین کے لئے بہت زیادہ بوجھ بڑھ رہا ہے۔

جناب سپیکر!اب میں زراعت پر آتا ہوں کہ یہ زراعت ہی تھی جس نے عالمی کساد بازاری میں ہماری ملکی معیشت کو سنبھالا دیا۔زراعت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے اور specially بیج پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، پختہ نہریں ہونی چاہئیں اور ان کے فنڈ کو ختم نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے ملک کی زراعت کے لئے پانی بنیادی ضرورت ہے اس کے لئے Laser leveller جس طرح گورنمنٹ پہلے فراہم کر رہی تھی وہ اب بھی فراہم کرنے چاہئیں۔اس سے پانی کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوتا، پانی کی بچت ہو گی اور ہماری زراعت کو اس کا فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر!دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے دیہات میں مویشی سرقہ کا ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ جس طرح میری بہن پٹرولنگ پولیس کے بارے میں کہہ رہی تھی تو اسی طرح اگر پٹرولنگ پولیس کو DPOs کے under کر دیا جائے کیونکہ ان لوگوں کی چوکیاں بھی سڑکوں پر ہیں تو جو جانوروں کی transportation ہوتی ہے تو وہ ان ٹرکوں کو چیک کریں اور ان کو تھوڑا سا mark کریں تو میرے خیال

میں یہ بہت ہی بہتر ہوگا۔ مزید میری عرض یہ ہے کہ شجر کاری کی مہم پر ہر سال پیسے خرچ ہوتے ہیں، ہر سال ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ اتنے ہزار درخت لگا دیئے گئے ہیں اور کبھی ہم نے اگلے سال گنے ہیں کہ پچھلے سال کتنے درخت لگے ہیں؟ اس کی بجائے اگر زمینداروں کو آپ یہ loan دے دیں اور ان لوگوں کو آپ بے شک چیک کریں تو شجر کاری کی اس مہم کا پیسا اگر زمینداروں کی طرف شفٹ کیا جائے تو اس کے زیادہ اچھے اثرات ہوں گے۔

جناب سپیکر! دوسری میری عرض یہ ہے کہ law & order کی صورتحال میں مال روڈ پر جلسے اور جلوسوں کو ban کرنا چاہئے۔ کوئی ایک آدھ Hyde park بنا دیں کیونکہ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جو وہ مطالبات پیش کرنا چاہیں تو ان کو highlight ہونا چاہئے تو میڈیا والوں سے یہ درخواست کی جائے کہ اس Hyde park میں میڈیا کے جتنے ٹی وی چینلز ہیں ان کے ایک ایک نمائندے کو پابند کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو جو مسائل درپیش ہوں تو وہاں پر جا کر ان کا اظہار کریں۔ ان کو میڈیا بھی highlight کرے تاکہ ہماری حکومت کے ایوانوں تک ان کی آواز پہنچ جائے۔

جناب سپیکر! سڑکوں کی مرمت کو ignore کیا جا رہا ہے۔ بہاولنگر 36 اضلاع میں 31 نمبر پر ہے جس میں per capita پیسا خرچ کیا جا رہا ہے اس میں میرے حلقہ 278 میں سڑکوں کی مرمت پر کوئی پیسا نہیں لگ رہا، جتنی سڑکیں ہیں وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ اگر ان کے لئے یہ تغافل روا رکھا گیا تو وہ سڑکیں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گی پھر نئے سرے سے ہمیں سڑکیں تعمیر کرنی پڑیں گی تو اس میں میری گزارش ہے کہ سڑکوں کی repair کے لئے خصوصی فنڈز دیا جائے اور جو جنوبی پنجاب کے لئے فنڈز ہیں وہ شہروں کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں بھی خرچ کئے جائیں۔

جناب سپیکر! آخر میں میری چھوٹی سی درخواست ہے کہ اجلاس کے وقت جس طرح ہم نے اپنا رجسٹر حاضری باہر رکھوا دیا ہے اور جس طرح ہم نے نعت رسول مقبولؐ شروع کرا دی ہے اسی طرح سے اگر اجلاس کا ٹائم بعد از دوپہر رکھ دیا جائے تو یہ مسئلہ نہیں ہوگا کہ اجلاس میں ممبران نہیں پہنچ رہے اور اجلاس دو تین گھنٹے لیٹ شروع ہوا ہے۔ اگر اجلاس بعد از دوپہر ہوگا تو ہمارے لئے آسانی ہوگی کہ ہم اپنے دفاتر سے کام کر کے یہاں پر حاضر ہوں گے۔ اس کے علاوہ میری یہ بھی درخواست ہے کہ ہر ماہ میں اگر دس دن یا سات دن اجلاس ہوگا تو دور دراز علاقوں سے آنے والے ایم پی ایز کو بھی آسانی ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ سردار فتح محمد خان بزدار صاحب!

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میرا حلقہ ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل tribal area اور تحصیل تونسہ کے حصہ پر مشتمل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علاقہ سب سے زیادہ بڑا لمبا چوڑا اور backward area ہے۔ تمن بزدار کی تین یونین کونسلیں tribal area کا حصہ ہیں وہ بہت بڑے علاقے پر مشتمل ہیں اور تقریباً پنجاب کے کسی ضلع کے علاقے کے برابر ہیں۔ میرے حلقہ کا ایک حصہ tribal areas، دوسرا میدانی علاقہ جو کہ پہاڑ سے نیچے پچاد ہے اور اس کے بعد تیسرا نہری علاقہ پر مشتمل ہے، ہر علاقے کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔اب میں tribal area کے بارے میں تھوڑا سا آپ کو بتاتا ہوں کہ tribal areas میں سڑکیں، بجلی، گیس، پانی اور agricultural infrastructure بھی نہیں ہے۔آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو لوگوں کی کیا حالت ہو گی؟ ہم یہ ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ کم سے کم ہمارے علاقے میں ایگریکلچر پر توجہ دیں۔اس علاقے میں ایک چیز جو ہم نئی متعارف کرانا چاہتے ہیں وہ سمال ڈیم ہے یعنی بڑے اور چھوٹے ڈیمز ہیں تاکہ رود کوہی کا پانی جمع ہو جائے اور اس کو head up کر کے کھیتوں میں لایا جائے جس سے وہ ایسی اچھی زمینیں بن جائیں گی کہ لوگوں کا گزارہ اچھا ہو گا۔اس کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ہو گا، اس میں مویشیوں کا بھی فائدہ ہے اور انسانوں کا بھی فائدہ ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کی حالت یہ ہے کہ آج کل موجودہ سکولوں میں ٹیچروں کی تعداد آہستہ آہستہ آدھی کی جا رہی ہے۔اسی طرح اگر مڈل سکولوں میں دس ٹیچرز ہیں تو پانچ کم کئے جا رہے ہیں، اگر چھ ٹیچرز ہیں تو تین کئے جا رہے ہیں اور تعلیم کو اس طرح ختم کیا جا رہا ہے۔اس میں میری گزارش ہو گی کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے حوالے سے وہاں پر ہسپتال موجود ہیں یعنی ایک RHC اور دو اور بڑے ہسپتال ہیں لیکن وہاں پر دوردراز علاقے کے لوگ پہنچ نہیں سکتے کیونکہ سڑکیں نہیں ہیں۔اس میں میری درخواست ہو گی کہ کچی پکی سڑکیں بنائیں، اگر پکی سڑکیں نہیں بنا سکتے تو نہ بنائیں کم از کم کچی سڑکیں تو بنا دیں اور jeepable tracks بنا دیں تاکہ ڈالے وغیرہ میں لوگ اپنے مریضوں کو لے جائیں اور کہیں پہنچ جائیں مثلاً تونسہ پہنچ جائیں، ملتان پہنچ جائیں یا ڈی جی خان پہنچ جائیں۔عرض یہ ہے کہ وہاں پر کوئی چیز نہیں ہے جس میں ہم کہیں کہ یہ civilizations ہے یا ترقی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ زراعت، تعلیم اور صحت کا یہ حال ہے۔ دُور دراز کے پہاڑوں میں لوگ رہتے ہیں وہاں ان کے پاس کوئی دوائی ہے اور نہ ہی ڈاکٹر پہنچ سکتا ہے۔ میری درخواست ہوگی کہ دور دراز علاقوں میں ڈسپنسریاں قائم کریں تاکہ کوئی دوائی مہیا ہو۔

جناب سپیکر! وہاں پر لوگوں کا ذریعہ معاش مال مویشیوں پر ہے اور مویشیوں کے لئے بھی وٹرنری ہسپتال قائم کئے جائیں۔ عرض یہ ہے کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ علاقے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم دعوت دیتے ہیں کہ جو بھائی بھی وہاں آنا چاہے وہ آئے اور ہماری حالت دیکھے کہ ہم کیسے گزارہ کر رہے ہیں؟ اس کے بعد میدانی علاقہ پہلے آتا ہے اور پہاڑی علاقے سے نیچے تقریباً 15 سے 18 میل تک کے نیچے والے علاقے کو پچاؤ کہتے ہیں۔ یہ تقریباً میدانی علاقے سے تھوڑا سا اونچا ہے اور یہاں نہر نہیں ہے۔ اس علاقے کا بارانی اور پہاڑی ندی نالوں کے پانی پر گزارہ ہوتا ہے۔ پہاڑی ندی نالوں میں بڑے hill torrents پہاڑوں سے flood کی صورت میں آتے ہیں، آبادیوں کو نقصان پہنچا جاتے ہیں اور سڑکیں توڑ دیتے ہیں ان کو بچانے کے لئے کوئی سکیمیں بنائی جائیں، بلڈوزر دیئے جائیں، ان کو گھنٹے دیئے جائیں جس طرح بلوچستان میں ہے کہ زمینداروں کو مفت گھنٹے دیئے جاتے ہیں، سو گھنٹہ، دو سو گھنٹہ، ہزار گھنٹہ تاکہ وہ اپنی زمین کو rehabilitate کریں اور آبادی کو بچائیں۔ پہاڑی سلسلہ جو بلوچستان سے آرہا ہے اور میدانی علاقہ بھی اس سیلاب کے پانی سے متاثر ہوتا ہے اس کو channelize کیا جائے، چھوٹے بڑے ڈیم بنائے جائیں اور پانی کو channelize کر کے کھیتوں میں لایا جائے۔ وہاں لوگ بہت ہی غریب ہیں بجلی کے ٹیوب ویل لگائے جائیں۔ اس کے بعد نہری علاقہ ہے ہماری نہر کو چشمہ رائٹ بنک کینال کہتے ہیں جو بہت خوبصورت نہر ہے لیکن سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو چکی ہے۔ اس میں ایک چیز missing ہے وہ یہ ہے کہ سیلاب کے پانی کے لئے channel بنائے جائیں۔ وہ پانی جو سیلاب کی صورت میں آتا ہے اس کو دریا تک لے جانے کے لئے جو راستہ بنایا گیا ہے، جو نہر نکالی گئی ہے وہ تھوڑی دور جا کر اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ آگے پھر دریائی علاقہ ہے، وہاں کھیت ہیں، آبادی ہے وہ ان کو ختم کر دیتے ہیں اور ان کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ ضرور کریں کہ اس کو آبادی سے آگے تک لے جایا جائے تاکہ یہ علاقہ بچ جائے۔ ہر سال جب سیلاب آتا ہے تو یہ نقصان اُٹھاتے ہیں، ان کی فصل ختم ہو جاتی ہے اور ان کی آبادیوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح ہمارے باقی علاقوں میں خاص طور پر دیہاتوں میں ڈسپنسری کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے اور بچیوں کے لئے کوئی سکول نہیں ہے۔ وہ بے چارے کہیں اور پڑھنے کے لئے جاتے ہیں آٹھ دس چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں ان کو ایک مردانہ، زنانہ سکول دیا جائے پھر

آ گے جا کر ہائی سکول بنائے جائیں۔ غرض یہ کہ ہمارے پاس بہت بڑے مسائل ہیں۔ پچاداُ ایریا کے لئے ہمیں hand pumps دیئے جائیں کیونکہ ہر جگہ water supply نہیں پہنچ سکتی اس لئے ہمیں hand pumps دیئے جائیں۔ جو لوگ خود afford کر سکتے ہیں وہ تو لگا لیتے ہیں لیکن زیادہ تر لوگ بہت غریب ہیں۔ اسی طرح میدانی علاقوں میں بھی hand pumps ضروری ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں تالاب ہیں، hand pumps ہیں جن سے ہم پانی پیتے ہیں کہیں کہیں water supply ہے۔ ہماری حالت بہت ہی خراب ہے، مال مویشی کی حالت خراب ہے، صحت کی حالت خراب ہے، تعلیم کی حالت خراب ہے اور آمد و رفت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار صاحب! مہربانی فرمائیں، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب سپیکر! میں تقریر ختم کرتا ہوں اور یہ اپیل کرتا ہوں کہ مہربانی کریں اس دفعہ ہماری طرف بجٹ زیادہ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o الحمد للہ ربّ العالمین۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! پاکستان کا بڑھتا ہوا inflation اور world inflation اس وقت اپنے عروج پر ہے اور لوگوں کو وہ دور یاد کراتا ہے جب لوگ carriages میں پیسے بھر کر لے جاتے تھے اور واپسی پر ایک چھوٹے سے پیکٹ میں نمک لے کر گھر آتے تھے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں inflation کے اس مقام سے بچائے۔ Members of National Assembly and Members of Provincial Assemblies کو آج یہ سمجھ جانا چاہئے کہ بجٹ میں ملک کی ترقی کی financial حدود کیا ہیں اور اس دائرے میں رہتے ہوئے ترقیاتی کاموں کو کس طرح سرانجام دینا ہے؟ محکمہ خزانہ کے سیکرٹری اور بجٹ بنانے والے concerned عملہ کو pre budget debates میں موجود ہونا چاہئے تاکہ وہ قابل عمل مشوروں کو بجٹ میں due care, due placing and due respect دے سکیں۔ Inflation ملک میں مہنگائی کی صورت بھی نکال دیتی ہے اور کھانے پینے کی اشیاء پر increasing price کی صورت میں اثرانداز ہوتی ہے۔ آج یہ price increasing ترقی پذیر ملک پاکستان کے غریب عوام پر اس قدر تیزی سے اثر کر رہی ہے کہ daily wages مزدور کو اپنی family کو کھانا کھلانے میں بھی مشکلات درپیش ہیں۔ Price control کرنے کے لئے ملک میں جامع سسٹم نافذ کرنے کے لئے محکمہ کو اپنا حق ادا کرنا چاہئے۔ بہت افسوس ہے کہ price control کرنے کے لئے محکمہ خزانہ اثرانداز نہیں ہوتا، Price

control کرنے کے لئے سختی سے عمل کرانا چاہئے اور آج یہ ہماری national requirement بن چکی ہے کہ ہم price control کریں۔اس کے لئے جب تک D.C.Os کو کمیٹیوں میں شامل نہ کیا جائے گا تو fruitful results برآمد نہیں ہوں گے۔ پاکستان کے ستر نہیں، ابھی میری ایک بہن کہہ رہی تھیں کہ اسّی فیصد لوگ دیہاتوں میں رہتے ہیں۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس کے اسّی فیصد لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔اسی فیصد طبقہ جہاں رہتا ہے وہاں منہ مانگے داموں پر اشیائے خوردونوش بکتی ہیں، closed schools and uneducation کی بہتات زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں ہوتی جارہی ہے۔بند سکولوں کی بہتات ہے پنجاب میں ان بند سکولوں کے اساتذہ گھر بیٹھے تنخواہیں لیتے ہیں اور وہ بھی محکمہ خزانہ پر بوجھ بنتے ہیں۔ مہنگائی کمیٹیاں جو کہ مختلف اضلاع میں بنائی گئی ہیں وہ ناپائیدار ہیں اور خاطر خواہ کام سرانجام نہیں دے پاتیں اس لئے ان کی قانونی حیثیت سے صوبے کے تمام دُکاندار واقف ہیں۔ یہ کمیٹیاں جب تک اضلاع میں مہنگائی فروشوں کے خلاف قانونی عملی کارروائی نہیں کریں گی ان کی authority کو establish کرنا خزانے کے وزیر صاحب! بہت مشکل ہوگا۔ عراق کی جنگ کے دوران صدر صدام حسین (مرحوم) کی زندگی میں میرا عراق جانے کا اتفاق ہوا۔ جنگ کی وجہ سے قیمتیں آسمان سے باتیں کررہی تھیں، ہر چیز مہنگی تھی مگر کھانے پینے کی اشیاء پر سخت کنٹرول تھا اور عوام اُسی قیمت پر خوردونوش کی چیزیں خرید رہی تھی جس قیمت پر جنگ سے پہلے خریدتی تھی۔ حکومت پاکستان نے پیاز کی انڈیا export چند دِنوں کے لئے روکی تو پورے ملک میں حیرت انگیز طور پر پیاز کی قیمت کم ہوگئی لیکن اب ہمارے صوبے کے ہر ضلع میں پیاز کی قیمت پھر آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔چند لوگوں کے مفاد کی خاطر پورے ملک کے مفاد کو اور غریب عوام کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔بجٹ میں اس بات کو بھی فائنل کرنا چاہئے کہ جس چیز کی قومی بہتات نہ ہو اسے export نہ کیا جائے۔ضروری ہے کہ تمام اضلاع کے D.C.Os جو ہیں وہ development کے کاموں کا مکمل جائزہ لیں، MPAs اور MNAs اسی development scheme پر اپنی development کو ترتیب دیں تاکہ ترقی پذیر ملک پاکستان ترقی یافتہ ممالک کی راہ پر چل سکے ۔ Haphazard دی ہوئی development schemes بھی بجٹ پر ایک اضافی بوجھ ہیں، کچھ ٹھیکیداروں کے لئے لوٹ مار کا راستہ تو کھل جاتا ہے لیکن ایسی سکیموں کی بہتات ہو جاتی ہے۔اسمبلیاں تو ختم ہو جاتی ہیں مگر وہ سکیمیں ختم نہیں ہوتیں اور ملک کا عظیم سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے۔ ترقی پذیری سے ترقی یافتگی پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ضلع میں ایک comprehensive development scheme ہر دیہات

کے D.C.Os کے پاس موجود ہو تاکہ بدلتی ہوئی حکومتیں پاکستان کے development matter کو continue رکھ سکیں ۔ 1988 میں چیف منسٹر میاں محمد نواز شریف صاحب نے farm to market سڑکیں بنانی شروع کی تھیں جو آج کافی حد تک مکمل ہیں مگر farmer markets کا کوئی انتظام نہیں۔ Farmer markets فرانس جیسے مہنگے ملک میں بھی ہفتے میں ایک مرتبہ چلتی ہیں۔ Farmer directly فروخت کرتا ہے اور اپنا profit اپنی جیب میں ڈالتا ہے۔ پاکستان میں حکومت کی مقرر کردہ قیمتیں اس لئے بھی disturb ہو جاتی ہیں کیونکہ farmers، چھوٹے کارخانہ دار اور فیکٹریوں والوں کو اپنی اشیاء کی فروخت کے لئے middleman پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ Price uplifting کے ذمہ دار زیادہ تر middlemen ہی ہیں جن سے آسانی سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہے لیکن محکمہ خزانہ کوئی راستہ نکال سکتا ہے کہ ان کا استعمال کم ہو۔ اس سال یہ طے ہو کہ ملک میں کوئی بھی چیز مہنگی ہو لیکن اشیائے خورد و نوش مہنگی نہ ہوں تاکہ غریب عوام کی جو بھوک و افلاس سے حالت ہے ہم اس میں کمی کر سکیں۔ محکمہ خزانہ کو محکمہ زراعت سے in practical رابطہ کرنا چاہئے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے، چکوال ایک بارانی زرعی علاقہ ہے، میں خود ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور زرعی سوجھ بوجھ رکھتی ہوں، چکوال میں جو ڈیم بنے ہیں اگر ان سے ملحقہ پانیوں کو آبپاشی کے لئے دے دیا جائے تو میں یہ یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ چکوال کی زمین کی پیداوار پورے پنڈی ڈویژن کے لئے کافی ہو گی ۔ یورپ کے بہت سے ملکوں میں محکمہ خزانہ، زراعت، production, import export کی development سے اثر انداز ہو کر، باہمی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھ کر بجٹ بناتے ہیں لیکن پاکستان میں اس طرح سے نہیں ہوتا۔ محکمہ فنانس کو ترقی پذیر ممالک، ایک علیحدہ محکمہ بنا کر اس طرح سے رکھتے ہیں کہ تمام محکمے اپنی financial ضروریات کے لئے اس محکمے کی طرف دیکھیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! اب آپ wind up کریں۔

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب والا! بس میں اب ختم کر رہی ہوں۔ محکمہ خزانہ کے مسائل کو کوئی نہیں سمجھتا اس بحث سے regardless کہ وہ حکومتی پارٹی کے ممبران کی طرف سے ہیں یا اپوزیشن ممبران کی طرف سے ہیں جو بھی قابل عمل تجاویز ہوں ان پر غور و فکر کرنی چاہئے تاکہ قومی بہبود میں اپوزیشن اور حکومت مل کر ہاتھ بٹائیں۔ یہ بات عوام میں اور internationally پھیل جائے کہ قومی یکجہتی ترقی اور فروغ کے راستے پر پاکستانی قوم یکجا ہے۔ پاکستان پر بے حد loans کا بوجھ ہے، revenue

collectionشفاف ہونی چاہئے۔انتظامیہ صاف ستھری ہونی چاہئے اور محکمہ خزانہ کی revenue collection پر خاص نظر ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر!ڈیموں کے متعلق عرض کروں گی جو اس وقت قومی ضرورت بن گئے ہیں، کالا باغ ڈیم تو نہیں بن سکتا لیکن چھوٹے ڈیم ضرور بنانے چاہئیں تاکہ بجلی اور زرعی ضروریات کو متعلقہ ضلع خود حل کرے۔پولیس کا نظام پہلے بھی قابل ذکر نہ تھا اب دہشت گردی نے پولیس کا نظام برباد کر دیا ہے۔پولیس کا نظام بہتر اور غیر متوقع حادثات سے نمٹنے کے قابل بنایا جائے۔اسی طرح فوج کی طرح ٹریننگ کروانے کے لئے بھی اس دفعہ بجٹ میں خصوصی حصہ رکھنا چاہئے۔صاف ستھری انتظامیہ وقت اور قوم کی اہم ضرورت ہے، ایسی انتظامیہ جو اپنے سے بڑے افسران کا کہا بغیر حیل وحجت کے مانے۔ مرحوم گورنر شہید سلمان تاثیر جیسی غلطی اس ملک میں دوبارہ نہ ہو۔بجٹ تیار کرنے والے افسران سے توقع ہے کہ وہ قابل عمل تجاویز پر غور فرمائیں گے اور اس دفعہ بہترین بجٹ ہوگا جو عوام اور پنجاب کا ترجمان ہوگا۔بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر:بہت شکریہ۔معزز ممبران سے میری گزارش ہے کہ اگر وقت ختم ہو جائے تو جو تجاویز ہیں وہ in writingوزیر خزانہ صاحب کو دے دیں۔جناب ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل:بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo الحمد للہ رب العالمینo والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین امابعدo جناب والا!!میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے آج موقع عنایت فرمایا اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ کتنی اہم discussionاور debateہے جو پچھلے سال پنجاب حکومت اور آپ نے introduceکروائی ہے،اس سے میں سمجھتا ہوں کہ جو common wisdomہے اور collective wisdomہے elected نمائندوں کی مشاورت سے۔بجٹ کو بنانے میں ممد ومعاون ہو سکتی ہے۔میرے تمام دوستوں بھائیوں اور colleaguesنے اپنی تجاویز دی ہیں میں ان کی باتیں غور سے سنتا رہا ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں ان کی repetitionکروں۔میں ایک نئے انداز سے اپنی بات کروں گا اور اپنے pointsکو پانچ چھ pointsمیں سمونے کی کوشش کروں گا۔

جناب والا!آج اس ملک کو بنے 64سال ہو گئے ہیں ہم نے ہر قسم کے تجربات یہاں پر کر لئے، کبھی آرمی نے takeoverکیا، کبھی کوئی اور سسٹم آیا، ہر قسم کا سسٹم ہم نے اپنا لیا۔پاکستان 64سال تک تجربہ گاہ بنی رہی لیکن افسوس صد افسوس جس causeکے لئے جس purposeکے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا اور ہم منتخب نمائندے جس purpose, causeاور mottoکے لئے یہاں electہو کر آتے ہیں،

مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اس میں کچھ حد تک تو کامیاب ہوئے ہیں لیکن ابھی بھی ہمیں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس ملک کی آبادی تقریباً 20 کروڑ ہو گئی ہے اور ہم بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ میرا تعلق جس ضلع سے ہے آج تک وہاں بنیادی سہولیات نہیں پہنچیں، وہاں basic facilities نہیں پہنچیں اور ہمارے لوگ ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ 64 سال تک جو عوامی نمائندے جاتے رہے ہیں انہوں نے عوام کے لئے کیا کیا؟ میں آج وزیر خزانہ کو اور آپ کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ وزیراعلیٰ نے جو موجودہ visionary team select کی ہے، میں ذاتی طور پر چیئرمین P&D کو جانتا ہوں ان کے vision ان کی محنت اور ان کی ٹیم کی محنت سے انشاء اللہ تعالیٰ مجھے قوی امید ہے کہ جو ماضی میں غلطیاں ہوتی رہی ہیں ان کی repetition نہیں ہو گی۔

جناب والا! تعلیم، صحت اور زراعت پر فوری طور پر emergency نافذ کر دینی چاہئے اور اس کے علاوہ بجٹ میں کوئی scheme include نہ کی جائے۔ آنے والے بجٹ کے تمام funds تعلیم صحت اور زراعت پر لگا دینے چاہئیں اس کے علاوہ جو ہمارا Irrigation system ہے اس کو بہتر بنانے کے لئے بھی رقم خرچ کرنی چاہئے۔

جناب والا! تعلیم کے متعلق میں عرض کروں گا کہ میرے بڑے بھائی مخدوم احمد محمود صاحب نے کہا کہ حکومت کا vision نہیں ہے اور حکومت vision کے مطابق کام نہیں کر رہی۔ میں اپنے بھائی کو بتائے دیتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پنجاب کے جو 62 ہزار سکول ہیں ان کے لئے کچھ نہیں کیا جا رہا، میرا اس بھائی کو جواب ہے کہ ابھی جو recently اڑھائی کروڑ روپیہ دیا ہے اور اس کے علاوہ 80 لاکھ روپے کے ہمارے funds ہیں ان میں بھی کوئی ڈیڑھ دو کروڑ روپے missing facilities کے لئے funds ہیں۔ اس طرح پورے پنجاب میں missing facilities کے لئے funds رکھے گئے ہیں۔ پہلے سے جو سکول چل رہے ہیں ان کو بہتر بنانے کے لئے یہ funds رکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ان سکولوں میں جو کمپیوٹر لیبارٹریاں introduce کروائی گئی ہیں، جو دانش سکول کھولے گئے ہیں، جو rural community ہے جو پاکستان کے 70 فیصد عوام کو represent کرتی ہے ان کے بچوں کی بھی خواہش ہے، ان لوگوں کی بھی خواہش ہے کہ میرا بچہ ایچی سن کالج میں پڑھے، میرا بچہ جی، سی میں پڑھے، میرا بچہ ایف سی کالج میں پڑھے، میرا بچہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں پڑھے، یہ سوچ جب تک ہم نہیں اپنائیں گے اور ایسے ادارے downtrodden علاقوں میں لے کر

نہیں جائیں گے اس وقت تک فلاح و بہبود کے صحیح ثمرات نہیں پہنچ سکتے۔ہماری جو شہری آبادی ہے وہ بڑھتی جارہی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ wind up کریں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بھائی جی، میں تے گل ای نہیں کیتی تے تساں گھنٹی کھڑکا دتی اے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: wind up کرلیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: چلو، پھر میں کسی اور وقت میں بات کرلوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت مہربانی، بہت شکریہ۔ ملک محمد عباس راں صاحب!۔۔ موجود نہیں ہیں، محترمہ عارفہ خالد صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، ڈاکٹر زمرد یاسمین صاحبہ!۔۔۔ موجود نہیں ہیں، سردار شیر علی خان گورچانی صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا عبدالرؤف صاحب!

رانا عبدالرؤف: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے۔یہاں جیسا کہ میں سن رہا ہوں، سب صاحبان زیادہ تر حکومت پر تنقید کر رہے ہیں، ہمارے انتہائی قابل وزیر خزانہ صاحب پر بھی تنقید کر رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اور جو کچھ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے کیا ہے اس پر کچھ تھوڑے سے تعریفی کلمات کسی نے نہیں کہے۔ میں سب سے پہلے تو سچی بات ہے حکومت کی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔ میاں محمد شہباز شریف صاحب کی بھی اور جناب وزیر خزانہ صاحب کی بھی کہ انہوں نے جنوبی پنجاب پر، ہم جس علاقے کے جنوبی پنجاب کے رہنے والے ہیں ان پر انہوں نے خصوصی توجہ فرمائی۔یہ عجب اتفاق تھا کہ جو قدرتی آفت سیلاب کی صورت میں آئی اس کی لپیٹ میں بھی صرف جنوبی پنجاب ہی آگیا تو جنوبی پنجاب میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جس طرح سے وہاں پر نہ صرف اپنا دن رات ایک کیا بلکہ اپنے سارے ممبران کو، ساری کیبنٹ کو، اپنی پوری حکومتی مشینری کو جس طرح سے depute کیا، جس طرح انہوں نے وہاں کام کیا، دن رات وہاں کھڑے رہے اور مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں ہمارے کچھ ساتھی اس بات پر بھی تنقید کرتے رہے کہ وہاں صرف ہیلی کاپٹر گھومتے رہے۔ جب تک آپ کسی کو شاباش نہیں دیں گے، کسی کے اچھے کام کو آپ appreciate نہیں کریں گے آئندہ پھر کسی کا کام کرنے کے لئے دل ہی نہیں کرے گا۔ وہاں پر ایک ایک بندے کو کھانا پہنچایا گیا، ایک ایک بندے کو وہاں پر بستر دیا گیا، ایک ایک بندے کو وہاں پر کمبل پہنچے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا عبدالرؤف: جناب سپیکر! میں ریکارڈ بھی ساتھ لایا ہوں کہ میرے حلقے میں 1936 میں ایک پرائمری سکول تھا اور بد قسمتی دیکھیں کہ آج سے کچھ دن پہلے تک بھی وہ پرائمری ہی تھا حالانکہ اسے تو یونیورسٹی ہو جانا چاہئے تھا۔ میں نے جونہی میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تو انہوں نے اسے فوری طور پر upgrade کرنے کا اعلان فرمایا۔ میں تعلیم پر توجہ دینے کے لئے ایک چھوٹی سی بات کرتا ہوں اور میں اپنے حلقے کی ہی مثال دیتا ہوں کہ جب میں ممبر منتخب ہوا تو میرے پورے حلقے میں صرف پانچ گرلز ہائی سکول تھے اور یہ لمحہ فکریہ ہے کہ آخری ہائی سکول 1974 میں upgrade ہوا تھا جب میں نے میاں صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کی تو انہوں نے مجھے بیک وقت پانچ نئے گرلز ہائی سکول دیئے اور فوری طور پر خواتین کے لئے ایک ڈگری کالج بھی دیا۔ ابھی میرے بھائی دانش سکول سسٹم پر اعتراض کر کے گئے ہیں کہ دانش سکول پر پیسے برباد کر دیئے ہیں اور 240 بچے داخل ہوں گے شاید انہیں پتا نہیں کہ 240 بچے اب داخل ہوئے ہیں اور 240 بچے مارچ میں داخل ہوں گے اور اسی طرح ہر سال پانچ سو بچہ داخل ہوتا جائے گا۔ یہ سکول صرف میٹرک تک نہیں ہو گا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ یونیورسٹی بنے گا اور اسی کے رقبے میں ٹیکنیکل کالج بھی کھولے جائیں گے جس سے ہمارے پسماندہ علاقوں کے بچے بھی ترقی یافتہ لوگوں میں شامل ہوں گے، اللہ کے حکم سے وہ یتیم بچے بھی انجینئر بنیں گے، وہ یہاں آ کر اسمبلیوں میں نمائندگی کریں گے۔ اگر ان یتیم بچوں کے سر پر ہاتھ رکھا ہے تو اس بات پر تنقید کرنے کی بجائے شاباش دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں صحت کے حوالے سے صرف اتنی بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم آئے تو دیکھا کہ ہمارے تقریباً آدھے حلقے میں بندے اور کتے ایک ہی چھپڑ سے پانی پی رہے تھے۔ میں اس حکومت، میاں محمد شہباز شریف صاحب اور جناب وزیر خزانہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمارے اس مسئلے پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے ہمیں نئی واٹر سپلائی سکیمیں دیں اور ہم نے جتنی سکیمیں مانگیں انہوں نے ہمیں دیں اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنی عوام کے سامنے سرخرو ہیں۔ میں یہاں ایک چھوٹی سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقہ ڈونگہ بونگہ ٹاؤن سے تین ایم پی ایز اسی اسمبلی میں بیٹھتے رہے ہیں اس ٹاؤن کے پانی کا چھپڑ گاؤں کے اندر رہے وہاں ایک آدمی نے مرغابی کو فائر کیا اور جب وہ اسے پکڑنے کے لئے تیرتے ہوئے اندر گیا تو وہ چھپڑ جو سالوں سے تھا وہ اس کی دلدل میں پھنس گیا۔ وہ شور شرابہ کرتا رہا کہ میں مر رہا ہوں مجھے بچائیں اسے بچانے کے لئے ڈونگہ بونگہ کا ایک ہزار

بندہ آیا لیکن وہ فریاد کرتا کرتا غرق ہو گیا لیکن اسے بچا نہیں سکے چونکہ ان بندوں کے پاس اسے بچانے کا کوئی ایسا طریقہ ہی نہیں تھا۔جب میں نے میاں محمد شہباز شریف صاحب کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو انہوں اسی وقت دس کروڑ روپے کا اعلان کیا کہ اس کے لئے سیوریج سسٹم کا بندوبست کیا جائے اور ان چھپڑوں کو ختم کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم یہاں روز سنتے رہے پڑھا لکھا پنجاب ہے اور ہم نے بڑے سسٹم بنائے ہیں۔۔۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: ساڈے تاں پورے ضلع نوں دس کروڑ نہیں لبھا، تسانوں ایک چھپڑ لئی دس کروڑ لبھ گیا اے۔

رانا عبدالرؤف: ہمیں نہیں پتا کہ پڑھے لکھے پنجاب کے سلسلے میں پیسے کدھر خرچ ہوتے رہے ہیں؟ ابھی میرے بھائی اعتراض فرما رہے ہیں میں ان کو یقین سے کہتا ہوں کہ صرف ایجوکیشن کی مد میں انہیں دس کروڑ روپے سے زیادہ ملے ہوں گے۔ ان کے سب ہائی سکولوں کو IT Labs مل گئی ہوں گی وہاں سے ان کے بچوں نے ہی مستفید ہونا ہے۔ Please don't interrupt

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ Chair کو مخاطب کر کے بات کریں۔

رانا عبدالرؤف: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ان کو نہیں مل سکا تو پھر یہ صحیح نمائندگی نہیں کر رہے اور اپنے علاقے کے مسائل صحیح طرح وزیراعلیٰ تک پہنچا نہیں رہے۔میں آخری گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بہر حال ہمارے پسماندہ علاقے ہیں۔وزیراعلیٰ صاحب نے جنوبی پنجاب کے لئے بہت مہربانی کی ہے اور اس دفعہ 52-ارب روپے میں سے 32-ارب روپے وزیر خزانہ صاحب نے release کر دیئے ہیں۔ ہمارے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بہاولپور میں تین سو بستروں کا ہسپتال بن رہا ہے لیکن ہم چاہتے کہ بہاولنگر میں انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی جائے اور بہاولنگر سے ساہیوال تک دو رویہ سڑک تعمیر کی جائے تاکہ ہم بھی پنجاب کے ساتھ اچھے طریقے سے شریک ہو جائیں۔جب تک ہم ممبر نہیں بنے تھے تو بہاولنگر میں ایک انچ سڑک بھی carpeted نہیں تھی اب اللہ تعالیٰ کی مہربانی، میاں محمد شہباز شریف صاحب اور موجودہ حکومت کی مہربانی سے 3-ارب روپے سے وہاں سڑکیں بن رہی ہیں جس پر میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آخر میں اپنے ان بھائیوں کے لئے ایک شعر ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ:

اپنا تو یہ شیوہ ہے اندھیرے میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی یہ ضد ہے زمانے میں یونہی رات رہے

بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ جناب محمد اخلاق صاحب!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

**MR. DEPUTY SPEAKER:** No point of order. No point of order.

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں ہاؤس کے تقدس کے لئے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں تمام باتوں سے ہٹ کر اس ہاؤس کا تقدس ملحوظ خاطر رکھنا ہوتا ہے لیکن کل اسی ہاؤس میں جناب چیئرمین صاحب نے ایک رولنگ دی تھی جس کی آج دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ اگر یہاں سپیکر کی رولنگ کی بھی قدر نہیں ہونی، سپیکر کی رولنگ پر بھی عمل نہیں ہونا تو ہم یہ فضول کہہ رہے ہیں کہ ہماری پچھلے سال کی تجاویز پر عمل نہیں ہوا، ہماری ان باتوں پر عمل نہیں ہوا۔ اصل طاقت تو اس ایوان کی ہے آپ اس ایوان کے Custodian ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! کل جناب چیئرمین نے یہ رولنگ دی تھی کہ جو ممبران ہاؤس کی پوری کارروائی سنتے رہے ہیں، انتظار کرتے رہے ہیں، دوسروں کی تقریریں سنتے رہے ہیں لیکن آج وقت کی کمی کی وجہ سے انہیں ٹائم نہیں دیا جا رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج ٹائم دیا جائے گا۔ تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میری بات سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کل وقت کی کون سی کمی تھی، آپ تقریر کا ٹائم زیادہ کر لیتے۔

رائے محمد اسلم خان: ان کی رولنگ یہ تھی کہ کل pre budget پر بحث یہ ممبران شروع کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اچھا، تشریف رکھیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر آ گیا ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں، یہاں سارے معزز ممبران موجود ہیں، میں نے ہاؤس کی consent لے کر start کیا تھا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: اگر سپیکر کی رولنگ کی value نہیں مان رہے تو میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر رائے محمد اسلم خان ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر:آپ نے جو کھانا پینا ہے کھا کر واپس آ جائیے گا۔ مخدوم صاحب!ذرا انہیں منا کر لائیں، اعجاز خان صاحب!آپ بھی ساتھ جائیں۔جی، جناب محمد اخلاق صاحب!آپ بات شروع کریں اب سے آپ کا ٹائم شروع کر رہے ہیں۔

جناب محمد اخلاق:جناب سپیکر!میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں کہ میرا ٹائم اب سے شروع کیا جائے۔یہ جو pre budget session چل رہا ہے اور پچھلے دو سالوں سے جو اس کی روایات ہیں میں ان کو appreciate کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہر سال PILDAT والوں نے جو پروگرام کئے ہیں، میں نے اس دفعہ بھی وہ attend کئے ہیں میں PILDAT کے چیئرمین اور باقی سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ہمارے چیئرمین پی اینڈ ڈی اور سیکرٹری خزانہ نے اس دفعہ ایک بڑی اچھی کاوش کی ہے اور ہمیں suggestions and preparation کے لئے guideline دی ہے۔میں اسی کی روشنی میں آپ کو چند ایک تجاویز دوں گا۔اتفاق سے وزیر خزانہ صاحب یہاں پر موجود نہیں ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ میری یہ تجاویز note ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر!میرا concern industries سے ہے اس لئے میں اپنی تجاویز industries کے حوالے سے ہی دوں گا۔اس وقت ہمارا basic problem بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کا ہے۔میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ industrial cities کے لئے بجلی اور گیس کی سپلائی کے حوالے سے ایک علیحدہ management کی جائے اگر یہ سارے بڑے شہروں میں نہیں کر سکتے تو پھر میری درخواست ہے کہ آپ سیالکوٹ کے لئے الگ سے بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ کی management کرا دیں تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ فلاں فلاں وقت بجلی اور گیس میسر آئے گی۔اس طرح ہم اپنی فیکٹریوں کی production کے لئے کوئی planning کر سکیں گے۔اس لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ہم بہت زیادہ نقصان اٹھا رہے ہیں۔لوڈشیڈنگ کی وجہ سے proper production نہیں ہو رہی اور ہماری export نیچے جا رہی ہے۔ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کب بجلی آنی ہے اور کب نہیں؟

جناب سپیکر!دوسرے نمبر پر میں پنجاب level کی ایک proposal دوں گا کہ ہماری انڈسٹریز سے related محکمہ جات کا total revenue figure لیا جائے۔اس میں Social Security, Old-Age Benefits اور Labour Department آتے ہیں۔ایک سال میں ان محکموں کی کل کتنی revenue collection ہوتی ہے اس کے figures لئے جائیں۔میرے

پاس جو figures ہیں ان کے مطابق یہ شرح less than 0.1 فیصد بنتی ہیں۔اس ایوان کی وساطت سے حکومت پنجاب سے میری یہ تجویز ہے کہ اس بارے میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے یا پھر مجھے حکم کریں تو میں ذاتی طور پر وزیر خزانہ کے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار ہوں اور اپنے ساتھ میں چیمبر آف کامرس کے نمائندے بھی لے آؤں گا۔ہمیں پنجاب کی سطح پر ان محکموں کی کل revenue collection معلوم کرنی چاہئے۔اس revenue collection کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم export پر 0.1 فیصد tax implement کر دیں تو یہ export industries پر ایک بہت بڑی نیکی ہو گی اور ایسا کرنے سے ان محکموں میں ہونے والی کرپشن بھی رُک جائے گی۔ہماری فیکٹریوں میں محکمہ لیبر اور سوشل سکیورٹی کے لوگ آکر پیسے مانگ رہے ہوتے ہیں اور ہمارے productive time کو ضائع کرتے ہیں۔ان کی total vision, blackmailing کی ہوتی ہے۔اگر آپ ٹیکس دینا بھی چاہیں تو وہ آپ کو اس طریقے سے deal کرتے ہیں کہ آپ کی production کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔دوسری طرف ان محکموں کی وجہ سے حکومت کو کوئی خاص revenue collect نہیں ہو رہا۔جتنی بھی collection ہوتی ہے وہ ان کی جیبوں میں چلی جاتی ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ خدارا اس کو one window operation کر دیجئے۔ہم زیادہ ٹیکس دینے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن ہماری اس مافیا اور کرپشن سے جان چھڑا دیں۔اگر یہ طریق کار اپنا لیا جائے تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگلے سال اس کا revenue پہلے سے کئی گنا زیادہ collect ہو گا۔

جناب سپیکر!میری تیسری تجویز یہ ہے کہ سیالکوٹ شہر میں export کرنے والی صنعتوں کے لئے local taxes exempt کر دیئے جائیں کیونکہ export کرنے والی کمپنیوں کا لوکل گورنمنٹ کے ساتھ اتنا زیادہ concern نہیں رہتا۔وہاں پر جو local manufacturers ہیں وہ لوکل گورنمنٹ کی facilities کو استعمال کرتے ہیں۔Export کرنے والی صنعتوں کو اگر local taxes سے exempt کر دیا جائے تو اس سے ہماری export میں اضافہ ہو جائے گا جو کہ اس وقت ملک کی اہم ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!ہمارے صوبے میں skilled labour development کے لئے جو vocational ادارے بنائے گئے ہیں ان کی funding میں انتہا کی کرپشن ہے۔اب صنعتوں کے لئے skilled labour میسر نہیں آ رہی۔میری خواہش ہے کہ حکومت پنجاب کی طرف سے کم از کم ایک ہزار روپے per worker stipend دیا جائے تاکہ تربیت حاصل کرنے والے لوگوں کے لئے

ایک incentive ہو اور وہ یہ تربیت حاصل کرنے کے بعد ہماری صنعتوں کے لئے کارآمد ثابت ہو سکیں۔

جناب سپیکر! سیالکوٹ میں ایک Export Processing Zone بنا ہوا ہے جو کہ 1999 سے مکمل ہو چکا ہے۔ وہاں پر سڑکیں، بجلی اور دوسرا basic infrastructure مہیا ہو چکا ہے۔ یہ Export Processing Zone سمبڑیال میں واقع ہے۔ وہاں پر پلاٹوں کی allotment ہو چکی ہے لیکن یہ project اب بند پڑا ہوا ہے۔ یہ وفاقی حکومت کا project ہے تو میری یہ درخواست ہو گی کہ اس project کو وفاقی حکومت سے واپس لے کر پنجاب حکومت کے under کیا جائے تاکہ یہ جگہ اگلے سالوں میں ہماری صنعتوں کے لئے کام آسکے۔ یہ ایک بہت بڑی نیکی ہو گی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر رائے محمد اسلم خان واک آؤٹ
ختم کرکے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب سپیکر! ہمارے سیالکوٹ میں commercialization کی collection میں انتہا کی کرپشن ہو رہی ہے۔ ہمارے ساتھ یہ المیہ ہے کہ سیالکوٹ میں باقی تمام اضلاع کے مقابلے میں زیادہ rate وصول کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے لوگ کمرشل فیس pay نہیں کر رہے اور اداروں کے اہلکاروں سے مل ملا کر اپنی کمرشل عمارتیں بنا رہے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ضلع سیالکوٹ کے commercialization rate کو rationalize کیا جائے اور اس کو اس ڈویژن میں واقع دوسرے اضلاع کے برابر لایا جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ سیالکوٹ ایک export oriented city ہے۔ سیالکوٹ کی entrance میں واقع چوک پر underpass بنایا جائے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! pre-budget کے حوالے سے ممبران سے تجاویز لی جا رہی ہیں اور مجھے قوی امید ہے کہ بجٹ بناتے وقت ہماری ان تجاویز کو consider کیا جائے گا اس طرح ممبران کی حکومت سے شکایات کسی حد تک کم ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے شعبہ تعلیم کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی کہ محکمہ تعلیم کی accounts branches میں مرد ملازمین کے ساتھ خواتین کو بھی تعینات کیا جائے کیونکہ جن خواتین نے تنخواہیں لینی ہوتی ہیں ان کے لئے بڑے مسائل ہیں، وہاں پر ان کو بلیک میل کیا جاتا

ہے۔جب وہاں پر مرد ملازمین کے ساتھ خواتین بھی تعینات ہوں گی تو پھر یہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ پنجاب کے سرکاری اور پرائیویٹ تمام سکولوں میں ایک ہی تعلیمی نظام رائج کیا جانا چاہئے۔سب سکولوں میں ایک ہی یونیفارم ہونا چاہئے اور ایک ہی نصاب پڑھایا جانا چاہئے۔ بعض پرائیویٹ سکولوں میں ایسا ہو رہا ہے کہ اگر ان کی پانچویں کلاس میں کل پچاس بچے ہیں تو ان میں سے صرف دس بچے بورڈ کا امتحان دیتے ہیں۔یہ امتیازی سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟وہ صرف اس لئے پوری کلاس کے بچوں کو امتحان نہیں دلواتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہمارے بچے بورڈ کے امتحان میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ تمام پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ وہ بورڈ کے تحت پرائمری کا امتحان دلوائیں۔اس کے علاوہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طالب علموں کے لئے موبائل اپنے ساتھ لانے پر پابندی لگائی جائے۔ جن سکولوں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہے یا آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے سب بچوں کو داخلے نہیں مل سکے وہاں پر سکولوں اور کالجوں میں double shift میں پڑھانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ تمام بچوں کے داخلے ہو جائیں اور وہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں اس کے علاوہ بہت سارے سکولوں میں بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں ہیں۔ بہت سارے سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے، وہاں پر فرنیچر میسر نہیں اور سٹاف بھی پورا تعینات نہیں ہے۔جب تک آپ اساتذہ کی تعداد کو پورا نہیں کریں گے اس وقت تعلیم کا معیار کیسے بہتر ہو سکے گا؟ پنجاب حکومت کی طرف سے دانش سکول بنائے جا رہے ہیں۔ میرے اپنے ضلع بہاول نگر میں بھی ایک سکول بن رہا ہے جس پر اب تک تقریباً ایک ارب روپے خرچ ہو چکے ہیں اور میری معلومات کے مطابق اس عمارت کی چھتیں پھٹ چکی ہیں۔ابھی اس سکول کا افتتاح نہیں ہوا لہذا اس کے تعمیراتی معیار کو چیک کیا جائے۔اگر ہمیں کوئی سکول بنانے کا chance مل گیا ہے تو کم از کم اس کی عمارت کو پختہ اور معیاری بنایا جائے۔ ناقص مٹیریل لگا کر اس طرح کی عمارتیں بنانے کا کیا فائدہ ہو گا؟ یہ عوام کا پیسا ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں ٹیکس کے حوالے سے عرض کروں گی کہ ٹیکس کا سلسلہ آسان کیا جائے۔آپ غریب لوگوں پر ٹیکس نہ لگائیں بلکہ ان کو بچائیں، پہلے ہی بے روزگاری بہت ہے، مہنگائی پہلے ہی بہت ہے جو لوگ بڑے ہیں جن کے کارخانے ہیں ان کو ٹیکس کے دائرے میں لایا جائے۔

جناب سپیکر! ہر ضلع میں برن یونٹ اور کارڈیک یونٹ بنائے جائیں اور وہاں لوگوں کو علاج فراہم کیا جائے۔اس کے علاوہ لیبر کا قانون موجود ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر عملدرآمد کروایا جائے۔ چائلڈ لیبر کے حوالے سے قانون موجود ہے اس کے باوجود بچے ورکشاپوں اور ہوٹلوں پر

کام کر رہے ہیں اس کو کسی طریقے سے کنٹرول کیا جائے۔ محلوں کی سطح پر یا یونین کونسل کی سطح پر امن کمیٹیاں قائم کی جائیں تاکہ وہ اپنے مقامی مسائل کو خود ہی حل کریں۔ اس طرح تھانوں اور عدالتوں میں دباؤ کم ہو جائے گا اور جہاں پر پولیس کی زیادہ ضرورت ہے وہاں اگر آپ رینجرز کو بلائیں تو میرا خیال ہے کہ وہاں پولیس کی بہت زیادہ مدد ہو جائے گی اور ہم رینجرز کو بھی استعمال میں لا سکیں گے۔

جناب سپیکر! ضلعی آبادی کے لحاظ سے ہر ضلع میں صنعتیں لگائی جانی چاہئیں کیونکہ اگر آپ ہر ایک کو نوکری نہیں دے سکتے تو اس کا حل یہی ہے کہ جو ہنر مند لوگ ہیں ان کو کم از کم صنعتوں میں تو adjust کیا جا سکتا ہے تاکہ ان کو روزگار مل سکے۔ اگر ہو سکے تو بے روزگاروں کو گزارہ الاؤنس دیا جائے تو یہ سب سے بہتر ہوگا۔ اس کے علاوہ پنجاب بیت المال کا حال دیکھیں، دوسروں کا تو مجھے پتا نہیں ہے لیکن اپنے ضلع کا مجھے بڑا پتا ہے کہ وہاں پنجاب بیت المال میں ڈیڑھ کروڑ روپے کا فنڈ پڑا ہوا ہے لیکن ان تین سالوں میں کسی کو ایک پائی بھی نہیں ملی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کو براہ مہربانی چیک کریں۔ اسی طرح سے زکوٰۃ و عشر کی کمیٹیاں ہیں وہاں سے آپ نے ممبر تو منتخب کر لئے ہیں اور کسی نے آج تک ایک پائی بھی کسی کو نہیں دی۔ خدارا اس طرح سے نہ کریں۔ مجھے یہ بتائیں کہ اس رقم کا آپ نے کیا کرنا ہے، یہ رقم ہے تو آخر عوام کے لئے ہے اگر ہے تو عوام کو ملنی چاہئے جو ان کا حق ہے۔

جناب سپیکر! میں لیکچراروں اور اساتذہ کے حوالے سے عرض کروں گی کہ یہ ڈیوٹی کے دوران اکیڈمیوں میں نہ جائیں کیونکہ اس طرح یہ بچوں کو تسلی بخش تعلیم نہیں دے سکتے لہٰذا ان پر پابندی لگائی جائے اور ڈاکٹروں پر بھی پابندی لگائی جائے کہ جو ڈاکٹر پرائیویٹ کلینک چلاتے ہیں وہ نہ چلائے جائیں۔ پاکستان کی حکومت ان پر اتنا پیسا لگاتی ہے تو یہ لوگ یہاں سے ڈاکٹر بن کر باہر کے ملکوں میں جا کر کام کرتے ہیں۔ ان کا پاکستان کو کیا فائدہ ہے؟ اس پر بھی پابندی لگائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! بہت شکریہ۔ میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ یہ محض اتفاق ہے یا میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے جب بھی کبھی تقریر کا موقع ملا تو کرسی صدارت پر آپ جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی کہتا ہوں یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک دفعہ تجویز بھی دی تھی کہ سپیکر صاحب کو قائم مقام گورنر رکھا جائے تاکہ آپ بجٹ اجلاس کی صدارت کریں۔

جناب سپیکر! اب سے تھوڑی دیر پہلے معزز ممبر شیخ علاؤالدین صاحب نے تاریخ سے کچھ چیزوں کا حوالہ دے کر اپنی تقریر کا آغاز کیا تھا ان میں سے ایک بڑا انسان Carl Marx اور ایک بادشاہ تھا تو ہمیں اپنی کچھ اس طرح کی analogy اپنے علاقے سے اپنے برصغیر سے بھی draw کرنی ہے۔ آج سے تقریباً 39 سال پہلے جب شیخ مجیب الرحمن اسلام آباد آیا تھا تو اس نے ایک بات کی تھی وہ بات گو کڑوی تھی لیکن وہ بات سچ تھی۔ اس نے اسلام آباد میں کہا تھا کہ یہاں کی سڑکوں میں مجھے بنگال کی پٹ سن کی بو آتی ہے۔ ہم جو دیہاتی علاقوں کے نمائندے ہیں جب ہم گاؤں سے نکلتے ہیں تو وہاں کی سڑکوں سے دھکے کھاتے، طلبہ کو کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرتے دیکھتے ہیں اور جب موٹروے یا جی ٹی روڈ سے اتر کر رنگ روڈ پر چڑھتے ہیں یا ٹھوکر نیاز بیگ کا اوور ہیڈ برج دیکھتے ہیں تو ہمیں بھی لاہور کے ان منصوبوں میں ہمارے گنے، کپاس، چاول اور گندم کی بو آتی ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ اور پھیلے ہمیں اس خوشبو کا رخ دیہاتی علاقوں کی طرف بھی کرنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں اس جمہوری حکومت نے جس میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں سب شامل ہیں انھوں نے پندرہ سال بعد ایک بہت اچھا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ انھوں نے اتفاق رائے سے NFC Award attain کیا ہے۔ اس پر صوبوں کے وزرائے اعلیٰ بشمول ہمارے وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم اور صدر پاکستان سب کو خراج تحسین پیش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ انھوں نے اس Award کے تحت جہاں پنجاب نے قربانی دے کر ایک اچھا نام کمایا ہے اس میں بھی بہت سارے indicators اور factors رکھے گئے تھے کہ اس کے مطابق اور ان کو ذہن میں رکھتے ہوئے equitable resources سے تقسیم ہوگی۔ اس میں پنجاب نے قربانی بھی دی جس کے لئے بڑا بھائی ہونے کے ناتے چھوٹوں نے ہمارے وزیر اعلیٰ کو خراج تحسین بھی پیش کیا۔ اسی فارمولے کو جس پر محترم میاں محمد شہباز شریف صاحب نے دستخط کئے ہیں، جس پر in principle انھوں نے agree کیا ہے کہ پاکستان کے جو less developed areas ہیں وہاں پر resources کا زیادہ دیا جانا اور استعمال ہونا natural ہے۔ اسی فارمولے کو جس کے محترم وزیر اعلیٰ صاحب خود signatory ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کو اپنے گھر میں بھی apply کیا جائے۔ اگر ہم ہر ضلع میں برابر پیسے development کے لئے نہیں دے سکتے تو کم از کم ہر ڈویژن کے اندر اس کی آبادی، رقبے اور density of population کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تعلیم کی جو پیچھے backwardness ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے دیہاتی علاقوں کو اگلے بجٹ میں زیادہ funding کی جائے۔ یہاں تو گنگا الٹی بہہ رہی ہے پچھلے تین سالوں میں لاہور کو 90۔ارب روپیہ allocate ہوا whereas گوجرانوالہ ڈویژن کے اضلاع نارووال، سیالکوٹ،

گوجرانوالہ، حافظ آباد، منڈی بہاؤالدین اور گجرات کو کل ملا کر صرف 74۔ارب روپیہ allocate کیا گیا۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ 74۔ارب روپیہ پورے کا پورا وہاں پر خرچ ہوا ہے یہ صرف allocation ہوئی ہے اس میں اگر releases دیکھی جائیں تو لاہور کی ایک کھرب سے بھی بڑھ جاتی ہیں جبکہ پورے گوجرانوالہ ڈویژن کی releases دیکھیں تو 50۔ارب بھی نہیں بنتیں۔ ہماری آپ کی وساطت سے بیوروکریٹ سے بھی استدعا ہے کہ کم ازکم گوجرانوالہ ڈویژن کے ان غریب اضلاع کے لئے جو نئے بنے ہیں ان کا بھی کچھ خیال رکھا جائے۔ میں آپ کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ منڈی بہاؤالدین 1993 میں ضلع بنا تھا لیکن 2010 آنے تک وہاں پر ڈسٹرکٹ کمپلیکس تعمیر نہیں ہو سکا۔ ملک وال میں تحصیل کمپلیکس تعمیر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! یہ بہت اچھی بات ہے کہ مزید سکول بنائے جائیں لیکن پورے تین سال میں اپنے حلقے میں، میں نے ایم پی اے گرانٹ سے ہائی سکول تو بنوائے، ان کی عمارات بنوائیں لیکن ایک بھی SNE grant نہیں ہو سکی۔ اس میں ہمارا قصور کیا ہے؟ کیا ہمارے ضلع کے بچے اس قوم کے بچے نہیں ہیں، کیا وہ ٹیکس نہیں دیتے، کیا اُن کی عورتیں بھٹوں پر کام نہیں کرتیں اور کیا اُن کو اچھے اساتذہ اور اچھے فرنیچر کی ضرورت نہیں ہے؟ منڈی بہاؤالدین کی development کے لئے پچھلے تین سال سے 200 ملین روپے allocate ہو رہے ہیں کہ mega projects دیں لیکن وہاں پر ڈسٹرکٹ کمپلیکس سے لے کر چاندنی چوک تک کی سڑک کے لئے بارہا استدعا کے باوجود ایک ٹیڈی پیسا release نہیں کیا گیا۔ اسی طرح گوجرہ ملکوال روڈ کے لئے جس کو ابھی خوردبین سے ڈھونڈنا پڑتا ہے اس کے لئے بھی بارہا request کرنے کے باوجود ایک پیسا بھی release نہیں ہوا۔ منڈی بہاؤالدین میں (ن) لیگ کو بھی وہاں سے ووٹ ملے ہیں۔ ہم پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ والے مل کر establishment کے پرانے تابعدار سیاستدانوں کے خلاف الیکشن لڑے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ دو سڑکیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ضرور بنائی جائیں بے شک اُس کا افتتاح (ن) لیگ کے صدر دیوان مشتاق صاحب سے کروا لیا جائے اور انہی کی تختی لگا دی جائے۔ اگر آپ کو ترنگے جھنڈے سے چڑ ہے تو ہم اُس سڑک کا نام بھی آپ کے کسی لیڈر کے نام پر رکھنے کے لئے تیار ہیں۔ بقول اُن کے یہاں پر تو ایک چھپڑ کے لئے دس کروڑ روپے ہے لیکن ہمارے پورے drainage کے لئے تین کروڑ روپے release کرنا تو درکنار اُس کو consider کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ موٹروے سے لے کر منڈی بہاؤالدین تک ایک جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں پر blood transfusion کی سہولت ہو۔

وزیر اعلیٰ صاحب کے directive کے باوجود محکمے والے وہاں پر ٹراما سنٹر تعمیر کرنے سے reluctant ہیں اور ہمیں بتایا یہ جاتا ہے کہ آپ پہلے اوپر ملیں تب بنایا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں ختم کرنے سے پہلے چند چھوٹی چھوٹی تجاویز دے دیتا ہوں۔ میری good luck ہے کہ آپ یہاں پر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں کبھی ٹوکا بھی نہیں ہے۔ یہاں پر Ethanol Benzene کی فیکٹریوں کے مالکان کو دیکھیں تو ان کے سارے بچے UK اور USA میں تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن ان کی کسی بھی فیکٹری پر ٹیکس نہیں ہے۔ Ethanol Benzene سے مراد شراب کی فیکٹریاں ہیں جن پر وہ ٹیکس نہیں دیتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اِن کو سہارا دینے کی ضرورت ہے۔ ان کو سہارا چاہئے تو بالکل لیں لیکن اس عوام کے لئے یہ بھی کچھ contribute کریں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پولٹری کی انڈسٹری بہت flourish ہوئی ہے جس کے لئے لائسنس کی ضرورت ہے اور نہ ہی ٹیکس کی ضرورت ہے لہذا میری گزارش ہے کہ اس کو بھی tax net کے اندر لایا جائے۔ اس کے علاوہ plantation جو canals کے اوپر ہے اُس کو forest والوں کے حوالے کیا گیا ہے میری یہ تجویز ہے کہ اُس کو محکمہ آبپاشی کے حوالے کیا جائے تاکہ انہی کے guards اس کو look after کریں۔ ویسے میری اور بھی چھوٹی چھوٹی تجاویز ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: گوندل صاحب! باقی تجاویز آپ لکھ کر دے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! جنگلات کی چوری کو روکنے کے لئے forest police بنائی جائے۔ جس طرح لائیوسٹاک کے guards بنائے گئے ہیں اس کی طرز پر Forest Police بنائی جائے تاکہ اس ملک میں timber اور environment کے حالات بہتر ہو سکیں۔ اس کے علاوہ خاص طور پر ہمارا rural area سے تعلق ہے اس لئے lining of canals اور سیم نالوں کی priority base پر desilting کے لئے فنڈز رکھے جائیں۔ Thank you for hearing me with patience.

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میری یہاں بیٹھی اپنی معزز خواتین ممبران سے گزارش ہے کہ چونکہ لسٹ تھوڑی سی رہ گئی ہے لیکن باری سب کی آ جائے گی۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! میں نے بھی بولنا ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: میرا نام تو پہلے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سب کا نام ہے۔ تشریف رکھیں۔ اگلے مقرر کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ رانا تنویر احمد ناصر صاحب!

رانا تنویر احمد ناصر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے جو اچھے کام کئے ہیں اُن کی تعریف کی جانی چاہئے اور جو کام مکمل نہ ہوئے ہیں اُن پر تنقید بھی ضرور کی جانی چاہئے۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے میڈیکل کالجوں میں students کے داخلے کے حوالے سے سیٹوں میں اضافہ کیا ہے کیونکہ پہلے دو ہزار students کو داخلہ ملتا تھا اور اب تین ہزار students کو داخلہ ملے گا جن میں سے جنوبی پنجاب کو بھی share دیا گیا ہے اور وہاں کے students کی سیٹیں 600 سے بڑھا کر 950 کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح موبائل ہیلتھ یونٹ شروع کئے گئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ state of the art ہیں جن میں الٹراء ساؤنڈ، ایکسرے اور لیبارٹری ٹیسٹ بھی ہوں گے حالانکہ یہ سہولیات کسی بھی BHU میں حاصل نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موبائل ہیلتھ یونٹ کی لیبارٹری کا level شوکت خانم ہسپتال کے برابر ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب دانش سکولوں کے حوالے سے جنوبی پنجاب کو اہمیت دے رہے ہیں بلکہ ان سکولوں کا آغاز بھی جنوبی پنجاب سے کیا گیا ہے اور ان دانش سکولوں کی تکلیف یقیناً جاگیر دار طبقے کو ہے جو یہ نہیں چاہتے کہ غریبوں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم ملے اور اُن میں awareness آئے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دانش سکول غریبوں کے ایچی سن کالج ہیں۔ اسی طرح سیلاب میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے جس طرح اپنا role ادا کیا ہے اگر دیگر پارٹیوں کے لیڈران اور حکمران بھی اُن کو follow کرتے ہوئے effected areas میں لوگوں کی تسلی کے لئے role ادا کرتے تو لوگوں کی بہت سی تکالیف ختم ہو سکتی تھیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے اس role کو internationally بھی appreciate کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے حلقہ پی پی۔168 شیخوپورہ کی طرف آتا ہوں جو لاتعداد مسائل کا شکار ہے۔ مانانوالہ اربن یونین کونسل نمبر 100 میں واٹر سپلائی کا کام 2007 میں شروع ہوا تھا جو ابھی تک under process ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگلے مالی سال کے اندر وہ کام مکمل ہو جائے گا تاکہ لوگوں کو صاف پانی مل سکے۔ اگر اگلے مالی سال کے اندر ہماری حکومت یہ کام کر دے تو میرے حلقہ کے

لوگوں پر اُن کا احسانِ عظیم ہوگا۔اس کے علاوہ میرے حلقہ میں گورنمنٹ بوائز ہائی سکول مانانوالہ جو 1946 میں تعمیر ہوا تھا لیکن اب اُس کی حالت اتنی خستہ ہو چکی ہے کہ اس کے زیادہ تر کمرے متعلقہ اتھارٹی نے بند کر دیئے ہیں۔ میری request پر اُس سکول کی re-construction, re-modeling and re-designing کے لئے ایک PC-1 تیار ہوا اور کمشنر لاہور ڈویژن نے اپنی میٹنگ مورخہ 18۔اکتوبر 2009 میں اس سکیم کو approve کیا جس کی cost 72.713 million طے ہوئی لیکن اس کے باوجود بھی کوئی progress نہ ہو سکی۔اگر وہ بلڈنگ کسی دن گر گئی تو پھر میرے خیال میں حکومت شاید فوراً نئی بلڈنگ تعمیر کر دے۔اسی طرح وزیر اعلیٰ صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے گرلز ڈگری کالج مانانوالا کی سکیم کو approve کیا اور directive مورخہ 14۔جولائی 2009 کو جاری کیا گیا۔اس کی cost 116.878 ملین مقرر کی گئی جس میں cost of land بھی شامل تھی لیکن پھر یہ سکیم سرخ فیتہ کی نذر ہو گئی۔جب یہ P&D میں گئی تو وہاں پر اعتراض یہ لگایا گیا کہ cost جو acquisition of land ہے وہ نہیں ہو سکتی یا تو community contribute کرے یا وہاں پر state land کا بندوبست کیا جائے۔وہاں پر state land ہے ہی نہیں اور community غریب، مزدوروں، کسانوں اور دکانداروں پر مشتمل ہے جو کہ ڈیڑھ کروڑ روپے کی خطیر رقم contribute نہیں کر سکتی۔یہ سکیم ابھی تک pending ہے لیکن میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس علاقے میں سرکاری زمین نہ ہو، جہاں کی community غریب لوگوں پر مشتمل ہو تو کیا ان لوگوں کو علم کی روشنی کی ضرورت نہیں ہے؟میں پچھلے دنوں ایک اخبار میں یہ پڑھ رہا تھا کہ لاہور ائرپورٹ کے قریب ایک چوک کی توسیع کے لئے کمشنر لاہور ڈویژن کی سربراہی میں سوا ارب روپے کی خطیر رقم کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے جس میں acquisition of land بھی کی جائے گی اور اہم عمارتوں کو بھی acquire کیا جائے گا۔ میرے حلقہ کے غریب لوگوں کا کیا قصور ہے کہ ڈیڑھ دو کروڑ روپے کی زمین حکومت acquire نہیں کر سکتی؟

جناب سپیکر!وزیر اعلیٰ صاحب نے مہربانی فرماتے ہوئے 24۔فروری 2010 کو 20 بستروں پر مشتمل تین منزلہ سول ہسپتال مانانوالہ کو approve کیا۔اس کا P.C-I بھی تیار ہو کر مورخہ 24-5-2010 کو سیکرٹری صحت کو بھجوا دیا گیا جس کی cost 30.23 ملین تھی لیکن نتیجہ zero, zero, zero ہے۔ میری request یہ ہے کہ جب تک یہ ہسپتال functional نہیں ہوتا تو مانانوالہ میں

اس وقت تک موبائل ہیلتھ یونٹ کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو طبی سہولیات فراہم ہو سکیں۔

میرے حلقہ مانانوالہ میں مزید ایک گرلز ہائی سکول کی ضرورت ہے۔اسی طرح farm to market roads بہت کم ہیں تو 30 کلو میٹر کی سڑکیں دی جائیں جن کی تفصیلات میں دے سکتا ہوں۔ ریسکیو 1122 کے دفاتر first phase میں D.H.Q کی سطح پر بن چکے ہیں۔Second phase میں شیخوپورہ میں اس کا دفتر بنناہے جسے میں سمجھتا ہوں کہ شیخوپورہ کی بجائے مانانوالہ میں بنایا جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو ایمرجنسی کی صورت میں سہولیات حاصل ہو سکیں۔ میرے حلقے کے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری فیاض احمد وڑائچ صاحب!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب آصف منظور موہل صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔خواجہ اسلام صاحب!

خواجہ محمد اسلام: شکریہ۔جناب سپیکر!ان کے خیال میں لاہور میں کیا پہلے عنایات کم ہیں کہ یہ سارا کچھ لاہور ہی کو دینا چاہتے ہیں؟ میں سب پہلے انتہائی مشکور ہوں شیخ علاؤالدین صاحب کا جنہوں نے افغان ٹرانزٹ کے بارے میں بات کی تھی۔ میرے ملک اور اس پنجاب کے ساتھ ہونے والی ڈاکازنی اور ظلم کا ذکر الفاظوں اور فقروں میں نہیں ہو سکتا۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اگر آج ہم نے اس کا notice نہ لیا تو میرے خیال میں ہماری آئندہ نسلیں پچھتائیں گی اور کل تاریخ بھی روئے گی۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ڈاکٹر اسد اشرف کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، خواجہ صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! پنجاب کا رونا تو سبھی لوگ رو رہے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے شہر فیصل آباد کا رونا رولوں تو یہی میرے لئے بڑی بات ہو گی۔ آج میرے پنجاب اور خصوصاً فیصل آباد کے ساتھ سوئی گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ کے ذریعے ہونے والی ظلم و بربریت پر میں صرف اتنا کہوں گا کہ ٹیکسٹائل پاکستان میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے اور ٹیکسٹائل میں فیصل آباد کا کردار یا حصہ 60 فیصد سے زیادہ ہے لیکن بد قسمتی سے سوئی گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے آج فیصل آباد کی 90 فیصد فیکٹریاں اور ملیں بند ہو چکی ہیں۔ اس حوالے سے اگر پنجاب حکومت نے اپنا کردار ادا نہ کیا تو میرے منہ میں خاک کہ اس سے ملک کی معیشت پر بُرا اثر پڑے گا کیونکہ فیصل آباد کی تاجر برادری defaulter ہو چکی ہے اور مزید defaulter ہو رہی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں جب بھی زلزلہ

یا سیلاب آیا تو میں یہ بات ببانگ دہل کروں گا کہ فیصل آباد کے تاجروں نے اپنا تن، من اور دھن سمیت ہر چیز قربان کی۔ فیصل آباد کی جی سی یونیورسٹی کو ایک بلاک تعمیر کرنے کی ضرورت پڑی تو اس وقت بھی فیصل آباد کے ایک تاجر نے اپنی گرہ سے سات کروڑ روپے سے فیصل آباد کی جی سی یونیورسٹی کو عطیہ دے کر بلاک بنایا۔ فیصل آباد کے تاجر اس معاملے میں بڑا بڑھ چڑھ کر کام کرتے تھے مگر آج فیصل آباد کے تاجر سوئی گیس اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ، فیکٹریوں کے بند ہونے کی وجہ سے، مزدوروں کی بے روزگاری کی وجہ سے defaulter کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ میں ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا کہ فیصل آباد کی ایک فیکٹری جہاں 13 ہزار مزدور کام کرتے تھے آج وہاں پر صرف 1200 مزدور کام کر رہے ہیں۔ اس فیکٹری کے مالکان نے اپنے خراب معاشی حالات کی وجہ سے باقی سب مزدوروں کی چھٹی کرا دی ہے۔ مجھے اس فیکٹری کے مالکان بتا رہے تھے کہ مزدوروں کی تعداد میں مزید 30 فیصد cut لگا رہے ہیں۔ اگر ایک فیکٹری میں صرف 10 فیصد labour رہ جائے گی تو باقی لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ خدارا، خدارا سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کے لئے حکومت پنجاب اپنا کردار ادا کرے ورنہ پاکستانی معیشت جو کہ ٹیکسٹائل پر منحصر ہے اگر وہ بحران کا شکار ہو گئی تو ہماری ساری صنعتیں پہلے ہی بحران کا شکار ہیں تو اللہ ہی حافظ ہو گا۔

جناب سپیکر! ابھی میرے بھائی دانش سکول کا ذکر کر رہے تھے تو میں وزیر اعلیٰ صاحب کے اس vision کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ نئی نسل اگر ایجوکیشن میں آئے گی تو یہی دنیا کی مہذب قوموں میں شمار ہو گی لیکن ایک بات میں کہوں گا کہ دانش سکول کے بارے میں میرے جذبات یہ ہیں کہ:

یہ راز مجھ پر کھول اے چارہ گر میرے
دوسروں کے پیڑ پر کیوں لگتے ہیں ثمر میرے

جناب چیئرمین! دانش سکولوں کے بارے میں عرق ریزی ہم نے کی، vision ہم نے دیا، meetings ہم نے کیں، وقت ہم نے ضائع کیا لیکن وہ ناقدرے لوگوں کو دیئے گئے اور وہ کہتے ہیں کہ میرے بہاول نگر یا بہاولپور میں ایک بچے پر 17 ہزار روپے خرچ ہو رہے ہیں تو میں انہیں offer کرتا ہوں کہ یہ دانش سکول فیصل آباد میں convert کر دیں تو ہم 17 ہزار کی بجائے 70 ہزار روپے بھی ایک بچے پر خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

فیصل آباد اور لاہور کا 130 کلو میٹر کا فرق ہے اور دنیا میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ ایک بھائی آٹھ کنال کے گھر میں رہ رہا ہو اور دوسرا اڑھائی مرلے کے کرائے کے مکان میں رہائش پذیر ہو۔ وہاں پر پارکنگ پلازہ ہے نہ انڈر پاس، ایک میڈیکل کالج بنا ہوا ہے اور دوسرے میڈیکل کالج کے بارے میں proposals پچھلے نو دس سالوں سے سن رہے ہیں لیکن یہ نہیں بن رہا۔ ہائیکورٹ بنچ کے بارے میں گزارش کروں گا کہ پچھلے پانچ سالوں سے فیصل آباد کے وکلاء احتجاج پر ہیں اور نجانے اس راستے میں کون سے عناصر رکاوٹ ہیں تو میری آپ سے گزارش ہو گی کہ پنجاب حکومت اور یہ اسمبلی اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرے۔

جناب چیئرمین! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جو سہولیات لاہور میں میسر ہیں وہ کہیں اور نہیں لیکن لاہور کے مقابلے میں واقعی فیصل آباد پسماندہ علاقہ ہے جبکہ لاہور کے مقابلے میں فیصل آباد کے ایم پی ایز بھی پسماندہ ہیں۔ F.I.C میں پروفیسرز اور سرجن لاہور سے جاتے ہیں اور وہ فیصل آباد کو قبول ہی نہیں کرتے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فیصل آباد ایک پسماندہ علاقہ ہے لیکن وہ لوگ تنخواہیں وہاں سے لیتے ہیں اور ہفتے میں صرف دو دن فیصل آباد جاتے ہیں باقی دنوں میں یہاں پر عیش کرتے ہیں تو میری آپ سے گزارش ہو گی کہ F.I.C میں فیصل آباد کے سرجنوں اور پروفیسروں کو تعینات کیا جائے۔ لاہور کی آبادی اگر ایک کروڑ ہے تو فیصل آباد بھی 70 لاکھ سے زیادہ آبادی والا ضلع ہے اور لاہور میں 26 ہزار کانسٹیبل ہیں جبکہ فیصل آباد میں سات ہزار کانسٹیبل ہیں۔ اسی طرح funding کی position، گاڑیاں اور باقی sources کی تقسیم میں بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔

آخر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں جب فیکٹریاں اور ملیں بند ہو رہی ہیں اور فیصل آباد میں defaulting بڑھ رہی ہے جس سے ملکی معیشت کو بہت زیادہ نقصان پہنچے گا وہاں پر ہفتے میں صرف دو دن سوئی گیس اور بجلی ملتی ہے جبکہ تنخواہیں fix ہیں اور miscellaneous ویسے ہی پڑ رہا ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ فیصل آباد میں ٹریفک کے اژدھام کے لئے ہمیں underpass کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں پر ایک بھی underpass نہیں ہے۔ فیصل آباد میں ایک بھی پارکنگ پلازہ نہیں ہے تو میری آپ سے یہ request ہے کہ یہاں پر وزیر خزانہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: خواجہ صاحب! اب گیس کی supply کا budget documents سے کیا تعلق ہے؟ آپ متعلقہ بات کریں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! میرے حلقہ کے مدن پورہ میں مدنی پارک ہے جس کا قبضہ مافیا نے ناجائز انتقال کروالیا تھا۔ پھر وہاں ڈی سی او نے یہ حل نکالا کہ یہ چار، پانچ کنال جگہ پنجاب گورنمنٹ acquire کرلے۔۔۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ

خواجہ محمد اسلام: جناب چیئرمین! وزیر خزانہ بیٹھے ہوئے ہیں، میں ایک شعر سنانا چاہتا ہوں۔

جدوں دی اودے نال یاری ہوگئی اے
دشمن مری چار دیواری ہوگئی اے
ماپیاں کولوں پتر پئے حساب منگن
دیکھو دنیا کنی کاروباری ہوگئی اے
ساڈے وچ کمی نئیں بابا
اوناں نوں اپنے اُتے بے اعتباری ہوگئی اے

جناب چیئرمین: شکریہ۔ ڈاکٹر عاصمہ ممدوٹ!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ رائے محمد اسلم خان!

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! پچھلے دو سالوں سے pre budget speech کی جو روایت شروع ہوئی ہے اس سے بلاشبہ ایسا لگتا ہے کہ پنجاب میں جمہوری حکومت ہے۔ یہ جمہوریت کا حسن ہے کہ عوام کی آواز عوامی نمائندوں کے ذریعے حکمرانوں، ایوانوں تک پہنچے اور اسے ہی صحیح جمہوریت کہتے ہیں۔ میں اس کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ ان کا بہت مستحسن فیصلہ ہے لیکن دکھ والی بات یہ ہے کہ یہاں پر ممبران جو تجاویز ہر سال دیتے ہیں انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ بات صرف میں نہیں کہتا بلکہ pre budget speech میں حصہ لینے والا ہر ممبر کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایسی practice کا کیا فائدہ جس پر عمل نہ کیا جائے پھر بھی ہم اپنا فرض ادا کرتے ہوئے اپنی گزارشات پیش کریں گے۔ "شاید کہ اتر جائے ان کے دل میں میری بات"۔ مگر وہ اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے ان چار دنوں کی کارروائی کو پھر کسی ردی فروش کو فروخت کردیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ عوام کی آواز، عوام کی تجاویز اور عوام کی demands پوری ہوں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ضلعی سطح پر چیئرمین (پی اینڈ ڈی) اور فنانس منسٹر عوام کے منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ساتھ میٹنگ کریں۔ ڈی سی اوز کی طرف سے، بیوروکریسی کی طرف سے اور مختلف ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے

جو تجاویز آتی ہیں انہیں بھی دیکھیں اور متعلقہ ضلع کے ممبران اسمبلی کو بھی ساتھ بٹھالیں، جو تجاویز feasible نہ ہوں انہیں reject کر دیں تاکہ آنے والے سال میں وہی ممبر تجاویز لے کر کھڑا نہ ہو، جو تجاویز feasible ہوں، جو عوام کے فائدے کے لئے ہوں، جو علاقہ کے فائدے کے لئے ہوں اور جو صوبہ کے مفاد میں ہوں انہیں پاس کیا جائے۔ لہذا ان بنیادوں پر ترجیحات ہونی چاہئیں۔ یہاں بات ہوتی ہے جنوبی پنجاب کے مطالبات کی، بات شروع ہو جاتی ہے وسطی پنجاب کے مطالبات کی، بات شروع ہو جاتی ہے upper پنجاب کی اور کبھی divisions کی بات شروع ہو جاتی ہے۔ ہم نے اصل میں صوبے کے مسائل حل کرنے ہیں اور ہمیں انہیں سیاسی issues نہیں بنانا چاہئے۔ حقیقت میں ہمیں بات کرنی چاہئے ان طبقات کی اور اُن لوگوں کی جو ہمارے صوبہ میں مایوسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ جو طبقاتی کشمکش شروع ہو رہی ہے، امیر، غریب، urban اور rural کا فرق بڑھتا چلا جا رہا ہے ہمیں ان باتوں پر غور کرنا ہو گا۔ ہمیں پنجاب کے ہر باسی، پنجاب کے ہر علاقہ کو اس بجٹ میں فائدہ دینا ہو گا اور انہیں facilities پہنچانی ہوں گی۔ مراعات صرف urban کے لئے نہیں ہونی چاہئیں اور مراعات صرف امیر طبقہ کے لئے نہیں ہونی چاہئیں۔ جب میرا بھائی میجر ذوالفقار بات کر رہا تھا کہ ان دیہاتیوں کی گندم اور کپاس کی خوشبو ان بڑے شہروں کی سڑکوں سے آتی ہے، میں تو کہوں گا کہ ان غریب مزدوروں، ان غریب کسانوں کے خون کی خوشبو ان carpeted roads سے آتی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صحت کی سہولتیں میسر نہیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس تعلیم کی سہولتیں نہیں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کے سامنے ان کا باپ یا بیٹا سسک سسک کر مر رہا ہو تو ان کے پاس ادویات کے لئے، ہسپتالوں کے لئے اور ڈاکٹروں کے لئے پیسے نہیں ہوتے۔ دوسری طرف وہ طبقہ بھی ہے جنہیں گورنمنٹ ان کی پوری فیملی کو علاج کے لئے رقوم فراہم کرتی ہے۔ ہم نہ تو ان کے بچوں کی روٹی روزی کے لئے کچھ سوچتے ہیں، ان کی صحت کے لئے سوچتے ہیں اور نہ ہی ان علاقوں میں تعلیم پہنچانا چاہتے ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب کا دانش سکول بنانے کا بہت اچھا قدم ہے۔ بلاشبہ وزیر اعلیٰ صاحب کا vision تعلیم اور صحت کے بارے میں قابل تعریف ہے لیکن اس پر عمل کیوں نہیں ہوتا؟ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے، ہمیں اس بات پر سر جوڑ کر سوچنا چاہئے کہ وزیر اعلیٰ صاحب شب و روز کوشاں ہیں، انہوں نے دن رات ایک کیا ہوا ہے، ان کی سوچ عظیم ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ میری تو ایک ہی گزارش ہے کہ:

سارے مسئلیاں دا اِکّو حل
نواب ٹیوب ویل، نواب ٹیوب ویل

جناب چیئرمین: رائے صاحب! مہربانی کرکے wind up کردیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! وزیراعلیٰ صاحب اور ہماری گورنمنٹ نے تین سال اُن بیوروکریٹس پر اعتماد کیا ہے جنہیں سفری سہولتیں بھی سرکاری ملتی ہیں، جن کی فیملی کو علاج کی سہولتیں بھی سرکاری ملتی ہیں، جن کے دفاتر کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ ہم پاکستان میں نہیں بلکہ کسی ترقی یافتہ ملک میں آ گئے ہیں۔ میری صرف ایک گزارش ہے کہ خدارا یہ دو سال ان لوگوں پر بھی اعتماد کرکے دیکھ لیں، اپنے پنجاب کے عوام پر بھی اعتماد کرکے دیکھ لیں، پنجاب کے عوام نے جو نمائندے منتخب کئے ہیں ان پر بھی اعتماد کرکے دیکھ لیں تو شاید چیف منسٹر صاحب کا vision پورا ہو جائے اور مسائل میں بھی کچھ کمی آ جائے۔

جناب چیئرمین: رائے صاحب! بہت شکریہ

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! میرا بہت کچھ کہنے کو دل چاہتا ہے لیکن میں آپ کی گھنٹی کی آواز بھی سن رہا ہوں اس لئے میں اپنے ضلع کی چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: تو ابھی تک آپ کیا کر رہے تھے؟

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ آپ کسی ایک حلقہ یا کسی ایک ڈسٹرکٹ کو چھوڑ دیں اور یہ پالیسی بنالیں کہ ہر یونین کونسل میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ہائی سکول ہو۔ وہ میرا حلقہ ہو، وزیر خزانہ کا ہو اور چاہے وہ حلقہ چیف منسٹر کا ہو۔ ہر صوبائی حلقے میں لڑکوں اور لڑکیوں کا ایک ڈگری کالج ہو۔ خدا کی قسم رونا آتا ہے کہ ڈسٹرکٹ ننکانہ میں مہرپور یونین کونسل ایک ایسی یونین کونسل ہے جس میں پوری یونین کونسل میں بچیوں کے دو پرائمری سکول ہیں۔ ایک طرف تو لاہور اور فیصل آباد کی یونین کونسلوں کو دیکھیں کہ ہر یونین کونسل چاہے گاؤں یا شہر کی ہے اس کی آبادی برابر ہے۔ اس بیس پچیس ہزار کی آبادی کے لئے ایک طرف تو میڈیکل کالج بھی ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹائم آدھا گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رائے محمد اسلم خان: جناب چیئرمین! ایک ایک یونین کونسل میں چار چار کالج ہیں اور ایک طرف وہ علاقے ہیں جہاں پوری یونین کونسل میں بچیوں کے دو پرائمری سکول ہیں تو ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ تعلیم بھی حاصل نہ کر سکیں۔۔۔

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! جس طرح ایجوکیشن کی بات کی ہے تو اسی طرح ایگریکلچر کے شعبہ میں بھی ہر یونین کونسل پر ایک کوآپریٹو سٹور ہو جس میں روزمرہ کی چیزیں بھی لوگوں کو صحیح ریٹ پر ملیں اور کھاد، بیج بھی کاشتکار کو وہاں سے صحیح ریٹ اور صحیح کوالٹی کا ملے۔ فیلڈ اسسٹنٹ کے دفاتر میں زرعی مشینری موجود ہو چونکہ چھوٹے کاشتکار مشینری خود نہیں خرید سکتے تو یہاں سے کرائے پر مشینری حاصل کر سکیں۔

جناب چیئرمین! ہر آدمی کو tax network میں شامل کرنے کی بات ہو رہی تھی تو taxes ضرور ادا ہونے چاہئیں، taxes کی وصولی ضرور ہونی چاہئے تبھی ہماری معیشت بہتر ہو سکے گی لیکن ٹیکس لگانے کا معیار income پر رکھیں۔ جب بات اسلحہ لائسنس کی ہو رہی تھی تو ایسے مزدور اور کسان کو آپ اسلحہ لائسنس نہیں دے رہے کہ ان کے پاس NTN نمبر نہیں ہے لیکن اس کی آمدن تو دیکھیں کہ پانچ یا چھ ہزار ہے۔

جناب چیئرمین: رائے صاحب! بہت شکریہ اور مہربانی۔ اب میں ان ارکان کا نام بولوں گا جو ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ محترمہ آصفہ فاروقی صاحبہ!

محترمہ آصفہ فاروقی: شکریہ۔ جناب چیئرمین! مجھے تو صبح سے اب تک بیٹھنا کچھ معیوب نہیں گزرا جب میں Senator بنی تھی اور پاکستان میں سے واحد عورت تھی تو میرے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے جو سب سے پہلی ہم Senators کو تقریر کی تھی اس میں کہا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ لندن میں جب House of Lords کے لوگ گزر رہے ہوتے ہیں تو Big Ben کی سوئیاں ٹھیک کی جا رہی ہوتی ہیں تو میں آپ Senators سے یہ توقع کرتا ہوں کہ تم لوگ ایوان میں جاتے ہوئے وقت کی پابندی کریں گے۔ میں صبح سب سے پہلے آتی ہوں اور آج بھی مجھے لگتا ہے کہ دروازے مجھے ہی بند کر کے جانا پڑے گا۔ چلیں، بہر حال میں آپ کی مشکور ہوں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب جنہیں دوسرے الفاظ میں،

میں پنجاب کا "مہاتیر" کہوں گی اور اپنے قابل وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے pre-budget تقریروں کو سننا شروع کیا ہے تو جب ہم بھی سینکڑوں میل سفر کر کے آتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ اپنے علاقے کی آواز ان ایوانوں میں آ کر بلند کریں۔

جناب چیئرمین! میرا تعلق ضلع جھنگ سے ہے جو کہ ایک بہت پسماندہ ضلع ہے، دہشت گردی کی لپیٹ میں آیا ہوا ضلع ہے اور جہاں مذہبی تعصب ہے تو میں چاہتی ہوں کہ وہاں پر جو ترقیاتی سکیمیں شروع ہوئی ہیں آج وہ اس ایوان میں pre-budget تقریر میں گوش گزار کر دوں اور زیادہ وقت نہ لوں۔

جناب چیئرمین! میرے علاقے میں سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں، پچھلی تقریر میں ویسے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، جھنگ سے فیصل آباد تک دورویہ موٹروے کی طرز پر سڑک بنائی جائے کیونکہ اس روڈ پر ہمارے بہت accidents ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر میں بھی عرض کیا تھا کہ جھنگ میں لڑکیوں کے لئے بے نظیر بھٹو شہید میڈیکل کالج بنایا جائے کیونکہ ہمارے علاقے میں جہالت تب دور ہو گی بقول ایوب خان صاحب کے کہ جب اس علاقے میں تعلیم عام کی جائے تو اگر وہاں پر میڈیکل کالج بنا دیا جائے تو میرے علاقے کی بچیاں اور بچے جو اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے کہ دوسرے علاقوں میں جا کر میڈیکل کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ وہ اپنے ہی علاقے میں رہ کر میڈیکل کی تعلیم سے مستفید ہو سکیں گے۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا point یہ ہے کہ ICU-Unit نہیں ہے۔ اگر کسی مریض کو جھنگ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں ICU یونٹ میں رکھنا ہو تو اسے الائیڈ میں بھیجا جاتا ہے یا لاہور بھیجا جاتا ہے یا پھر ملتان بھیجا جاتا ہے تو بعض اوقات راستے میں ہی مریض دم توڑ جاتے ہیں تو میری گزارش ہے کہ ICU-Unit بنایا جائے۔ اسی طرح میرے علاقے میں بے روزگاری ہے اس کے لئے وہاں پر کوئی ایسا بندوبست کیا جائے کیونکہ ملیں تو بند ہوئی پڑی ہیں۔ میرے علاقے کو پسماندہ سمجھتے ہوئے وہاں کے غریب ورکر کا ممبر کو زیادہ سے زیادہ ملازمتیں دی جائیں۔

جناب چیئرمین! میرے علاقے میں کوئی ایئرپورٹ نہیں ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ جھنگ میں ایئرپورٹ بنایا جائے۔ جنوبی پنجاب کے لئے تنویر اشرف کائرہ صاحب نے بجٹ کے حوالے سے اعلان فرمایا ہے کہ وہ الگ ہو گا تو جھنگ میں بھی اس بجٹ میں سے ہمیں یہ مراعات عنایت فرمائی جائیں۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب جب استنبول تشریف لے گئے تھے تو ہم نے اخباروں اور ٹی وی پر پڑھا اور سنا تھا کہ بجلی کا بحران پنجاب میں ختم ہو جائے گا۔ یہاں ترکی کے تعاون سے بجلی گھر لگائے جائیں گے، مگر کوئی بجلی گھر بھی نہ لگا۔ میں چاہتی ہوں کہ ہمیں اپنے دوست ملکوں سے مدد لینی چاہئے۔ جس طرح اب ہمارے صدر پاکستان آصف علی زرداری کو پرسوں ٹی وی پر دیکھ رہی تھی کہ امریکہ میں Bill Gates سے ملاقات کر رہے تھے تو پنجاب میں بھی بہت سے Bill Gates پڑے ہیں۔ اگر امریکہ کا Bill Gates ہماری مدد کر سکتا ہے تو پنجاب کے Bill Gates کو بھی اٹھنا چاہئے کہ ہمیں خدا نے اتنی دولت دی ہے تو کیوں نہ ہم اپنے صوبے کے لئے یہ دولت خرچ کریں اور آپ کے تعاون سے میں زرداری صاحب سے بھی یہ درخواست کروں گی کہ Bill Gates سے جو مراعات، سہولتیں یا معاشی طور پر امداد لی جائے، ہمارے پنجاب میں بھی اُسے اِسی طرح خرچ کیا جائے۔ یہاں خواتین کی بات نہ کرنا میں زیادتی سمجھوں گی۔ سندھ میں خواتین کاشتکاروں کو آدھا آدھا مربع زمین دی گئی ہے۔ پنجاب تو زرخیز علاقہ ہے، یہاں کی زمین بہت زرخیز ہے یہاں کی کاشتکار خواتین کو بھی آدھا آدھا مربع زمین دی جائے تاکہ وہ کاشت کر سکیں، نرسریاں لگا سکیں اور پھلوں کے باغات لگا سکیں۔ اس طرح اس ملک کی بھی آمدنی بڑھے گی اور اُن کے ذرائع آمدن بھی بڑھیں گے۔ یہی میری گزارشات تھیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ اب محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ کفر ٹوٹا خُدا خُدا کر کے۔ جناب سپیکر! بات شروع کرنے سے پہلے تو میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانا چاہتی ہوں کہ پیر والے دِن اجلاس شروع ہوتے ہی میں نے اپنا نام بدھ والے دِن کے لئے دیا تھا اور دیکھ لیں آج کہیں جا کر باری آئی ہے جب صرف دو چار سُننے والے لوگ رہ گئے ہیں۔ میں اپنی بات پولیس ڈیپارٹمنٹ سے شروع کروں گی کہ گزشتہ بجٹ 11-2010 میں 49۔ارب 20 کروڑ روپے پولیس کو جدید، مسلح اور منظم کرنے کے لئے رکھے گئے تھے اور پولیس کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا گیا تھا لیکن اس کے کوئی خاطر خواہ نتائج نہیں ملے۔ ہمارے صوبے بلکہ پورے ملک میں جو دہشت گردی کی لہر ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس کو منظم کرنے کا جو مطلب عام طور پر لیا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ شاید ان کو ہنگامی حالات یا دہشت گردوں سے نمٹنے کے لئے کوئی سپیشل ٹریننگ دی جاتی ہے لیکن میں یہاں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ پولیس کو محض تنخواہیں دے دینے سے حالات کبھی بھی بہتر نہیں ہوں گے، ان کو مراعات دینے سے حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ جب تک ہم

ان کا working environment بہتر نہیں کریں گے اس وقت تک خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ دو دو، تین تین دِن ڈیوٹی دیتے ہیں تو جب وہ mentally relax نہیں ہوں گے تو وہ کیسے اچھے طریقے سے ڈیوٹی دے سکتے ہیں؟ پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جو سب سے اہم ضرورت ہے وہ ان کے working environment کو بہتر کرنے کی ہے۔ پولیس سٹیشن کا یہ حال ہے کہ اگر چند اہلکار ہیں تو ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے، اسلحہ ہے تو گاڑی نہیں ہے۔ کہیں ریڈ کرنی ہو تو وہ دوسری گاڑی کا انتظار کرتے رہتے ہیں جب تک ملزم فرار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس سٹیشن کی عمارتیں اچھی ہوں، equipped ہوں اور ان کو تمام کی تمام جدید سہولیات میسر ہوں۔ پولیس اہلکاران کا جو duty schedule ہے، کم از کم ان کے duty hours آٹھ گھنٹے ہوں اور اگر shift system ہے تو اس کو بارہ گھنٹے سے زیادہ نہ کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ ان تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے پولیس کے محکمے میں اچھی تبدیلی آسکتی ہے اس کے ساتھ ساتھ Watch and Ward میں بھی بہتری کی کوشش کی جانی چاہئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ محکمہ پولیس میں سب سے اہم کرنے والا کام یہ ہے کہ وہاں کے کرپٹ اہلکاران کو فارغ کیا جائے۔ اب تو بے شمار ایسے cases بھی آ گئے ہیں کہ وہ ڈکیتیوں میں ملوث پائے گئے ہیں۔ اس محکمے سے ان کالی بھیڑوں کو نکالا جائے جو اس محکمے کے لئے بدنامی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ ایک اور تجویز جو میں دینا چاہتی ہوں اور جو میں نے ہر اجلاس میں دی ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جو community policing کا سسٹم ہے وہ ہم یہاں پر رائج کر لیں۔ اس کے لئے وسائل کی ضرورت نہیں ہے، اس پر پیسا بھی خرچ نہیں ہو گا بلکہ اس سے عوام اور پولیس میں رابطہ پیدا ہو گا۔ اس پر اخراجات نہیں آئیں گے یہ صرف ایک منصوبہ بندی ہے اگر یہ کر لی جائے تو جو عوام میں پولیس کے بارے میں بے اعتمادی ہے اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ یونین کونسل سطح پر محلہ کمیٹیاں بنائی جائیں، پولیس اور عوام کے درمیان رابطے کو بحال کیا جائے اس سے ہم دیکھتے ہیں کہ جن ممالک میں یہ سسٹم رائج ہے ان ممالک میں جرائم کی شرح کم ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ صوبہ پنجاب میں بھی اس سسٹم کو رائج کرنے سے نہ صرف جرائم کی شرح میں کمی آئے گی بلکہ جو جرائم پیشہ افراد ہیں ان کو پکڑنے میں بھی آسانی ہو گی۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ کروں گی کہ جو خواتین کے لئے فنڈز رکھے گئے تھے ان کا کچھ پتا نہیں کہ وہ خواتین کی صحت یا کن معاملات پر خرچ ہوئے؟ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ demand کروں گی کہ Women Development Fund کا قیام عمل میں لایا جائے جس طرح

بجٹ میں خواتین کے لئے رقم مختص کر دی جاتی ہے، یہ forum اس بات کو یقینی بنائے کہ جو رقم خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے مختص کی جارہی ہے اس پر ہی وہ رقم خرچ ہو اور بہت ہی transparent طریقے سے خرچ ہو۔ ایسے منصوبے بنائے جائیں جو نہ صرف خواتین کی فلاح و بہبود اور صحت کے حوالے سے ہوں بلکہ خواتین کو روزگار فراہم کرنے کے لئے بھی ہوں اور ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں مدد دے سکیں۔ اس forum میں عوامی نمائندگان کے علاوہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو شامل کیا جائے، N.G.Os کو شامل کیا جائے اس سے ہمارے پاس وسائل بھی ہوں گے اور خواتین کو بہتر کام کرنے کا موقع ملے گا۔ بنگلہ دیش کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں پر خواتین نے ready made garments میں ملک کا نام روشن کیا ہوا ہے اور اپنا ایک نام بنالیا ہے۔ اگر ہم اپنی خواتین کو روزگار فراہم کریں، اُن کے لئے ہنر گھر بنائیں، small industry کو فروغ دیں اور یونین کونسل سطح پر ہنر گھر بنا کر جن خواتین کو کام آتا ہے ان کو صرف material دے کر products بنوالیں۔۔۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ایک تو دو دِن بعد میری باری آئی ہے لہذا مجھے اپنے پورے points بول لینے دیں۔ تمام مرد حضرات نے بھی یہی کیا ہے کہ انہوں نے کافی دیر بات کی ہے۔ میں بہت valid بات کر رہی ہوں کوئی تقریر نہیں کر رہی۔

جناب چیئرمین: جی۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! خواتین کو آپ قرضہ مت دیں، پیسہ مت دیں، ان کو material دے دیں تاکہ وہ products بنائیں اور پھر آپ ان products کو sale کریں۔ اس سے خواتین مالی امداد کی محتاج نہیں ہوں گی بلکہ اس سے وہ خود روزگار پیدا کریں گی اور اس سے ہمارے زرِ مبادلہ میں بھی اضافہ ہوگا۔

جناب چیئرمین: جی، wind up کریں، ہمارے دوسرے ممبران بھی بیٹھے ہیں، وقت کم ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں سپیشل بچوں کے حوالے سے یہاں بات کرنا چاہوں گی کہ تمام ایم پی ایز کو پابند کیا جائے اور ہر صوبائی حلقہ میں ایک سکول ایسا ہونا چاہئے جو سپیشل بچوں کے لئے ہو۔ آخر میں صرف ٹرانسپورٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گی اور خصوصاً لاہور کی ٹرانسپورٹ کے

حوالے سے ایک تجویز دینا چاہوں گی کہ جو گاڑیوں کے Fitness Certificates دیئے جاتے ہیں وہ یہاں موجود ہر ممبر کو پتا ہے کہ گاڑی ہو یا نہ ہو مگر Fitness Certificate چند روپے دے کر مل جاتا ہے۔ اگر حکومت یہ کر لے کہ Fitness Certificate وہی کمپنیاں دیں جن کو routes پر بسیں لانے کی اجازت ہے جو ٹرانسپورٹ کمپنیاں بن رہی ہیں وہی Fitness Certificate بھی دیں۔ میں پرائیویٹ سکولوں کے حوالے سے بات کروں گی کہ یہاں فیسوں کا کافی کہا گیا لیکن پرائیویٹ سکول محض فیس ہی نہیں بٹور رہے ہیں بلکہ ہمارے بچوں کی، آنے والی نسلوں کی جسمانی نشوونما میں بھی رکاوٹ بن رہے ہیں۔ ڈیڑھ مرلے کے گھر میں سکول بنا ہوا ہے جہاں انہوں نے چھوٹے چھوٹے کمروں میں تیس تیس، چالیس چالیس بچے بٹھائے ہوئے ہیں بلکہ میں تو یہی کہوں گی کہ بند کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حکومت کوئی ایسا اقدام کرے کہ کم از کم بچوں کو کھیلنے کے لئے play grounds ملیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، بہت مہربانی۔ محترمہ طیبہ ضمیر صاحبہ!

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب سپیکر! Pre budget discussion کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے یہ انتہائی احسن اقدام ہے لیکن ضرورت عمل کی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا پانچ منٹ کا وقت شروع ہو چکا ہے اس لئے slow motion میں بات نہ کریں۔

محترمہ طیبہ ضمیر: اسمبلی کے floor سے یوں محسوس ہوتا ہے جس طریقے سے ریسرچ کا انداز شروع ہو گیا ہے لیکن میں جان کی امان پاؤں تو یہ ضرور کہوں گی کہ including me یہاں پر جو ہمارا subject ہے، ہمارا object ہے ہم اس کا احاطہ کرنے کی بجائے اِدھر اُدھر کی ہانک کر formalities پوری کرتے ہیں۔ اس وقت انتہائی ضرورت ہے کہ ہم سب اور پورا ملک بہت سنجیدگی کے ساتھ اپنی thoughts کو لے کر آگے بڑھے اور قائد اعظم محمد علی جناح کے سنہری اصول تنظیم، اتحاد، ایمان، یقین محکم پر عمل پیرا ہوں۔ آج یہاں سے آوازیں اٹھائی گئیں کہ بجلی بند ہے، گیس ناپید ہے اور جینا محال ہے لیکن میں ان سے سوال کرتی ہوں کہ 2003 سے لے کر آج تک کیا یہ سلسلہ نہیں تھا؟ اگر اس وقت ڈیم بنا دیئے جاتے، آبپاشی کے نظام کو مؤثر کر دیا جاتا، اگر اس وقت گیس کے نئے ذخائر دریافت کئے جاتے اور جو موجود ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تو اس وقت یہ آوازیں بند ہو چکی ہوتیں۔ سیلاب سے جو تباہ کاریاں آئی ہیں میں اس سلسلے میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو بے حد credit دیتی ہوں جنہوں نے پانیوں میں کھڑے ہو کر دن دیکھا نہ رات اور وہ وہاں پر پہنچے جہاں کوئی نہیں پہنچا تھا لیکن ان کے لئے خوراک

اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان اور دردلے کر پہنچے۔ مظفر گڑھ کے علاقے میں تو بچوں نے کہا کہ "یہ وزیراعلیٰ ہے کہ پانیوں کا راکھا ہے"۔ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم بڑے ہو کر شہباز شریف کی طرح کا انسان بننا چاہتے ہیں، وہ کیوں؟ وہ وزیراعلیٰ کا اپنا جذبہ خدمت اور جذبہ ہمدردی تھا۔ اگر میں اس وقت بات کرنے بیٹھوں تو بہت دور تک پہنچ جائے گی جس کے لئے کئی کتابوں اور کئی صفحات کی ضرورت ہے۔ بجٹ کی تیاری میں دو portions ہیں ایک تو suggestion کا ہے اور دوسرا جو ہے وہ اپنے حلقے کی نشاندہی کرنا ہے۔ ٹائم کم ہے میں اسی پر زور دیتی ہوں کہ ہم عوامی نمائندے دیانت داری سے، فرض شناسی سے اپنے کام کو سرانجام دیں اور ہم دیکھیں کہ ترقی کیسے کر سکتے ہیں، ترقی ایسے نہیں ہو سکتی، ترقی اسی وقت ہو سکتی ہے، پاکستان خوشحال اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ہمارا یہ نظام اچھی طرح سے کام کرے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ بہت مہربانی۔

محترمہ طیبہ ضمیر: جناب والا! میں سرگودھا کے حوالے سے بات کروں گی کہ اس وقت سرگودھا ہائیکورٹ بنچ کی اشد ضرورت ہے، عیسیٰ خیل سے لاہور پہنچتے ہوئے ساڑھے نو گھنٹے لگتے ہیں۔ سرگودھا سب سے پرانا ڈسٹرکٹ ہے اور اس اعتبار سے وزیراعلیٰ نے بھی ڈسٹرکٹ بار سرگودھا کو یقین دہانی کرائی تھی کہ بنچ کا قیام ناگزیر ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ، بہت مہربانی۔

محترمہ طیبہ ضمیر: اس کے علاوہ پانی، سرگودھا کا جو mega project ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: سید جمیل شاہ صاحب!

جناب محمد جمیل شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں pre budget پر جو باتیں ہو رہی ہیں تھوڑا اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کیونکہ وقت تھوڑا ہے۔ صرف ترقیاتی کاموں کا ہی تذکرہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت عوام کا سب سے بڑا factor مہنگائی ہے۔ پرانے زمانے میں جب ہم پڑھا کرتے تھے تو بجٹ کے دن لوگ یہ توقع رکھتے تھے کہ کچھ چیزوں کی قیمتیں کم ہوں گی اور کچھ کی بڑھیں گی کیونکہ ٹیکس لگنے ہیں۔ اب تو ہر دن، ہر ہفتہ ہر مہینہ ٹیکس بڑھ رہے ہیں یہ کیا ہو رہا ہے کہ prices control نہیں ہو رہیں۔ مہنگائی اس وقت سب سے بڑا چیلنج ہے جو عوام کے سامنے ہے اور یہاں پر reconciliation کی بات بھی ہوئی، اتفاق کے ساتھ بھی اگر ہم ان مسائل پر قابو نہ پا سکے تو میرے خیال میں آئندہ آنے والے وقت

میں ہم عوامی نمائندوں پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے گا لہذا ہمیں اس مسئلے پر ضرور غور کرنا چاہئے اور اس میں جو انتظامی رکاوٹیں ہیں جس سے ہم انتظامی طور پر مہنگائی کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ steps ضرور اٹھانے چاہئیں جو کہ آج تک ان تین سالوں میں نہیں اٹھائے گئے۔ ہم نے الیکشن میں بھی اسی مہنگائی کا واویلا کیا، بدامنی کا کیا، بے روزگاری کا کیا لیکن تین سالوں میں ہم آج تک کوئی بہتر solution نہیں دے سکے۔ میری یہ submission ہے وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف فرما ہیں کہ اس دفعہ بجٹ میں یہ کوئی ایسا solution دیں کہ قیمتوں پر کنٹرول کیا جائے۔ اس کے علاوہ ترقیاتی کاموں کے متعلق عرض کروں گا، دانش سکول کے میں خلاف نہیں ہوں لیکن یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ کیا جو موجودہ تعلیمی نظام ہے کیا وہ اپنے تقاضے پورے کر رہا ہے، کیا وہ صحیح طریقے سے چل رہا ہے؟ میں اپنے حلقے کی مثال دوں گا بلکہ اپنے ضلع کی مثال دوں گا کہ وہاں سکولوں میں سٹاف نہیں ہے، کل بھی یہاں House میں بات ہوئی تھی کہ بعض سکولوں میں Science Staff نہیں ہے۔ یہاں محکمہ خزانہ میں ہماری SNE آئی ہوئی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے ہی نہیں ہیں۔ جب اگلے سکول ہم سے چل ہی نہیں رہے اور اب ہم ایک نیا سسٹم دے رہے ہیں، یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔ اسی طرح BHUs کے متعلق عرض کروں گا کہ وہاں پر بھی سٹاف نہیں ہے، عمارتیں نہیں ہیں اور ہم کہہ رہے ہیں کہ موبائل ہسپتال آنے چاہئیں۔ پانچ سات سال بعد موبائل ہسپتال ختم ہو جائیں گے اور پھر یہ بھی ایک سوالیہ نشان ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم ان ہسپتالوں کو روکیں اور جو ایک سسٹم چل رہا ہے اس کی اصلاح کریں۔ ایک BHU کم از کم دو کروڑ روپے کا ہے اور ابھی ہمارا علاقہ دیہاتی ہے۔ ہو یہ رہا ہے، ساتھ ہی عطائی ڈاکٹر بیٹھا ہے لوگ اس کے پاس چلے جائیں گے، BHU میں نہیں جائیں گے کیونکہ BHU میں ڈاکٹر نہیں ہو گا، ڈاکٹر ہو گا تو دوائی نہیں ہو گی اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ جو سسٹم پہلے سے موجود ہے اسے بہتر کیا جائے جو BHUs اور سکول ہیں ان کو ہم پہلے بہتر طریقے سے چلا لیں تو یہی بڑی بات ہے۔ سال 2008-09 میں جو سکول upgradation کے لئے دیئے تھے، 12 سے 15 ماہ اس کی تکمیل کا وقت تھا دو سال ہو گئے ہیں اور میرے خیال میں اس تعلیمی سال میں بھی اس کی SNE منظور ہو گی نہ ہی وہ چالو ہو سکیں گے۔ یہ بھی good governance کے لئے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟ میں یہاں good governance کے حوالے سے بھی وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنے مخصوص دائرے سے نکلیں، ہم بھی عوام کی پیداوار ہیں، یہ اسمبلی بھی عوام کی پیداوار ہے، وہ بھی اس اسمبلی کا حصہ ہیں اور حکومت بھی اس اسمبلی کا حصہ ہے اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اسمبلی کو بھی

empowerکریں اور ان لوگوں کی رائے بھی سنیں۔ میں کل یہاں ایک سوال کے لئے کھڑا ہوا تھا سپیکر صاحب نے مجھے ٹائم نہیں دیا۔ ایک سوال اپریل 2008 میں کسی دوست نے دیا، 2009 میں اس کا جواب آیا، 2011 میں وہ اس House میں پیش ہوا جس پر معزز ممبر نے کہا کہ یہ سوال outdated ہے یہ تو اس وقت کا تھا جس وقت میں نے پوچھا تھا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس سارے سسٹم کو ہم تھوڑا سا بہتر کریں۔ تنقید اور تعریف سے نکل کر تعمیر کی طرف جانا چاہئے۔ یہاں سارا دن ہم دوست یا تنقید کرتے ہیں یا تعریفیں کرتے ہیں۔ تعریف کی تو اس میں کوئی بات ہے ہی نہیں، میں نے خود خوشی سے الیکشن لڑا ہے، مجھے لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں۔ میں تو ان کا ممنون ہوں کہ اب میں ان کو کوئی چیز دوں، میری تعریف کی کیا ضرورت ہے؟ میری تعریف کرنے کی عوام کو ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوست کو ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

جناب محمد جمیل شاہ: جناب والا! میں تھوڑی سی مزید گزارش کروں گا۔ شیخ علاؤالدین صاحب نے گاڑی کا ذکر کیا تھا، میں کہتا ہوں کہ گاڑی کے ساتھ ڈرائیور کی post بھی ختم کریں کیونکہ ڈرائیور بھی ایک مافیا بن چکا ہے۔ اب جتنا جلدی آپ کہہ رہے ہیں تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ میرے حلقہ میں کوئی RHC نہیں ہے، وزیراعلیٰ صاحب نے اس کی منظوری بھی دی ہے لیکن محکمہ خزانہ نے اس کو روک دیا ہے اور کہا ہے کہ پیسے نہیں ہیں اس لئے میری پھر گزارش ہوگی کہ RHC at Chowk Jamal حلقہ پی پی۔218 کو منظور کیا جائے۔ اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ میرے حلقہ میں کوئی ہائر سیکنڈری سکول بھی نہیں ہے، کوئی کالج بھی نہیں ہے اس لئے میری ایک یہ بھی submission ہے کہ دو سکول ایک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول پیروال جو کہ feasible بھی ہے اور اس کی تعداد بھی پوری ہے اور اس کا رقبہ بھی ہے، اسے ہائر سیکنڈری سکول کا درجہ دیا جائے اور ایک گورنمنٹ بوائز ہائی سکول بجیاں والا 67/15 ہے اسے بھی upgrade کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

جناب محمد جمیل شاہ: آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ خواتین ہماری معزز ممبران ہیں ان کو funds دیئے جائیں۔ تین سال میں ہم انہیں funds نہیں دے سکے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ محترمہ شگفتہ شیخ صاحبہ!

**محترمہ شگفتہ شیخ:** شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے pre budget پر خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ ضلع قصور کا شمار پنجاب کے پسماندہ اضلاع میں ہوتا ہے جس کی آبادی تقریباً 32 لاکھ سے زیادہ ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب نے اپنی ذاتی توجہ سے لاہور سے گنڈا سنگھ والا تک عالمی معیار کی سڑک تعمیر کروا کر ضلع قصور کے عوام کا دیرینہ مسئلہ حل کر دیا ہے جس پر ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ سڑک کی تعمیر سے لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی میسر آئیں گے۔

**جناب چیئرمین:** ایوان کا وقت آدھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

**محترمہ شگفتہ شیخ:** جناب سپیکر! میں گزشتہ تین سال سے ہر بجٹ کے موقع پر چند مسائل کی طرف توجہ دلاتی آ رہی ہوں تاکہ ان مسائل کو صوبائی بجٹ میں شامل کر کے قصور کے عوام کو ان سے نجات دلائی جا سکے۔ ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال قصور کا واحد ہسپتال ہے بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر اسے upgrade کیا جائے، چونکہ روز بروز حادثات کی شرح میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اس لئے وہاں ٹراما سنٹر قائم کیا جائے۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کمی پوری کی جائے اس وقت قصور میں صرف 23 ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جو کہ ناکافی ہیں۔کارڈیالوجی وارڈ کی تعمیر نو جاری ہے بلکہ مکمل ہونے کو ہے میری استدعا ہے کہ اس کے فنڈز جلد از جلد جاری کئے جائیں اور کارڈیالوجی وارڈ کے لئے مطلوبہ تمام سہولیات کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جائے۔

جناب سپیکر! میں نے گزشتہ pre budget تقریر میں اور دوران اجلاس سوالات کے ذریعے عظیم صوفی شاعر حضرت بابا بلھے شاہ کے مزار کی شایان شان تعمیر کی طرف توجہ دلائی مگر ابھی تک عظیم صوفی شاعر کے مزار کی تعمیر پر ہونے والی دھاندلیوں پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مزار کی حدود میں بننے والا فرش چند ہی سالوں میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا ہے اس کے علاوہ زائرین کے لئے مزار کی حدود میں انتظار گاہ بنانے، مسجد کو ائر کنڈیشنڈ کرنے اور مزار کی تزئین و آرائش کے لئے خصوصی فنڈز مختص کئے جائیں۔ خواتین ممبران اسمبلی سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اگر انہیں ترقیاتی فنڈز کے حوالے سے کچھ دیا بھی جاتا ہے تو وہ دفتری چکروں کی وجہ سے بروقت استعمال نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ٹھیکیدار بدقسمتی سے ٹھیکہ لے کر کام کر دے تو اسے بلوں کی ادائیگی کے لئے سیکرٹریٹ اور لوکل گورنمنٹ کے افسران کے دفتروں کے طواف کرنے پڑتے ہیں۔خواتین ممبران اسمبلی کو دیگر ممبران کی طرح فنڈز دے کر احساس محرومی ختم کی جائے اور دفتری نظام شفاف کیا جائے۔

جناب سپیکر! اداروں کا کام عوام کی مشکلات ختم کرنا ہوتا ہے لیکن میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلاتی ہوں کہ میں نے بذریعہ لیٹر سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو کو لکھا تھا کہ سب رجسٹرار کی post پر مستقل تقرر کیا جائے کیونکہ میرے ضلع قصور میں سب رجسٹرار کا کام ڈپٹی ڈسٹرکٹ ریونیو افسر کرتا ہے جو کہ اپنی عدالتی اور انتظامی مصروفیات سے فارغ ہو کر سب رجسٹرار کا کام کرتا ہے حالانکہ وہاں لاکھوں روپے کے لین دین کا مسئلہ ہوتا ہے اور لوگوں کو سارا دن سب رجسٹرار کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس علیحدہ post کے لئے فنڈز رکھنے ہیں تو میری تجویز ہے کہ اس کے لئے بھی رقم مختص کی جائے، میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور میں نے اپنی چند گزارشات پیش کیں۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ۔ جناب جوئیل عامر سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے pre budget session پر کچھ تجاویز دینے کے لئے مجھے وقت دیا۔

سید حسن مرتضیٰ: یہ ان کا فرض ہے۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: اچھا، میں آپ کی توجہ چاہوں گا کہ 2007 میں جب پچھلی حکومت کا آخری مالی سال تھا تو اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے 30 کروڑ روپے کے لگ بھگ کی رقم مختص کی گئی تھی۔ جب ہماری حکومت بنی اور وزیر خزانہ صاحب نے اپنی پہلی بجٹ تقریر ہاؤس میں پیش کی تو بد قسمتی سے اس میں اقلیتوں کا ذکر ہی نہیں تھا جبکہ ہم یہ توقع کر رہے تھے کہ چونکہ پچھلی حکومت میں 30 کروڑ کی رقم تھی تو شاید اس دفعہ اسے کچھ بڑھایا جائے گا۔ تقریر میں تو ذکر نہیں تھا لیکن جب ہم نے floor پر اپنی گزارشات پیش کیں تو وزیر خزانہ صاحب نے اپنی winding up speech میں وہ رقم 30 کروڑ روپے تو نہ رکھی لیکن اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے دس کروڑ کی رقم رکھی گئی۔ ایک common sense کی بات ہے کہ یہ رقم مناسب نہیں تھی لیکن جب انہوں نے اس ہاؤس میں اپنی دوسری بجٹ تقریر بیان فرمائی تو ہمارے ذہن میں یہی بات تھی کہ شاید اس 30 کروڑ روپے کا تصور ابھی تک انہیں یاد ہو یا انہیں ہماری گزارشات یاد ہوں لیکن بد قسمتی سے اس بجٹ تقریر میں بھی 20 کروڑ روپے کا ذکر کیا گیا اور اسے بھی آج کے دن تک اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکا۔ یہ گزارش کرنے کا مقصد تنقید نہیں لیکن اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مناسب رقم مختص کر دی جائے جس کی روایت اور مثال پہلے سے موجود ہے۔ اس وقت اس ملک میں حالات و واقعات نے اقلیتوں میں جو احساس کمتری کا احساس پیدا کیا ہے ہم اسے کم کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے عملاً کام کرنے کی ضرورت

ہے۔ میں آپ کی اور اس ایوان کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ ابھی بجٹ ابتدائی تیاریوں میں ہے اور وہ تجاویز لے رہے ہیں لہذا میری یہ گزارش ہے کہ اس رقم کو 30 کروڑ روپے سے بڑھا کر کم از کم چالیس، پینتالیس کروڑ روپے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے ضرور رکھے جائیں تاکہ اقلیتوں کی ڈویلپمنٹ کے کام بہترین انداز میں کئے جا سکیں۔

جناب سپیکر! کل خواتین نے پنجاب ڈویلپمنٹ پروگرام کے فنڈز کے لئے احتجاج کیا، بدقسمتی یہ ہے کہ جب خواتین کے بارے میں کوئی پالیسی بنائی جاتی ہے تو اس میں اقلیتوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے۔ میں یہ بات بالکل نہیں کہنا چاہتا کہ ہم خواتین کو فنڈز دینے کے خلاف ہیں لیکن اقلیتوں کے لئے ایسا کوئی بھی criteria نہ مختص کیا جائے چونکہ ہم یہاں پر ایک کمیونٹی کو represent کرتے ہیں اور مجھے جب بھی اس floor پر اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع ملا تو میں نے کہا کہ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بھی مخصوص سیٹوں والا سلوک کیا جائے تو خدارا اس سسٹم کو ختم کر دیں اور ہمارے الیکشن کا جو پہلے طریق کار تھا جس میں ہم direct اپنے ووٹوں سے منتخب ہو کر آتے تھے ہمیں وہ طریقہ دے دیا جائے تاکہ ہم جب اپنی کمیونٹی کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں تو ہمیں ہر دفعہ جو embarrassment ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔ تاریخ دیکھیں کہ جب پاکستان بنایا گیا تھا تو مسلم لیگ نے right of vote کی لڑائی کی تھی، میں آج بھی بطور ممبر صوبائی اسمبلی وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسی مشکلات ختم کرنے کے لئے اقلیتوں کا رائے حق دہی واپس کیا جائے تاکہ ہم اپنے ووٹ سے منتخب ہو کر اس ایوان میں آئیں۔

جناب چیئرمین: ذرا بجٹ تجاویز پر رہیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ ہمیں یہ بات کرتے ہوئے تقریباً تین سال ہو گئے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ زکوٰۃ based ہیں اور زکوٰۃ اقلیتوں پر لاگو نہیں ہوتی اس وجہ سے اقلیتی طالبعلم VTI میں داخلے نہیں لے سکتے۔ بارہا ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے لئے ذکر کیا گیا اور جناب وزیراعلیٰ صاحب نے خصوصی مہربانی کر کے کمیٹی بنائی لیکن اس کمیٹی کی صرف ایک میٹنگ ہوئی کہ کوئی ایسا طریق کار adopt کیا جائے کہ ان اداروں میں اقلیتوں کے داخلے کا کوئی مناسب بندوبست کیا جائے۔ میرے خیال میں شاید آئندہ ایسی نوبت نہ آئے کہ اس کمیٹی کی میٹنگ ہو لیکن میں صرف یہ گزارش کرنا

چاہوں گا کہ اس بجٹ میں ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹس میں اقلیتی طالب علموں کے لئے کم از کم بیت المال سے ضرور کوئی fund رکھا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر کروڑوں روپے لگا کر اخلاقیات کی کتابوں کی اشاعت کی گئی ہے۔ اخلاقیات کا مضمون غیر مسلم طالب علموں کے لئے رکھا گیا ہے۔ یہ ساری کتابیں انگریزی میں چھاپی گئی ہیں۔ دوسرا جو تعلیمات Christianity کے حوالے سے ہم اپنے بچوں کو دینا چاہتے ہیں ان تعلیمات کا ان کتابوں میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! چونکہ تعلیم کی مد میں بہت زیادہ پیسے رکھے جا رہے ہیں تو آئندہ ہسٹری کے حوالے سے جو بھی سلیبس رکھا جائے تو اس میں ہماری مسیحی leadership کا ذکر ضرور کیا جائے کہ جنہوں نے قیام پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ جب پنجاب کی partition ہو رہی تھی تو اُس وقت کے مسیحی M.L.A صاحبان نے جو کردار ادا کیا تھا اسے تاریخ کی کتابوں میں ضرور شامل کیا جائے تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہو سکے کہ پاکستان کو بنانے میں مسیحیوں کا بھی کردار ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے یہاں پر بہت زیادہ گفتگو کی گئی۔ دانش سکولوں کے حوالے سے یہاں پر دو طرح کی آراء آئی ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ معیار تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے وہ تمام مسیحی تعلیمی ادارے جو کہ nationalize کئے گئے تھے سابقہ مالکان کو واپس کئے جائیں۔ میں خصوصی طور پر رنگ محل سکول لاہور کا ذکر کروں گا کہ اس بارے میں سپریم کورٹ نے ایک واضح حکم جاری کر دیا ہے کہ یہ چرچ کی property ہے لہذا اسے چرچ کو واپس کیا جائے۔ ایسے تمام مسیحی ادارے اور مرے کالج سیالکوٹ بھی سابقہ مالکان کو واپس کئے جائیں تاکہ تعلیم کا نظام اور معیار بہتر ہو سکے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: جی، مہربانی۔ جناب اویس اسلم مڈہانہ صاحب!

چودھری محمد اویس اسلم مڈہانہ: جناب سپیکر! یہ مملکت خداداد پاکستان ہم نے بہت سی قربانیوں اور کئی عصمتوں کے تقدس کی پامالی کے بعد حاصل کی ہے۔ جب کسی ایک مطلق العنان انسان، جب کسی ایک absoluteness دماغ کے حامل فرد کو صوبے کی command سونپ دی جاتی ہے اور اتنا زیادہ budget اس ایک ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے تو دکھ ہوتا ہے۔ ہم سے تجاویز تو ہر مرتبہ لے لی جاتی ہیں مگر پچھلی دفعہ ہماری ان تجاویز پر جس قدر عمل ہوا وہ مقام افسوس ہے۔

جناب چیئرمین! partition کے وقت جو المناک سانحات پیش آئے وہ شاید تاریخ میں کسی اور جگہ نہیں مل سکیں گے۔ میرے ساتھیوں نے نہایت اچھی تجاویز دی ہیں۔ ان کی opinions ان کی

اپنے تجربات سے ماخوذ تھے۔ان کی اپنی اپنی constituencies کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔میری وزیر خزانہ اور محکمہ خزانہ کے گیلری میں بیٹھے ہوئے افسران سے گزارش ہے کہ ہماری یہ باتیں صدا بصحرا ثابت نہ ہوں بلکہ ان پر عملدرآمد بھی کرایا جائے۔

جناب چیئرمین! مجھے آج قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو شہید یاد آتے ہیں کہ جنہوں نے 1973 کا آئین دیا اور پھر روٹی، کپڑا اور مکان کو implement کر کے دکھایا۔مجھے تاریخ سے اس طرح کی جیسی کوئی مثال لادیں۔آج بھی جب ہم بھٹو کالونیوں کے دورے پر جاتے ہیں تو وہ لوگ، وہ بیبیاں آنچل اٹھا کر ہماری راہ دیکھتی ہیں اور ہمیں دعائیں دیتی ہیں۔میں یہ عرض کروں گا کہ نئے بجٹ میں کوئی ایسی سکیم نہ لائی جائے کہ جو غریب لوگوں کا استحصال کرنے کی ایک سازش ثابت ہو۔خدارا ایسی سکیم نہ لائی جائے جو کہ اپنے لوگوں کو financially benefit پہنچانے کا ایک لبادہ اوڑھ ہو۔فوڈ سپورٹ پروگرام جیسی کوئی سکیم دوبارہ متعارف نہ کرائی جائے اگر کوئی ایسی سکیم لانا ضروری ہو تو اس کی implement کے لئے ایسے پیمانے بنائے جائیں اور ایسے لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ جن کے کردار بے داغ ہوں۔میرے کئی ساتھیوں کو میری باتیں ناگوار گزریں گی لیکن میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

جناب چیئرمین! دانش سکول سسٹم کا ذکر خیر چھڑا، حکومت کو حق پہنچتا ہے کہ عوام کو facilities مہیا کرے، بڑے بڑے منصوبے بنائے جائیں اور پھر صحیح طریقے سے ان پر implement ہو لیکن جو عمارتیں بن چکی ہیں، جو سکول ہمارے حلقوں میں بن چکے ہیں، جو ہسپتال تکمیل کے مراحل سے گزر چکے ہیں کیا ان کی تباہی و بربادی ہونے دی جائے؟ میرے حلقے طالباں والا اور نصیر پور کلاں میں واقع B.H.Us عملہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے مال مویشیوں کی گزرگاہ بنے ہوئے ہیں۔کیا کروڑوں روپے میں بننے والی ان عمارتوں کو کھنڈر بنانے کا حق موجودہ وزیراعلیٰ پنجاب کو دیا گیا ہے جو کہ ہر وقت یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ ہم نے عوام کی قسمت سنوارنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے؟ مجھے 35ہزار لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں اور میں نے اپنا ووٹ اپنے پارٹی قائدین کے کہنے پر محترم وزیراعلیٰ کو دیا۔ان ہسپتالوں کی statements of new expenditure (S.N.E) بن چکی ہیں لیکن محکمہ فنانس کے پاس funds نہیں ہیں۔جب ہم ارباب بست وکشاد سے اس حوالے سے ملتے ہیں تو ہنس کر بات کو ٹال دیتے ہیں لیکن ٹیلیفون پر دوسری سکیموں کے بارے میں اپنے محکمہ کے متعلقہ حکام کو orders دے رہے

ہوتے ہیں کہ میرے حلقے میں فلاں فلاں کام کر دیں۔اوہ بھائی صاحب!اساں تے تہاڈے ایس پنجاب دے باسی آں۔ہم نے بھی آپ کو ووٹ دیا ہے اس لئے ہمارے ان جائز مطالبات پر implement کرایا جائے۔ہماری speeches کو لفاظی کا حصہ مت بنایا جائے صرف کاغذ رنگین مت کئے جائیں۔ان ہسپتالوں اور میرے چار دوسرے سکولوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔ان میں عملے کی تعیناتی کے حوالے سے اسامیوں کی منظوری دی جائے اور آنے والے بجٹ میں لازمی طور پر funds مختص کئے جائیں۔آخر میں ایک شعر کے ساتھ اپنی تقریر کا اختتام کروں گا کہ:

غریب شہر کے تَن پر لباس باقی نہیں
امیر شہر کے ارماں ابھی کہاں نکلے

جناب چیئرمین: مڈہانہ صاحب!بہت شکریہ۔رانا آصف محمود!

رانا آصف محمود: جناب چیئرمین!میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے pre-budget اجلاس میں اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔میں بہت مختصراً سیالکوٹ سے متعلق کچھ گزارشات پیش کرنا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین!تعلیم کا شعبہ نہایت ہی اہم ہے اور کسی بھی ملک یا معاشرے میں یہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے حالیہ دنوں میں سیالکوٹ میں ایک میڈیکل کالج کا افتتاح کیا اور اس کی کلاسوں کا آغاز کرایا ہے۔سیالکوٹ فیض احمد فیض اور علامہ محمد اقبال کا شہر ہے وہاں ایک یونیورسٹی کی اشد ضرورت ہے۔میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ وہاں پر موجود تاریخی مرے کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے۔اس کے سابقہ مالکان Church of Scotland اس کالج کو واپس لے کر ایک یونیورسٹی بنانا چاہتے ہیں اگر اس کے سابقہ مالکان کو یہ کالج واپس کیا جائے تو یہ سیالکوٹ پر ایک بہت نیکی ہو گی۔اس کی مثال لاہور میں ایف سی کالج ہے جو کہ Presbyterian Church (USA) کو واپس کیا گیا اور اسے ایک چارٹرڈ یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا ہے۔وہ نہایت اعلیٰ طریقے سے پنجاب کے بالخصوص لاہور کے طالبعلموں کو ایک اچھی تعلیم سے نواز رہا ہے۔

جناب چیئرمین!میں سیالکوٹ کے ایک اور اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ سیالکوٹ میں آلات جراحی اور کھیلوں کے سامان کی انڈسٹری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن آہستہ آہستہ وہاں پر اس کی skilled labour کا ملنا مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے اور چند سالوں کے بعد وہاں پر

آلات جراحی کے کاریگر ملنا مشکل ہو جائیں گے۔ میں وزارت تعلیم سے آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سیالکوٹ میں خصوصی ووکیشنل انسٹیٹیوٹ قائم کئے جائیں جو کہ وہاں کے نوجوانوں کو آئندہ آنے والے سالوں میں وہاں کی انڈسٹری کے لئے تعلیم دے کر کارآمد بنا سکیں۔ اب سے پہلے یہ ہوتا رہا ہے کہ چھوٹے بچے ان کارخانوں میں کام کرتے تھے اور وہ آہستہ آہستہ استادوں سے کام سیکھتے سیکھتے کاریگر بن جاتے تھے لیکن موجودہ عالمی خریداروں نے پابندی عائد کی کہ جہاں پر چائلڈ لیبر استعمال ہوتی ہے وہ وہاں سے مال نہیں خریدیں گے جس کی وجہ سے اب وہاں کاریگروں کی کمی پیدا ہو گئی ہے۔

جناب چیئرمین! جو فنڈ اقلیتوں کے لئے دیا جاتا ہے تو پچھلے سال اس ایوان میں موجود اقلیتی ممبران کو جو فنڈز دیئے گئے وہ زیادہ تر عبادت گاہوں اور اس قسم کے اقلیتی اداروں کی مرمت اور تعمیر کے لئے استعمال کئے گئے لیکن بدقسمتی سے ان فنڈز کے خرچ کے لئے ٹینڈرز شائع ہوئے، کام دے دیئے گئے، جب ٹھیکیداروں نے تھوڑا بہت کام کر لیا تو آج تک ان کی ادائیگیاں نہیں ہوئیں۔ اگر ہم محکمہ خزانہ میں جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ڈی سی او کو دے دیئے گئے ہیں، ڈی سی او کہتا ہے کہ ہم نے فنڈز release کر دیئے ہیں۔ اس میں سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ وہ عبادت گاہیں ہیں جن میں سے کسی کی مرمت کے لئے چھت اتاری گئی، کسی کی دیوار گرائی گئی اور وہ اسی حال میں پڑی ہیں۔ یہ حکومت کے لئے بہت بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ چیئرمین پی اینڈ ڈی بھی افسران کی لابی میں تشریف فرما ہیں تو اس مسئلہ کا حل نکالا جائے اور آئندہ جو اس سال اقلیتی فنڈ دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لئے پہلے سے ہی ایسا انتظام کیا جائے کہ اس میں اس قسم کی قباحتیں پیش نہ آئیں۔

جناب چیئرمین! اقلیتوں کے لئے حکومت نے 5 فیصد نوکریوں کا کوٹا دیا لیکن اس سے پہلی حکومتوں میں پروفیشنل اداروں میں اقلیتوں کے لئے 5 فیصد نشستیں مخصوص ہوا کرتی تھیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ یہ نشستیں دوبارہ بحال کی جائیں۔ میں آخر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 2008-09 میں اقلیتی طلباء وطالبات کو خصوصی تعلیمی وظائف دیئے گئے تھے اور یہ بتایا گیا تھا کہ اگلے آنے والے سال میں بھی یہ وظائف ڈبل کر کے دیئے جائیں گے لیکن بدقسمتی سے وہ نہیں دیئے گئے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس سال جو وظائف دیئے جاتے تھے وہ بحال کئے جائیں۔ بہت شکریہ

**جناب چیئرمین:** رانا صاحب! بہت شکریہ۔ محترمہ راحت اجمل صاحبہ!

**محترمہ راحت اجمل:** شکریہ۔ بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے۔

جناب چیئرمین! میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے آج تک جو کام کیا ہے وہ قابل تحسین ہے کہ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ کاش میرے قائد کو کچھ اور terms مل جائیں، کچھ اور وقت مل جائے اور اگلا دور بھی انہی کا ہو پھر دیکھئے کہ پنجاب کی قسمت کا فیصلہ کس طرح ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو، اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ میرے قائد کو موقع ملنے کی دیر ہے کیونکہ آج تک انھوں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ ان سے جو کچھ بن سکتا تھا انھوں نے اپنے محدود وسائل میں رہتے ہوئے کیا ہے یہ بہت بڑی بات ہے۔

جناب چیئرمین! میرا تعلق کوٹ رادھا کشن ضلع قصور سے ہے۔ میرے شہر کو تحصیل بنے عرصہ چار سال ہو گئے ہیں لیکن آج تک اس کو دو دفاتر نہیں ملے۔ میری گزارش ہے کہ یہاں پر فوری طور پر اس بجٹ میں ان دو دفاتر TMA office اور عدالتوں کا قیام ہونا چاہئے۔ میرا شہر ایک لاکھ سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو model city کا درجہ دے دیا جائے۔ میرے شہر میں ایک ڈگری کالج ہے اور تین چار سو دیہاتوں سے ملحق میرا علاقہ ہے جہاں دور دراز سے بچیاں پڑھنے کے لئے اس کالج میں آتی ہیں۔ بعض دفعہ ٹرانسپورٹ ان کو آسانی سے نہیں ملتی جس وجہ سے ان بچیوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ جس طرح لاہور اور دیگر ترقی یافتہ شہروں میں کالجوں کو بسیں فراہم کی گئی ہیں میرے علاقے کے کالج کے لئے بھی ایک دو بسیں فراہم کی جائیں۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے شہر میں دو یونین کونسلیں اربن 14 اور اربن 15 ہیں۔ یونین کونسل اربن 14 میں ایک بھی سکول نہیں ہے، پرائمری، مڈل اور نہ ہی ہائی سکول ہے البتہ وہاں ایک جناح مڈل سکول جو 1972 سے کام کر رہا تھا لیکن بد قسمتی سے اسے فارغ کر دیا گیا ہے اور اسے یونین کونسل اربن 15 کے کسی سکول میں ضم کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بچے اور ماں باپ بہت پریشان ہیں۔ میری یہ استدعا ہے کہ اس سکول کو جلد سے جلد اسی عمارت میں دوبارہ قائم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ میرے علاقے میں ایک مڈل سکول ہے جس کے آس پاس کی زمین محکمہ اوقاف کی ہے جس پر ناجائز قابضین براجمان ہیں۔ براہ مہربانی ان قابضین سے وہ زمین واگزار کرا کر سکول کو دی جائے اور سکول کو ہائی سکول کا درجہ بھی دے دیا جائے۔

جناب والا! میرے علاقے میں ایک قبرستان ہے جس پر ایک مجاور بیٹھا ہوا ہے اس نے اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی ادھر ہی بلا لیا ہے جو نہی کسی بچے کی شادی کرتے ہیں تو وہ قبروں کو مسمار کر کے ایک کمرہ بنا لیتے ہیں علاقہ کے لوگ بہت پریشان ہیں۔ قبرستان کو جلد سے جلد واگزار کروایا جائے۔

جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ میرے ایک معزز بھائی نے Biogas کے لئے کہا تھا۔ میرے خیال میں یہ بہت اچھا مشورہ ہے۔ ہمارے گاؤں میں Biogas Plant چلانے کے لئے گوبر وغیرہ available ہے تو وہاں اس Plant کو لگنا چاہئے۔ اس کے علاوہ گھریلو استعمال کے پانی کی filtration کا انتظام ہو جائے تو بہت بہتر ہو گا۔

**جناب چیئرمین:** بہت شکریہ۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعۃالمبارک مورخہ 21۔جنوری 2011 صبح 9:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔